

Scanned By Saad

عزیز

وائے شاہد

(عزیز نام)

www.urdufanz.com

عزیز کلیم (م)

2007-2008				Comp. Status	Remarks
Q.1	Q.2	Q.3	Q.4		

				Yes	Provisional results against various targets were as under Fiscal Deficit (-) 47.3 CBR Revenue 148.0 Bank Borrowing (-) 24.4
--	--	--	--	-----	--

				Yes. Except for Bank borrowing. The reasons of exceeding the bank borrowing limit are following:- (i) Earthquake relief related releases, (ii) Lesser inflow of external receipts as compared to projection	Provisional results against various targets were as under Fiscal Deficit (-) 156.6 billion CBR Revenue 322 billion Bank Borrowing 84.0 billion
--	--	--	--	---	---

				Yes	Provisional results against various targets were as under Fiscal Deficit 201.06 billion CBR Revenue 485.0 billion Bank Borrowing 61.2 billion
--	--	--	--	-----	--

				Yes (except for Fiscal Deficit. The reason of exceeding Fiscal Deficit limit is Earth quake related expenditures (Rs. 65.0 billion)	Provisional Results against various targets are as under:- Fiscal deficit = 325.2 billion CBR Revenue=712.6 billion Bank Borrowing=71 billion
					Provisional Results against various targets are as under

جولیا کے فلیٹ میں گھاگھی تھی۔ سیکرٹ سرورس کے تقریباً تمام ممبر موجود تھے۔ کافی دنوں سے سیکرٹ سرورس کے پاس کوئی گیس نہ تھا۔ اس لئے وہ جب آگیا ہٹ کا شکار ہوئے تو انہوں نے مل کر وقت گزارنے کا پروگرام بنایا۔ کہ اس فارغ وقت میں ملک کے عوام کی سلامتی پر مہم کی جائے۔ ان کا پروگرام تھا کہ وہ سب کسی دور دراز دیہات میں جائیں اور وہاں لوگوں سے مل کر دیہات کے مسائل حل کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن ان کا یہ پروگرام اس لئے کامیاب نہ ہو سکا کہ جب وہ ایک دیہات میں پہنچے اور انہوں نے وہاں دیہات والوں کو اکٹھا کر کے ان کے مسائل پوچھنے شروع کئے تو سب لوگ کئی کئی گھنٹے شروع ہو گئے۔ ان پڑھ لکھتوں نے شاید یہ سمجھا تھا کہ یہ کوئی سرکاری آدمی ہیں اور اس طرح وہ ان کی آمدنی کا پتہ کر کے ان پر کوئی نیا ٹیکس لگانے آگئے ہیں۔ جب کسی نے ان سے تھوڑا سا بھی تعاون نہ کیا تو وہ مایوس ہو کر واپس لوٹ آئے۔ اور پھر یہی پروگرام بنا کر روزانہ تمام ممبر ایک ممبر کے فلیٹ میں جمع ہوں اور

اس ممبر کے ذمہ اس روز کی دعوت اور پروگرام ہو۔۔۔ جو بھی وہ پروگرام بنائے وہ سب کو قبول ہوگا۔ اور پھر باقاعدہ قرعہ ڈال کر ایک ممبر کا نام نکالا گیا تو پہلا نام جویا کا نکلا۔ اور نتیجے میں صبح ہی صبح سب لوگ جویا کے فلیٹ میں پہنچ گئے۔۔۔ جویا کے قریبی ہوٹل کونا شے کا کہہ دیا اور اب سب ڈاننگ ٹیبل پر بیٹھے ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔

”عمران نہیں آیا۔۔۔“ اچانک صفدر نے کلائی کی گھڑی پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

”وہ اب نہیں آسکتا۔۔۔“ سامنے بیٹھے ہوئے تنویر نے بڑا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

”کیوں کیا ہوا۔۔۔“ تنویر کے علاوہ سب نے چونک کر پوچھا۔
”اس نے ملازمت کر لی ہے۔۔۔“ تنویر نے بڑے سہمہ سے کہا۔

”ملازمت کر لی ہے۔۔۔“ عمران نے کیا کہہ رہے ہو۔
سب تنویر کے اس انکشاف پر اتنے حیرت زدہ ہوئے کہ محاورہ نہیں بلکہ حقیقتاً ان کے ہاتھوں سے چمچے گر پڑے۔

”میں صحیح کہہ رہا ہوں۔۔۔ مذاق نہیں کر رہا۔۔۔“ تنویر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

”عمران۔۔۔ اور ملازمت۔۔۔ ناممکن۔۔۔ یہ دونوں متضاد چیزیں ہیں۔۔۔“ صفدر نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

”کہاں کر لی ہے ملازمت۔۔۔“ جویا نے بے چین لہجے میں پوچھا۔

”آپ کو علم ہے کہ دارالحکومت میں سکس شارنیا ہوٹل سلور لینڈ کھلا ہے۔ عمران وہاں ویٹر ہے۔۔۔“ تنویر نے جواب دیا۔ ویٹر کا لفظ ادا کرتے وقت اس کے لہجے میں بے پناہ حقارت تھی۔

”ویٹر۔۔۔ عمران۔۔۔ اور ویٹر۔۔۔ کیا تم نشے میں ہو تنویر۔“ جویا نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں کل اس ہوٹل میں گیا تھا تو مجھے چائے عمران نے ہی سرو کی تھی۔ بے چارہ منہ لٹکانے کا کام کر رہا تھا۔۔۔“ میں نے بھی حیرت کا اظہار کیا۔

”تو کہنے لگا کیا کروں۔ اب پیٹ تو پالنا ہے۔ ایک ٹو اسے کچھ دیتا نہیں۔ سر رحمان گھاس نہیں ڈالتے۔ اب تک سپرنٹنڈنٹ فیاض سے رقم اینٹھ لیتا تھا۔ لیکن سپرنٹنڈنٹ فیاض کسی کورس کے سلسلے میں مغربی جرمنی چلا گیا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے۔۔۔“ تنویر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ادہ۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ عمران کے لئے رقم پیدا کرنا کوئی پرابلم نہیں ہے۔ وہ ضرور کسی چکر میں ویٹر بنا ہوگا۔۔۔“ سب نے بیک زبان ہو کر کہا۔ ان میں سے کسی کو بھی یقین نہ آ رہا تھا کہ عمران نے روزی کمانے کے لئے ویٹری شروع کر دی ہے۔

”جو حقیقت تھی میں نے بتا دی۔ میں نے اُسے پانچ روپے ٹپ دی تو بے چارے نے جھبک کر دس بار سلام کیا۔“ تنویر نے فخر سے سینہ پھیلاتے ہوئے جواب دیا اور تنویر کے اس انداز پر سب کے منہ بن گئے۔

”میں تو یہ بات کبھی نہیں مان سکتی۔“ جویا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
"اس کی دہاں ڈیوٹی کس وقت ہوتی ہے۔" صفدر نے انتہائی
سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" ہوٹل ٹیلی فون کر کے پوچھ لو۔ تنویر
نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"کھپڑ۔" میں ایکس ٹو سے بات کرتی ہوں۔ اُسے اصل
صورت حال کا علم ہو گا۔" جولیانا نے کہا اور اٹھ کر کونے میں پڑے
ہوئے ٹیلی فون کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے رسیور اٹھایا اور پھر ایکسٹو کے
مخصوص نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"ایکسٹو۔" چند لمحوں بعد دوسری طرف سے آواز آئی اور
جولیانا نے ٹیلی فون کے ساتھ منسلک لاؤڈر کا بٹن دبا دیا۔ اب ایکسٹو کی
آواز کمرے میں گونجنے لگی تھی۔ اس طرح سب لوگ دہاں بیٹھے بیٹھے
ان دونوں کی گفتگو آسانی سے سن سکتے تھے۔ جولیانا نے لاؤڈر کا بٹن اس لئے
دبایا تھا کیوں کہ سب کے چہروں پر عمران کے متعلق معلوم کرنے کا اشتیاق
موجود تھا۔

"جولیانا سپیکنگ باس۔" جولیانا نے مؤدبانہ لہجے میں جواب
دیتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے۔" ایکسٹو کی سرد اور خشک آواز سنائی

دی۔
"عمران کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ اس نے آمدنی کی کمی
کی وجہ سے ہوٹل سلور لینڈ میں ویٹری شروع کر دی ہے۔" جولیانا

نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
"ہاں۔" مجھے اطلاع مل چکی ہے۔ پھر۔" ایکسٹو نے خشک لہجے
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے یہ کوئی غیر معمولی بات
ہی نہ ہو۔

"سر۔" یہ عمران جیسے شخص کی اور خاص طور پر سیکرٹ سروس کی توہین
ہے۔" جولیانا پھٹ پڑی۔ اس کے لہجے میں شدید احتجاج تھا۔

"جولیانا۔" اس ملک میں ہر شخص آزاد ہے کہ روزی کمانے کے لئے جو
پیشہ چاہے اختیار کرے۔ اور باقی رہی سیکرٹ سروس کی توہین تو عمران کا
سیکرٹ سروس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" ایکسٹو کا لہجہ ویسے ہی خشک
اور سپاٹ تھا۔

"سر۔" کیا آپ باعزت روزی کمانے کے سلسلے میں عمران کی کوئی مدد
نہیں کر سکتے آخر عمران سیکرٹ سروس کے لئے بھی تو کام کرتا رہتا ہے؟
جولیانا نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"میں نے محتاج خانہ نہیں کھول رکھا۔ کہ لوگوں کی امداد کرتا پھروں۔ میری
طرف سے عمران جو جی چاہے کرتا پھرے۔ سیکرٹ سروس ایک قومی ادارہ ہے۔
اور ہر شخص کا یہ فرض ہے کہ وہ سیکرٹ سروس کے لئے کام کرے۔"

ایکسٹو کا لہجہ مزید خشک ہوتا چلا گیا۔

"تھینک یو سر۔" جولیانا نے جھلا کر کہا اور پھر ایک جھٹکے سے اس نے
رسیور رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے۔ چہرہ غصے کی شدت
سے سرخ ہو رہا تھا اسے ایکسٹو کی سرد مزاج اور بے رحمی پر اتنا غصہ آیا تھا کہ
اب اس سے بولا بھی نہ جا رہا تھا۔ وہ خاموشی سے آکر واپس اپنی کرسی پر

بیٹھ گئی۔ میز پر مکمل خاموشی طاری تھی۔

”بات تو ایک بٹو کی درست ہے۔۔۔ عمران کا آفسیکرٹ سر دس سے کیا تعلق ہے؟۔۔۔ تنویر نے چہک کر کہا۔

”خاموش رہو تنویر۔۔۔ تمہیں تو عمران سے خدا واسطے کا بیر ہے“

جولیانے بری طرح تنویر کو جھاڑتے ہوئے کہا۔

”اور تمہارا عمران سے آخر کیا تعلق ہے کہ تم اس کے غم میں مری جا رہی ہو؟“

تنویر بھی سمجھ سے اٹھ گیا۔

”یوشٹ اپ“۔۔۔ جولیانے ایک ٹوکا غصہ تنویر پر نکالنا شروع کر دیا۔

”تم مہانوں کی ہی عزت کرتی ہو۔ آئندہ مجھے نہ بلانا“۔۔۔ تنویر نے ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اُسے روکتا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

تنویر کے جاتے ہی صفدر اٹھا اور ٹیلی فون کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے رسیور اٹھا کر پہلے انکوائری سے ہوٹل ”سلور لینڈ“ کے نمبر معلوم کئے اور پھر اس نے تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

”ہوٹل سلور لینڈ“۔۔۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”مجھے آپ کے ہوٹل کے ایک ویٹر سے متعلق معلومات حاصل کرنی ہیں“

صفدر نے ٹھکانہ لہجے میں کہا۔

”کون سے ویٹر کے متعلق معلومات حاصل کرنی ہیں آپ نے؟“

دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”علی عمران نامی ویٹر سے متعلق“۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

”کیا معلومات حاصل کرنی ہیں؟“۔۔۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”صرف اس کی ڈیوٹی کے اوقات معلوم کرنے ہیں؟“۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

”وہ اس وقت ڈیوٹی پر موجود ہے۔ کیا اُسے بلاؤں؟“

دوسری طرف سے کہا گیا۔

”نہیں شکریہ“۔۔۔ صفدر نے جواب دیا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

”عمران وہاں موجود ہے۔ آؤ چلیں اس سے بات کرتے ہیں“

جولیانے اٹھتے ہوئے کہا۔

”کیا بات کریں۔۔۔ اس نے کسی کی بات سننی ہے؟“۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

”کوئی بات نہیں۔۔۔ میں اسے مجبور کر دوں گی یہ تو بین آئینہ نوکری چھوڑ دے“

پھر۔۔۔ جولیانے بڑے با اعتماد لہجے میں کہا۔

”چلو بات تو کرتے ہیں۔۔۔ آخر اس کے ساتھ چکر کیا چلا ہے۔ ویسے مجھے تو اب بھی یقین ہے کہ وہ کسی کیس کے سلسلے میں وہاں موجود ہوگا۔ اُسے

دولت کی کیا کمی ہو سکتی ہے۔ اس نے جوزف اور جوانا جیسے لوگ ملازم رکھے

ہوئے ہیں۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”چلو اس طرح شاید چکر کا ہی پتہ چل جائے“۔۔۔ جولیانے کہا اور پھر

جولیا کا اشتیاق دیکھتے ہوئے سب ہوٹل سلور لینڈ چلنے پر راضی ہو گئے۔

میں داخل ہوتے ہی مودبانہ لہجے میں کہا۔
 "بیٹھو" نقاب پوش نے کمرخت اور سپاٹ لہجے میں میز کے
 سامنے پڑھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور نوجوان بڑے
 مودبانہ انداز میں کرسی پر بیٹھ گیا۔
 "پاکیشیا کبھی گئے ہو؟" ریڈ فاکس نے پوچھا۔ لہجہ کمرخت اور
 تمکھمانہ تھا۔

"نہیں سر۔" نوجوان نے مختصر سے لفظوں میں جواب دیتے ہوئے
 کہا۔ وہ ہمیشہ ریڈ فاکس کے سامنے مختصر ترین بات کرتا تھا۔ کیوں کہ وہ
 ریڈ فاکس کی سخت گیری سے اچھی طرح واقف تھا۔
 "لیکن اب تمہیں وہاں جانا ہوگا۔ ایک اہم مشن درپیش ہے۔"
 ریڈ فاکس نے کہا۔

بہتر سر۔" نوجوان نے جواب دیا۔
 یہ فائل دیکھو۔" ریڈ فاکس نے ایک طرف رکھی ہوئی سرخ رنگ
 کی فائل نوجوان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور نوجوان نے اٹھ کر بڑے
 مودبانہ انداز میں فائل لی۔ اور پھر دوبارہ کرسی پر بیٹھ کر اُسے کھولا اور سرسری
 نظروں سے ورق گردانی کرنے لگا۔ فائل میں چار صفحے تھے۔ جن کا
 مطالعہ کرنے کے بعد نوجوان نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے فائل بند
 کر دی۔

"کیا مشن ہے؟" ریڈ فاکس نے پوچھا۔
 "سر۔" پاکیشیا سے ایک سائنسدان ڈاکٹر داوڑ کو اغوا کرنا ہے۔
 ڈاکٹر داوڑ پاکیشیا کی ایک خفیہ لیبارٹری کا سربراہ ہے۔ اُسے زندہ او

کمرے کا دروازہ کھلا اور دوسرے لمحے ایک لمبا توطنگا لمبے
 چہرے والا نوجوان اندر داخل ہوا۔ نوجوان کی آنکھوں میں سرخی اس قدر
 تھی کہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہی بے اختیار مخاطب کی نگاہیں
 جھک جاتی تھیں۔ اس نے سیاہ رنگ کی پتلون اور سیاہ چمڑے کی
 بھاری سی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔

کمرے میں مدہم سی روشنی تھی اور کمرے کے ایک کونے میں بڑی سی
 میز کے چھپے ایک نقاب پوش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا پورا چہرہ سیاہ
 رنگ کے نقاب میں چھپا ہوا تھا۔ آنکھوں پر سیاہ عینک لگی ہوئی تھی۔ یہ
 ویسٹرن کارمن کی سیکرٹ سروس کا چیف گالف تھا جسے عام طور پر
 ریڈ فاکس کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

"سر۔" ڈاکٹر حاضر ہے۔ آنے والے نوجوان نے کمرے

لیکن جناب — اس معمولی سے مشن کے لئے سیکرٹ سروس کے کسی بھی رکن کو بھیجا جاسکتا ہے۔ — نوجوان نے پہلی بار ذرا تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں — بظاہر یہ مشن معمولی نظر آ رہا ہے۔ لیکن میری تحقیقات کہتی ہیں کہ یہ مشن ہماری سیکرٹ سروس کی تاریخ میں سب سے کٹھن مشن ثابت ہوگا۔ پاکیشیا کی سیکرٹ سروس جس کا سربراہ ایک ٹو ہے۔ انتہائی تیز۔ انتہائی ذہین۔ اور انتہائی مستعد ہے۔ — آج تک کوئی مجرم تنظیم کوئی سیکرٹ سروس پاکیشیا میں جا کر اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہوئی۔ یہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ریکارڈ ہے۔ اور پوری دنیا کی سیکرٹ سروسز اور مجرم تنظیمیں اس بات کو اچھی طرح جانتی ہیں۔ — وہاں ایک آدمی ہے جس کا نام علی عمران بتایا جاتا ہے اس کے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ وہ سیکرٹ سروس کا رکن نہیں ہے۔ لیکن سیکرٹ سروس کے لئے اکثر کام کرتا رہتا ہے۔ — وہ واحد شخص بہت سی سیکرٹ سروسز پر بھاری ہے۔

بظاہر حق سابلے ضرر سا نوجوان ہے۔ حرکتیں مسخروں جیسی کرتا ہے۔ لیکن درحقیقت انتہائی ذہین۔ عیار اور چالاک ہے مارشل آرٹ میں مہارت رکھتا ہے۔ اس کا ڈاکٹر داوڑ سے بھی قریبی تعلق ہے۔ اور اصل مسئلہ جو درپیش ہے وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر داوڑ جس نغیہ لیبارٹری میں موجود ہیں اس کا کسی کو پتہ نہیں۔ سوائے اس علی عمران کے۔ اس لئے علی عمران کے ذریعے ہی ڈاکٹر داوڑ کو تلاش کیا جاسکتا ہے۔ — ریڈ فاکس نے کہا اور نوجوان حیرت بھری نظروں سے ریڈ فاکس کو دیکھتا رہا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ ریڈ فاکس جیسا شخص بھی کسی کی اس انداز میں تعریف کر سکتا ہے۔ وہ بڑے سے بڑے آدمی کو کبھی

درست حالت میں یہاں لے آتا ہے۔ — نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے بالکل درست سمجھا ہے۔ ہماری قومی لیبارٹری میں ایک جنگی فارمولے پر کام ہو رہا ہے۔ اس فارمولے میں ایک ایسی الجھن آپڑی ہے۔ جسے ہمارے سائنسدان حل کرنے سے قاصر ہیں۔ — ہمیں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں ایک سائنس دان ایسا ہے جو اس مضمون میں سپیشلسٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن وہ پاکیشیا میں رہتا ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ہم اس فارمولے کو دوسرے ملکوں پر ظاہر بھی نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ اس طرح ایگریمیا۔ روسیہ اور شوکران جیسے بڑے ملک اس فارمولے کے حصول کے لئے ہم پر چڑھ دوڑیں گے۔ اس لئے اعلیٰ سطح میں یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ پاکیشیا سے اس سائنس دان ڈاکٹر داوڑ کو اغوا کر کے لایا جائے۔ اور پھر اس سے اس فارمولے کو مکمل کر اگر اُسے ختم کر لیا جائے تاکہ آئندہ کے لئے یہ فارمولا محفوظ رہ سکے۔ — ریڈ فاکس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

درست فیصلہ ہے جناب۔ — نوجوان نے جواب دیا۔

”اعلیٰ سطح پر یہ فیصلہ ہو جانے کے بعد اس کی فائل میرے سپرد کر دی گئی۔ میں نے تحقیقات کرائی تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر داوڑ پاکیشیا کی کسی نغیہ لیبارٹری کے سربراہ ہیں۔ — انتہائی محب الوطن اور اصول پسند آدمی ہیں ان پر کسی قسم کی تحریص۔ لالچ یا دھمکی کا رگر نہیں ہو سکتی۔ اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اُسے جبراً اغوا کر کے یہاں لایا جائے۔ جب وہ ہمارے ہاتھوں میں ہوگا پھر اُسے کسی بھی طرح کام کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔

وہاں پاکیشیا میں ہمارے کچھ دوست موجود ہیں۔ ان کے پتے بھی اس فائل میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر داوڑ کا ایک فوٹو بھی فائل میں موجود ہے۔
ریڈ فاکس نے ایک اور فائل اٹھا کر نوجوان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
"تھینک یو سر۔" نوجوان نے اٹھ کر بڑے مؤدبانہ انداز میں فائل ریڈ فاکس سے لی۔

"اب مجھے اجازت ہے جناب۔" نوجوان نے فائل کو موڑ کر جیکٹ کے اندرونی جیب میں منتقل کرتے ہوئے کہا۔
"ہاں۔" ضرورت پڑے تو تم مجھ سے سپیشل فرکیوئنسی پر رابطہ قائم کر سکتے ہو۔" ریڈ فاکس نے کہا۔

"بہتر جناب۔" تھینک یو۔" نوجوان نے کہا اور واپسی کے لئے دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"وشن یو گڈ لک وائلڈ ٹائیگر۔" ریڈ فاکس نے دھیمے لہجے میں کہا اور نوجوان اسٹراٹا سر ہلانا ہوا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔
مقوڑی دیر بعد وہ سیکرٹ سروس کی عمارت سے باہر کھڑی ہوئی اپنی کار تک پہنچ گیا تھا۔

"اب ریڈ فاکس بھی بوڑھا ہو گیا ہے، خواہ مخواہ ایک معمولی سے مشن کو اہمیت دے رہا ہے۔" نوجوان نے طنز یہ انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

کار مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ایک خاصے بڑے بنگلے کے پھاٹک پر جا کر رک گئی۔ یہ بنگلہ امریکی مخصوص کالونی میں واقع تھا اور نوجوان اسی بنگلے کے ایک حصے میں رہائش پذیر تھا اور یہیں اس نے اپنے سیکشن

خاطر میں نہیں لایا۔ لیکن علی عمران کی یوں تعریف کر رہا ہے جیسے وہ فاتح اعظم ہو۔

"تو جناب اس میں کیا مسئلہ ہے۔ پہلے علی عمران کو اغوا کیا جائے اس کے بعد اس پر تشدد کر کے ڈاکٹر داوڑ کا پتہ چلا یا جائے اور پھر ڈاکٹر داوڑ کو اغوا کر کے یہاں لے آیا جائے۔" نوجوان نے کہا۔ وہ اب بھی اس مشن کو کوئی اہمیت دینے پر تیار نہ تھا۔

"ہاں ہوگا ایسے ہی۔" لیکن علی عمران کی شہرت کے پیش نظر میں نے اس مشن کے لئے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ تمہارا اب ٹمک کاریکار ڈشاندہ ہے انتہائی اہم مشن تم نے ایسی خوبی سے سرانجام دیئے ہیں کہ اسے کارنامہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ مشن بھی تم ہی سرانجام دو۔
ریڈ فاکس نے کہا۔

"تعریف کا شکریہ سر۔" اگر آپ کی خواہش ہے تو میں حاضر ہوں ویسے میرے لئے یہ مشن انتہائی معمولی ہے۔" نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے معلوم ہے کہ وائلڈ ٹائیگر کے لئے یہ مشن انتہائی معمولی ہے۔ لیکن میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا۔ اور نہ ہی مزید تمہیں کوئی ہدایات دینا چاہتا ہوں۔ یہ مشن تمہارے کلی طور پر اپنے طور پر سرانجام دینا ہے۔ بہر حال مجھے ڈاکٹر داوڑ چاہیئے۔ صبح اور زندہ حالت میں۔" ریڈ فاکس نے جواب دیا۔
"اور کے سر۔" ڈاکٹر داوڑ آپ کے پاس پہنچ جائے گا سر۔ یہ میرا وعدہ ہے۔" نوجوان نے کہا۔

"تھینک ہے۔" یہ فائل لو۔ اس میں اس علی عمران کا پتہ موجود ہے۔

کا ہیڈ کوارٹر بھی بنایا ہوا تھا۔ اس نے اپنے طور پر بہت سے افراد کو اپنے سیکشن میں شامل کیا ہوا تھا۔ جو ہر مشن میں اس کی بھرپور انداز میں امداد کرتے تھے۔ پچھلک پر پہنچ کر اس نے مخصوص انداز میں مارن بجایا تو پچھلک میکاٹکی انداز میں کھلتا چلا گیا۔ اور نوجوان کار اندر لئے چلا گیا۔ پورچ میں کار روک کر وہ اترا اور عمارت کے اندر ایک راہداری سے ہوتا ہوا ایک کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے ٹیلی فون اٹھایا اور پھر ایک ٹریونگ ایجنسی سے پاکیشیا کے لئے سیٹ بک کرائی۔ سیٹ اس نے اپنے اصل نام جان میکنزو کے نام سے بک کرائی اور پیشہ کے خلع میں صحافت درج کرادی۔ کیوں کہ اس کے پاس ویسٹرن کارمن کے سب سے معروف اخبار کے فارن سپیشل رپورٹر کے کاغذات موجود تھے۔ بطور صحافی اُسے یہ فائدہ رہتا تھا کہ کسٹم پولیس والے اس کی شخصیت کا احترام کرتے تھے۔ اور وہ خواہ مخواہ کی چکنگ سے بچ جاتا تھا۔

پاکیشیا کے لئے سیٹ بک کرانے کے ساتھ ہی ساتھ ٹریونگ ایجنسی کو پاکیشیا کے سب سے عالی شان ہوٹل میں کمرہ بک کرانے کا بھی کہہ دیا۔ اور جب اسے بتایا گیا کہ ٹریونگ ایجنسی کا آدمی اس کا پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات لینے آرہا ہے تو اس نے فون بند کیا اور ایک الماری سے متعلقہ کاغذات نکال کر میز پر رکھے اور پھر اس نے انٹرکام پر سیکورٹی انسپراج کو ہدایات دیں کہ ٹریونگ ایجنسی سے آنے والے کو اس تک پہنچا دیا جائے۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے ریڈ فاکس کی دی ہوئی فائل نکالی اور اس کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ فی الحال اس

نے اکیلے ہی پاکیشیا جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ اگر ضرورت پڑی تو پھر وہ اپنے سیکشن کو کال کر لے گا۔ فی الحال وہاں جا کر اپنے طور پر حالات کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔

ہوٹل سے سلور لینڈ کے وسیع و عریض ہال میں اس وقت اکا دکا ہی افراد نظر آرہے تھے۔ زیادہ سے زیادہ ان کی تعداد دس کے قریب ہو گی۔ یہ لوگ بھی ہوٹل کے کمروں کے رہائشی تھے اور شاید اپنے کمروں میں ناشتہ کرنے کی بجائے ہال میں بیٹھ کر ناشتہ کرنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ اس لئے وہ لوگ نیچے اتر آئے تھے۔ یہ سارے غیر ملکی تھے اور مرد تھے۔ ان میں ایک بھی عورت نہ تھی۔

ہال کے کاؤنٹر پر ایک خوب صورت سی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ جب کہ عمران ویٹر کی یونیفارم میں اُسے مرزا غالب اور ذوق کا فلسفہ عشق سمجھانے میں مصروف تھا۔ وہ ان کے اشعار کی ایسی ایسی توضیح کر رہا تھا کہ لڑکی کا چہرہ گلنار کی طرح کھلا ہوا تھا۔ عمران کا انداز ایسا تھا کہ جیسے وہ غالب اور ذوق کے درپردہ اس لڑکی سے اظہار عشق کر رہا ہو۔ اور سفید رنگ

کی بے داغ یونیفارم میں عمران جیسا وجہہ تشکیل شخص اور بھی زیادہ وجہہ نظر آرہا تھا۔ اور لڑکی نظروں ہی نظروں میں اس پر ریشہ خطمی ہوئی جا رہی تھی۔ "ارے ویٹر۔۔۔ ادھر آؤ۔۔۔" اچانک ہال کے کونے سے کسی کے دھاڑنے کی آواز سنائی دی۔ اور لڑکی کے ساتھ عمران بھی چونک پڑا۔ وہ بغیر مڑے ہی تنویر کی آواز پہچان گیا تھا۔ اور اس نے مڑنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی تھی۔ کیوں کہ ہال میں دس سے زیادہ ویٹر موجود تھے۔

"ارے چھوڑو ان ننھیوں اور مسافروں کو۔۔۔ مرزا غالب کہتا ہے کہ....." عمران نے لڑکی کو دوبارہ اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔ "وہ تمہیں بلارہا ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"آواز تو مردانی ہے اور پھر مجھے کیوں بلارہا ہے؟" عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو تمہیں صرف عورتیں ہی بلاتی ہیں۔" لڑکی نے بُری طرح ہنستے ہوئے کہا۔

"عمران۔۔۔ عمران۔۔۔ یہ صاحب تمہیں کال کر رہے ہیں۔" اچانک ایک ویٹر نے قریب آکر عمران سے کہا اور عمران بادل خواستہ مڑا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اس میز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جہاں تنویر سینہ پھلائے بیٹھا ہوا تھا۔

"کیا بکا ہے؟" عمران کے قریب جلتے ہی تنویر نے بڑے حقارت آمیز لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ کے ہمری پائے۔۔۔ آپ کی زبان۔۔۔ آپ کی ادھڑی۔ آپ کا گردہ کلجی۔" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے

ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ یوشٹ اپ۔۔۔ اپنی اوقات میں رہو۔ تم ایک معمولی سے ویٹر ہو اور میں معزز آدمی ہوں۔“ تنویر نے غصے سے ابلتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اسی لئے تو آپ کے کہہ رہا ہوں۔۔۔ درنہ میں تمہارے سرری پائے۔ تمہاری زبان تمہاری ادبھڑی بھی کہہ سکتا تھا۔ فکر نہ کریں بس کچھ معزز ہی ہو گا۔“ عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جاؤ ناشتہ لے کر آؤ۔ اور جلدی۔“ تنویر نے شاہانہ انداز میں کہا۔

”رفیق۔“ عمران نے قریب کھڑے ایک ویٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیا بات ہے؟“ رفیق نے چونک کر پوچھا۔

”صاحب کو ایک ناشتہ مارو۔ اور جلدی۔ یہ معزز صاحب بے چارے کب سے بھوکے ہیں۔ شاید رات بھی فاقے سے گزری ہے۔“ عمران نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں کہا اور پھر اس سے پہلے کہ تنویر کچھ کہتا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا دوبارہ کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”کہاں ہے تمہارا منیجر۔ بلاؤ اسے۔ یہ کیسے بدتمیز ویٹر یہاں بھرتی کر رکھے ہیں اس نے؟“ تنویر کی دھاڑ پورے ہال میں گونجنے لگی۔

”آہستہ بولو۔ یہ معزز لوگوں کا ہوٹل ہے۔ یہاں اونچی آواز سے بات کرنا بدتہذیبی میں شمار ہوتا ہے۔“ عمران نے جلتے جلتے مڑ کر کہا۔

اور ایک بار پھر مڑ کر کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”بلاؤ بلاؤ۔ منیجر کو بلاؤ۔“ میں یہ ہوٹل بند کرادوں گا۔“ تنویر غصے کی شدت سے اور بھی زیادہ اونچی آواز میں دھاڑنے لگا۔ اسی لمحے منیجر کے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر شخص نکل کر تیزی سے تنویر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہ منیجر تھا۔ اُسے جاتا دیکھ کر عمران بھی کاؤنٹر کے ساتھ پشت لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس کی نظریں بھی تنویر پر جمی ہوئی تھیں جو کھڑا غصے سے ابل رہا تھا۔ منیجر اس کے قریب پہنچ کر رک گیا۔

”فرمائیے جناب۔ میں منیجر ہوں۔“ ادھیڑ عمر منیجر نے قریب جا کر بڑے مہذبانہ انداز میں کہا۔

”یہ تم نے کیسے ویٹر بھرتی کر رکھے ہیں۔ بدتمیز۔ گستاخ۔ بے ادب۔ جو معزز گاہکوں کی بے عزتی کرتے ہیں۔“ تنویر اس پر چڑھ دوڑا۔

”کس ویٹر کی بات کر رہے ہیں آپ؟“ منیجر نے حیرت بھرے لہجے میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ عمران کی بات کر رہے ہیں جناب۔“ قریب کھڑے ایک ویٹر نے کہا۔

”اوہ۔ عمران کی بات کر رہے ہیں۔ وہ تو انتہائی مہذب ہے ہمارے ہوٹل کے تمام گاہک اس سے بے حد خوش ہیں۔ کیا گستاخی کر رہے ہیں؟“ منیجر کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

”میں نے اس سے پوچھا کہ کیا ہوا ہے تو کہنے لگا آپ کے سرری پائے آپ کی زبان۔ پھر جب میں نے ناشتہ لانے کے لئے کہا تو کہنے لگا صا

کو ایک ناشتہ مارو۔ تنویر نے جلتے ہوئے لہجے میں کہا۔
 "تو اس میں گستاخی والی کون سی بات ہے۔ میری سمجھ میں تو آپ کے
 غصے کی کوئی وجہ نہیں آرہی۔" منیجر نے معصوم سے لہجے میں کہا۔
 "کیا یہ زبان مہذبانہ ہے۔" تنویر کو اور بھی زیادہ غصہ آگیا۔
 "دیکھئے جناب۔ میں نے خود ویٹر کو حکم دے رکھا ہے کہ وہ آپ کا
 لفظ استعمال کیا کریں۔ اگر وہ خالی سرری پائے۔ زبان۔ ادھڑی کہتا تو آپ
 کی ناراضگی بجا تھی۔" باقی رہا ناشتہ مارنے والی بات تو یہ بات اس
 نے اپنے ساتھی ویٹر سے کہی ہوگی۔ آپ کے لئے تو اس نے صاحب کا
 ہی لفظ ادا کیا ہے۔ ویسے میں اس کی طرف سے معافی چاہتا ہوں۔ آپ کی
 میز پر تو اس کی ڈیوٹی ہی نہ تھی پھر وہ آپ کے پاس کیسے پہنچ گیا۔
 منیجر نے کہا۔

جناب۔ انہوں نے خود بلایا تھا۔" قریب کھڑے ویٹر نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔

"ادہ۔ پھر تو آپ کو شکایت نہیں کرنی چاہیے۔ رفیق جاؤ صاحب
 کے لئے ناشتہ لے آؤ۔ اور کوئی حکم جناب۔" منیجر نے کہا اور پھر
 بغیر تنویر کا جواب سننے تیزی سے واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
 "عمران۔ میری بات سنو۔" عمران کے قریب سے گزرتے
 ہوئے اس نے ٹھکانہ لہجے میں کہا اور عمران اس کے پیچھے چل پڑا۔ البتہ
 اس نے مڑتے وقت تنویر کو یوں زبان باہر نکال کر دکھائی جیسے بچے زبان
 نکال کر ایک دوسرے کو چھیڑتے ہیں۔
 "بیٹھو۔" منیجر نے کمرے میں داخل ہوتے ہی ایک کمرے کی طرف

اشارہ کیا۔ اور خود بڑی سی میز کے پیچھے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔
 "یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ہمارے چیئرمین نے تمہاری سفارش
 کی ہے۔ لیکن میں بہر حال کوئی گستاخی برداشت نہیں کر سکتا۔"
 منیجر نے سخت لہجے میں کہا۔
 "کمرہ فی بھی نہیں چاہیے۔ آخر آپ اتنے بڑے ہوٹل کے منیجر ہیں۔ اور
 اگر کسی نے گستاخی کی ہے تو مجھے بتائیں میں اس کے سرری پائے پکا کر آپ
 کی میز پر سرور کر دوں گا۔" عمران نے جواب دیا۔
 "میں تمہاری بات کر رہا ہوں۔ اس گاہک سے گستاخی کی وجہ۔"
 منیجر نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔
 "کس گاہک کی بات کر رہے ہیں آپ۔" عمران نے حیرت
 بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یہی جو شور مچا رہا تھا۔" منیجر نے کہا۔
 "ارے۔ اس پھٹیچر کی بات کر رہے ہیں۔ اس کی پرواہ نہ کریں۔
 میری بیس سال کی سرورس ہے۔ میں نے شہر کے ہر بڑے ہوٹل میں کام کیا
 ہے۔ اس کی عادت ہے کہ ہر ہوٹل میں جا کر اسی طرح شور مچاتا ہے۔ بیچارہ
 نفسیاتی مریض ہے۔" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 "ادہ۔ اچھا اچھا۔ میں سمجھ گیا۔ چوں کہ وہ پہلے سے تہیں جانتا تھا۔
 اس لئے اس نے تہیں بلایا ہے۔ بہر حال تم آئندہ محتاط رہو۔"

منیجر نے فوراً ہی نرم ہوتے ہوئے کہا۔ اور عمران سر ہلاتا ہوا اٹھا اور بیرونی
 دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دروازہ کھول کر وہ جیسے ہی مال میں داخل
 ہوا۔ بڑی طرح چونک پڑا۔ کیوں کہ مال کی درمیان کی میزوں پر پوری

پنی رہا ہے۔" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور ویٹر حیرت سے آنکھیں جھپکاتا ہوا واپس مڑ گیا۔
 "تمہیں بھی جو سوچتی ہے نرالی ہی سوچتی ہے۔" صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"یار۔۔۔ بڑا ہی لطف آیا ہے ویٹر بن کر۔ ایسی ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں کہ سیر دل خون بڑھ جاتا ہے۔" عمران نے جواب دیا۔ اور اس کی یہ بات سن کر سب سمجھ گئے کہ عمران کا ویٹر بننے میں کوئی خاص مقصد نہ تھا بلکہ اس نے صرف تفریحاً ایسا کیا تھا۔

اُسی لمحے نیجر کا دروازہ کھلا اور ادھیڑ عمر غیر غصے سے لال پیلا ہوا تیزی سے عمران کی طرف بڑھنے لگا۔ عمران کو یوں معزز گاہکوں کے ساتھ بیٹھا دیکھ کر اس کا چہرہ اور زیادہ سرخ ہو گیا۔

"یہ کیا حرکت ہے۔۔۔ تم معزز گاہکوں کے ساتھ بیٹھ گئے ہو۔ آخر تم چاہتے کیا ہو؟" نیجر قریب آ کر کھپٹ پڑا۔ سیر وانڈر اس کے پیچھے کھڑا تھا۔

"میں نے آرڈر پہلے ہی دے دیا ہے۔ تم اگر لینا چاہتے ہو تو تم لے لو۔ چائے لے آؤ۔" عمران نے بڑے بے نیازانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پوشٹ اپ۔۔۔ تم ویٹر ہو کر مجھے آرڈر دے رہے ہو؟" نیجر غصے سے ناپاچ اٹھا۔

"ویٹر۔۔۔ سوری میرا نام عمران ہے۔ اور سنو۔۔۔ میں ویٹر نہیں کر سکتا۔ ویٹر کرنے کے لئے کسی ترازو کا انتظام کرواؤ۔"

سیر وانڈر کا بیج لگا ہوا تھا۔
 "تو لکھئے آرڈر۔۔۔ چار تولے بھینس کا دودھ۔ تین تولے گائے کا گھی۔ آٹھ تولے مغزندق۔۔۔ چالیس تولے مغزود خج۔"
 عمران نے پلٹ کر باقاعدہ طبی نسخہ لکھنا شروع کر دیا۔
 "کیا بکواس ہے۔۔۔ تم نہیں جانتے میں سیر وانڈر ہوں۔"
 نوجوان نے کمرخت لہجے میں کہا۔

"بکواس سیر وانڈر۔۔۔ اچھا عہدہ ہے۔ مبارک ہو۔"
 عمران نے بڑے فراخ دلانہ لہجے میں مبارک باد دیتے ہوئے کہا اور میز پر بیٹھے ہوئے اس کے ساتھی کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ سیر وانڈر کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا تھا۔

"تم کاؤنٹر پر چلو۔۔۔ میں تم سے بات کرتا ہوں۔ تم نے ویٹر ہو کر میری بے عزتی کی ہے۔" سیر وانڈر ہونٹ بھینچے بات کر رہا تھا۔ ماحول کی وجہ سے وہ زیادہ غصے کا اظہار بھی نہ کر سکتا تھا۔

"میں نے بل میں آرڈر لینے کی نوکری کی ہے۔ کاؤنٹر پر میں صرف عشقیہ اشعار ہی سن سکتا ہوں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور سیر وانڈر اور تو کچھ نہ کر سکا تیزی سے مڑا اور سیدھا نیجر کے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا اور عمران نے بڑے اطمینان سے ایک خالی کرسی سنبھالی اور پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھتے ہوئے اس نے ایک ویٹر کو بلایا۔

"رفیق چائے لے آؤ۔ اور سنو۔۔۔ وہ سامنے جو پھٹیٹر صاحب بیٹھے ہیں انہیں بھی میرے کھاتے میں چائے پلوادو۔ بے چارہ بیٹھا خون

اس بار صفدر نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

”سررحمان کے صاحبزادے — اذہ اذہ — ویری سوری
ویری سوری — عمران صاحب — آپ نے پہلے کیوں نہیں
بتایا؟ — منیجر کارنگ انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل کا نام سنتے ہی زرد
پڑ گیا تھا۔

”ہاں — پہلے بتا دیتا تو تم — قبلہ ڈیڈی کو اطلاع کر دیتے اور پھر
انہوں نے یہاں آکر میرے سر پر اتنی جوتیاں برسائی تھیں کہ میں بھی
تمہاری طرح گنجا ہو جاتا — ویسے بانی دی دے — تمہارے ڈیڈی
نے کتنی جوتیاں ماری تھیں —“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھی
بے اختیار ہنس پڑے۔

”ویری سوری سر —“ منیجر نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا اور
پھر وہ تیزی سے واپس مڑ گیا۔ سپروائزر بھی کان دبائے واپس جا رہا تھا۔
”اگر میں تمہارا تعارف نہ کراتا تو منیجر نے تمہارے سر پر جوتیاں برسائی
شروع کر دینی تھیں —“ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تم چائے پیو — میں ذرا یہ وردی اتار کر آتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ چائے
اس پر گر جائے اور ہوٹل والے ڈرائی کلینک کی رقم بھی ہر جانے کے طور
پر میری تنخواہ سے کاٹ لیں —“ عمران نے کہا اور پھر اس سے
پہلے کہ کوئی جواب دیتا وہ تیزی سے اٹھا اور ہوٹل کی سائیڈ میں بنی ہوئی
ایک راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”میں نہیں مانتا کہ عمران صرف تفریح کی خاطر ویٹر بنا ہو ضرور یہاں کوئی
چکر ہوگا —“ کیپٹن شکیل نے عمران کے جاتے ہی کہا۔

عمران نے معصوم سے لہجے میں جواب دیا۔ اور منیجر بے اختیار دانتوں سے
ہونٹ کاٹنے لگا — وہ اب شاید بے بسی اور غصے کی انتہا پر پہنچ چکا
تھا۔ لیکن ہوٹل کے ماحول کی وجہ سے اونچا نہ بول سکتا تھا۔
”تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا —“ آخر حبيب اس سے کچھ نہ
بن سکا تو اس نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔
”نہیں — دماغ خراب ہو جاتا تو میں ضرور منیجر ہوتا —“ عمران
نے اور زیادہ آگ لگائی۔

”سپروائزر — ویٹروں کو بلاؤ اور اسے دھکے دے کر ہوٹل سے
باہر نکال دو — ابھی ابھی باہر نکالو — اسی وقت میرے سامنے
منیجر نے غصے سے دھاڑتے ہوئے پیچھے کھڑے سپروائزر سے مڑ کر کہا اور
سپروائزر نے سر ہلاتے ہوئے ویٹروں کو بلانا شروع کر دیا۔

”منیجر — اپنی اوقات میں رہ کر بات کرو۔ یہ لو اپنے ہوٹل کا
بیج — اٹھاؤ اسے اور دفعہ ہو جاؤ۔ جتنے دن میں نے کام کیا ہے اس
میں اپنی وردی کا بل کاٹ لینا۔ اور سنو — اب چائے لے کر آؤ
عمران نے سینے پر لگا ہوا ہوٹل کا بیج اتار کر منیجر کی طرف پھینکتے ہوئے
انتہائی سخت لہجے میں کہا۔ اس کا لہجہ یک نخت اتنا سخت ہو گیا تھا کہ
منیجر حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگا — سپروائزر اور دوسرے
ویٹر بھی جو اب ان کے قریب پہنچ گئے تھے ٹھٹھک کر رک گئے۔

”منیجر صاحب — آپ کا ان سے تعارف نہیں ہے۔ یہ ڈائریکٹر
جنرل انٹیلی جنس سررحمان کے اکلوتے صاحبزادے علی عمران ہیں۔ اور
صرف اکٹاہٹ لے بچنے کے لئے ایسے روپ دھارتے رہتے ہیں۔“

”ہو گایا۔ ہمیں کیا۔۔۔ خود بخود پتہ چل جائے گا۔“

صفدر نے کہا۔

”میں ذرا تنویر کو منالوں۔ اس وقت جذبات میں آکر مجھ سے غلطی ہو گئی تھی

آفرودہ میرا ہمان تھا۔۔۔ جولیانا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”اُسے منا بھی تم ہی سکتی ہو اور کسی میں یہ جرأت بھی نہیں۔“

صفدر نے منستے ہوئے کہا اور پھر جولیانا تیز تیز قدم اٹھاتی تنویر کی میز کی

طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے جا کر تنویر سے کوئی بات کی تو تنویر کھل اٹھا دوسرے

لمحے وہ ہنستا ہوا ان کی میز کی طرف آگیا۔

لیکن اس سے پہلے کہ کوئی اس پر فقرہ کتا۔ اچانک ہال گولیوں کی

تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھا اور ہال میں موجود سب لوگ بے اختیار اچھل کر

کھڑے ہو گئے۔ دوسرے لمحے انہوں نے ایک شخص کو راہداری سے

نکل کر انتہائی تیز رفتاری سے مین گیٹ کی طرف بھاگتے دیکھا۔ پلک جھپکنے

میں وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

”بھاگ گیا یا۔۔۔ یہ لوگ بڑے ہی بندل واقع ہوئے ہیں۔ میں

نے ذرا سا حال پوچھ لیا تو بھاگ کھڑا ہوا۔۔۔ راہداری سے عمران نے

منوہار سہوتے ہوئے کہا۔ اس نے اب اپنا مخصوص لباس پہن رکھا تھا۔

”یہ فائرنگ کیسی تھی۔۔۔ سب نے بیک وقت پوچھا۔

”فائرنگ۔۔۔ ارے باپ رے۔۔۔ یہ اصل فائرنگ تھی

میں سمجھا تھا کہ وہ مجھے پٹاخوں والے پستول سے ڈرا رہا ہے۔“

عمران نے خوف سے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یہ کیسی فائرنگ تھی۔۔۔ کس نے کی۔۔۔“ نیجر نے اپنے کمرے

سے ایک بار پھر برآمد ہوتے ہوئے کہا۔

”ایک آدمی تھا جناب۔۔۔ میں آ رہا تھا کہ اچانک اس نے ریوا اور نکال

کر فائرنگ کر دی۔ لیکن جب میں بچ گیا تو وہ بھاگ گیا۔ عمران نے اُسے

یوں رپورٹ دی جیسے سپاہی اپنے افسر کو رپورٹ دیتا ہے۔

”مگر کیوں۔۔۔“ نیجر نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”چلیں اس سے پوچھ آئے ہیں۔۔۔ عمران نے مین گیٹ کی طرف

بڑھتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اُسے روکتا وہ تیز تیز قدم

اٹھاتا مین گیٹ سے باہر نکلتا چلا گیا۔

”یہ کیا بات ہوئی۔ یہ کیا چکر ہے۔ میری تو سمجھ میں کوئی بات نہیں آ رہی۔“

نیجر نے بڑی بے بسی سے صفدر اور دوسرے ساتھیوں کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

”آپ ہوٹل نیجری کریں۔ آپ کو یہ باتیں سمجھ میں نہیں آ سکتیں۔ میرے

خیال میں اب ہم بھی چلیں اب یہاں رکنا بے کار ہے۔“ صفدر

نے کہا۔

اور پھر وہ سب صفدر کے پیچھے چلتے ہوئے مین گیٹ کی طرف بڑھتے

چلے گئے اور نیجر بے چارہ آنکھیں پھاڑے انہیں جاتا دیکھتا رہ گیا۔

ہوٹل سلور لینڈ کے پورچ میں اُسے اتارا تو اس نے سمجھ لیا کہ پاکیشیا ماڈرن ملکوں میں سے ایک ہے۔ ہوٹل سلور لینڈ کی خوب صورت عمارت میں داخل ہوتے وقت اس کے ذہن میں بار بار یہی سوال گونج رہا تھا کہ اتنے ماڈرن اور جدید شہر کی مالک یہاں کی سیکرٹ سروس بھی پس ماندہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے یہاں اُسے پوری طرح محتاط اور ہوشیار رہنا ہو گا۔

سلور لینڈ کی دسویں منزل کے خوب صورت کمرے میں پہنچ کر اس نے سب سے پہلے غسل کر کے کپڑے بدلے اور پھر اس نے فائل نکال کر اس کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ وہ عمران کی شکل اپنے ذہن میں نقش کرنا چاہتا تھا۔ اس نے عمران کے فلیٹ کا پتہ بھی یاد کر لیا۔ کیوں کہ اس کا مشن ہی یہی تھا کہ عمران کو اغوا کر کے اس سے ڈاکٹر داؤد کا پتہ معلوم کرے۔ وہ کافی دیر فائل کا مطالعہ کرتا رہا پھر اس نے فائل واپس اپنے بیگ میں رکھی اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بیگ کے خفیہ خانے سے اس نے ریوالور کے پارٹس نکالے ان کو جوڑ کر ریوالور کو کوٹ کی اندروں جیب میں رکھ کر وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ عمران کے فلیٹ کا پتہ کنگ روڈ دیا گیا تھا۔ اس لئے ہوٹل سے باہر آ کر اس نے ایک ٹیکسی ایجنسی کے بجائے کنگ روڈ چلنے کا کہہ دیا۔ ٹیکسی مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد جب کنگ روڈ پر پہنچی تو جان میکٹرو نے ٹیکسی چوک پر چھوڑ دی۔ اوپیل چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ فلیٹ نمبر ۲۰ کے سلسلے سے گزر رہا تھا۔ اس نے بڑے غور سے فلیٹ کے محل وقوع کو دیکھا اور پھر آگے بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک چوک پر پہنچ گیا۔ یہاں

جہاں میکنز و جب پاکیشیا پہنچا تو ایئر پورٹ پر اترتے ہی اس کی آنکھیں بھٹی کی بھٹی رہ گئیں۔ ایئر پورٹ کی اتنی وسیع جدید اور خوب صورت عمارت تو اس کے تصور میں بھی نہ تھی۔ وہ تو اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ پاکیشیا ایسا پس ماندہ ملک ہو گا جہاں کسی جنگل میں ایئر پورٹ بننا ہوا ہو گا اور یہاں لوگ لنگوٹیاں باندھے پھر رہے ہوں گے۔ لیکن ایئر پورٹ پر اترتے ہی اس کے تصورات الٹ گئے اور پھر جب وہ کلیرنس کے بعد ایئر پورٹ سے باہر آیا تو اس کی حیرت اور زیادہ بڑھتی چلی گئی۔ ٹیکسی میں بیٹھ کر جب وہ دارالحکومت کی سڑکوں سے گزرا تو اُسے حیرت کے زبردست جھٹکے لگے۔ شہر تو اس کے اپنے ملک کے دارالحکومت سے بھی کہیں زیادہ وسیع اور خوب صورت تھا۔ اور ماڈرن تہذیب کی ہر چیز یہاں وافر مقدار میں موجود تھی۔ ٹیکسی نے جب

سے اس نے ٹیکسی پکڑی اور پھر اُسے گرین روڈ پر چلنے کا کہہ دیا۔ ٹیکسی تقریباً پورا شہر گرا س کرتی ہوئی ایک شاہراہ پر پہنچی۔ یہ شہر کا شمالی علاقہ تھا۔ جان نے ٹیکسی ایر وکلب کے سامنے رکوا دی اور پھر ٹیکسی کو فارغ کرنے کے بعد وہ کلب کے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کلب کے دروازے میں داخل ہوتے ہی وہ ٹھٹھک گیا۔ کیوں کہ ہال میں ہر قسم کی منشیات کا بے دریغ استعمال ہو رہا تھا۔ اور تقریباً ہر سطح کے لوگ وہاں موجود تھے۔ ان سب کے چہروں پر جرائم کی گہری چھاپ صحت نظر آ رہی تھی اور جان میکینڈو وہاں کا ماحول دیکھتے ہی سب کچھ سمجھ گیا۔ ایک طرف بنے ہوئے کاؤنٹر کے پیچھے ایک دیوہیکل آدمی موجود تھا جس نے سرخ و سفید دھاریوں والی بنیان پہن رکھی تھی۔ اس کے چہرے پر زخموں کے بے شمار نشانات تھے۔ وہ چہرے مہرے سے ہی زبردست لڑاکا اور مشہور غنڈہ نظر آ رہا تھا۔ جان میکینڈو تیزی سے اس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دیوہیکل کاؤنٹر میں کی نظریں بھی اُسی پر جمی ہوئی تھیں۔

”میں دیسٹرن کارمن سے آیا ہوں۔ ریڈ فاکس کا خصوصی نمائندہ ہوں۔ مجھے ہاربر سے ملنا ہے۔“ جان نے کاؤنٹر پر پہنچ کر سپاٹ لہجے میں کہا۔

”آپ کے پاس پاسپورٹ تو ہوگا۔“ دیوہیکل کاؤنٹر میں نے قدرے نرم لہجے میں کہا اور جان نے جیب سے پاسپورٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ کاؤنٹر میں چند لمحے غور سے پاسپورٹ کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے پاسپورٹ واپس کر دیا۔

”ہمیں محتاط رہنا پڑتا ہے سر جان۔ میرا نام ہی ہاربر ہے۔ آئیے۔“

اس دیوہیکل نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ کاؤنٹر سے باہر نکل آیا۔ اس کے باہر نکلتے ہی ایک اور آدمی اس کی جگہ پہنچ گیا۔
”پینے کے لئے کچھ بیج دو ہنری۔“ ہاربر نے مڑ کر اب کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے آدمی سے سخت لہجے میں کہا اور اس کے سر ہلانے پر وہ آگے بڑھ گیا۔ جان میکینڈو اس کے پیچھے تھا۔ ایک طرف بنی ہوئی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ ایک خاصے بڑے کمرے میں پہنچ گئے۔ یہ کمرہ انتہائی شاندار انداز میں سجا ہوا تھا۔

”تشریف رکھیے مسٹر جان۔ آپ ہمارے معزز مہمان ہیں۔“ ہاربر نے میز کے پیچھے بڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے جان سے کہا اور جان سامنے رکھی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

اُسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک غنڈہ نما دیٹر نے میز پر ایک بوتل دھسکی اور دو جام لاکر رکھ دیئے۔

”تم جاؤ۔“ اور سنا۔ جب تک میں نہ کہوں مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔“ ہاربر نے سخت لہجے میں دھسکی لے آنے والے کو کہا اور وہ سر ہلاتا ہوا واپس چلا گیا۔ ہاربر نے بوتل کھول کر دونوں جام بھرے اور پھر ایک جام جان میکینڈو کی طرف بڑھا دیا۔

”اب آپ فرمائیے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں اور آپ کا یہاں مشن کیا ہے۔“ ہاربر نے اپنا جام ہاتھ میں لیتے ہوئے جان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیا یہ جگہ محفوظ ہے۔“ جان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔
”بالکل محفوظ ہے۔ آپ کھل کر بات کیجیے۔“ ہاربر نے

مسکراتے ہوئے کہا۔
”پہلے آپ بتائیے کہ آپ کا ریڈ فاکس سے کیا تعلق ہے“

جان نے محتاط لہجے میں کہا۔
”میں پاکیشیا میں ریڈ فاکس کے مفادات کا نگران ہوں اور بنیادی طور پر ویسٹرن کارمن کا ہی باشندہ ہوں۔ مجھے یہاں آئے ہوئے دو سال ہوئے ہیں۔ میں ریڈ فاکس کے فارن شعبے سے متعلق ہوں۔“

باربر نے جواب دیا۔
”یہاں آپ ریڈ فاکس کے کن مفادات کے نگران ہیں؟“ جان نے پوچھا۔

”اب تک معاملہ صرف معلومات تک ہی رہا ہے کبھی کوئی عملی مشن درپیش نہیں آیا۔“ باربر نے جواب دیا۔

”اگر کوئی عملی مشن درپیش ہو جائے تو آپ اس سلسلے میں کیا مدد کر سکتے ہیں؟“ جان نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ اگر ایسی کوئی بات ہے مسٹر جان۔۔۔ تو آپ بے فکر رہیں۔ میں نے دو سال میں یہاں بہت وسیع حلقہ قائم کر لیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس عملی مشن میں ہمیں کامیابی ہوگی۔ یہاں زیر زمین دنیا میں میرا انتہائی طاقت ور گروپ موجود ہے۔ جو ہر قسم کا کام کر سکتے ہیں۔“

باربر نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔
”اوہ۔۔۔ اب آپ یہ بتائیں کہ ریڈ فاکس کے وائلڈ ٹائیگر سے آپ متعارف ہیں؟“ جان نے کہا۔

”وائلڈ ٹائیگر۔۔۔ اس سے کون واقف نہیں۔ وہ تو

ویسٹرن کارمن کی جان ہے۔ میں تو اس کا ذاتی طور پر زبردست معترف ہوں۔ اور مجھے اس سے ملنے اور اس سے کام کرنے کی بڑی حسرت ہے۔ اس نے ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے ہیں کہ ہمارے لئے تو وہ سب سے بڑا ہیرو ہے۔ کیا آپ اُسے جانتے ہیں کیا وہ یہاں آئے گا؟“

باربر نے بڑے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔
”وائلڈ ٹائیگر میرا ہی نام ہے مسٹر باربر۔“ جان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور باربر ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیلی چلی جا رہی تھیں۔

”آ۔۔۔ آپ وائلڈ ٹائیگر۔۔۔ اوہ گاڈ۔۔۔ واقعی آپ ہی وائلڈ ٹائیگر ہیں ہم سب کے ہیرو اس صدی کے ہیرو۔“

باربر کے منہ سے ایک ایک کمر لفظ نکل رہے تھے اور وہ جان کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہ دنیا کا آکھٹواں عجوبہ ہو۔

”بیٹھ جائیں۔۔۔ آپ کی حسرت تو پوری ہوگئی؟“ جان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اُسے دلی طور پر بے حد مسرت ہو رہی تھی کہ ایک اجنبی ملک میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اُسے ہیرو مانتے ہیں۔

”اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔ آپ کے سامنے میں اس بڑی کرسی پر کیسے بیٹھ سکتا ہوں۔ یہاں آئیے۔ یہاں ہم تو آپ کے غلام ہیں ادنیٰ غلام۔“

باربر نے کہا۔
”نہیں۔۔۔ آپ ابھی مجھے جان ہی رہنے دیں۔ میں نے اس لئے آپ کو بتا دیا ہے کہ آپ مشن میں دل کھول کر حصہ لیں۔“ جان نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

”ادہ — کیوں نہیں — اب تو میں جان بھی لڑا دوں گا آپ حکم کریں —“ ہاربر نے دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بڑے پر خلوص لہجے میں کہا۔

”سب سے پہلے تو مجھے ایک کوٹھی اور ایک کار چاہیے۔ اس شہر کا تفصیلی نقشہ بھی —“ جان نے جواب دیا۔

”سمجھ لیں ہو گیا بند و بست —“ ہاربر نے کہا اور پھر اس نے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کارسیور اٹھایا اور ایک بٹن دبا کر اس نے اپنے کسی آدمی کو احکامات دینے شروع کر دیئے — چند لمحوں بعد اس نے رسیور رکھ دیا۔

”میں نے کوٹھی کے ساتھ ساتھ وہاں نگرانی اور دیگر کاموں کے لئے اپنے بہترین دس آدمی بھی روانہ کر دیئے ہیں۔ اس کوٹھی میں جدید ترین اسلحہ بھی موجود ہے۔ اور ضرورت کی ہر چیز۔ کار ابھی یہاں پہنچ جائے گی اور نقشہ آپ کو کوٹھی میں ہی مل جائے گا۔“ ہاربر نے جواب دیا۔

”گڈ — اب بتاؤ کہ یہاں رہنے والے ایک شخص علی عمران کو جانتے ہو؟“ جان میکینڈون نے پوچھا۔

”علی عمران — میں نے زیر زمین دنیا میں اس کا نام تو بے شمار بار سنا ہے لیکن کبھی اس سے واسطہ نہیں پڑا۔“ ہاربر نے جواب دیا۔

”اُسے اغوا کر کے اس کوٹھی میں لے آنا ہے اور اس سے ایک سائنسدان کا پتہ پوچھنا ہے۔ اس کے بعد اس سائنس دان کو اغوا کر کے

ویسٹرن کار میں لے جانا ہے۔ بس یہی مشن ہے۔“ جان نے جواب دیا۔

”ادہ — یہ تو بے حد معمولی مشن ہے۔ اس مشن پر آپ جیسی شخصیت کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ کام تو میں بھی کر سکتا تھا۔“ ہاربر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ریڈ فاکس کا خیال ہے کہ یہ انتہائی خطرناک مشن ہے اور اُسی کے مجبور کرنے پر میں یہاں آیا ہوں —“ جان نے بڑا سامنے بناتے ہوئے جواب دیا۔

”ادہ — ایسی کوئی بات نہیں — بہر حال آپ کے آنے سے یہ فائدہ ہوا کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔ باقی کوئی مسئلہ نہیں۔ آپ آرام کریں ہم یہ مشن مکمل کر دیتے ہیں۔ میں اس علی عمران کا پتہ کرتا ہوں۔“ ہاربر نے کہا۔

”اس کا پتہ ۲۰۰ کنگ روڈ ہے۔ وہ فلیٹ میں اپنے ایک باورچی کے ساتھ رہتا ہے۔“ جان نے جواب دیا۔

”گڈ شو — یہ تو پھر بالکل معمولی کام رہ گیا۔ میرے کسی آدمی اُسے جانتے ہیں۔ میں انہیں ابھی اس کے فلیٹ کی نگرانی پر لگا دیتا ہوں۔

جیسے ہی وہ وہاں پہنچے گا۔ اُسے اغوا کر کے آپ کے پاس کوٹھی میں پہنچا دیا جائے گا۔ اس کے بعد اس سے معلومات بھی حاصل کر لی جائیں گی۔“ ہاربر نے کہا اور اس نے ایک بار پھر انٹرکام کارسیور

اٹھایا اور ہدایات دینی شروع کر دیں۔ ہدایات دینے کے بعد اس نے رسیور رکھا ہی تھا کہ دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس

بڑی کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ گئی۔

جان میکینز کو کوٹھی بے حد پسند آئی۔ ہاربر نے اُسے کوٹھی کے ہر حصے کا معائنہ کرایا اور وہاں موجود اپنے دس آدمیوں کا بھی تعارف کرایا۔ وہ سب بہترین لڑاکے۔ نشانہ باز اور اچھے ڈبائیور بھی تھے۔ اس لئے جان میکینز پوری طرح مطمئن ہو گیا تھا۔ کہ اب اُسے مشن مکمل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی اور وہ انتہائی آسانی سے مشن مکمل کر کے واپس چلا جائے گا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا سامان بھی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ اب جان کو عمران کے متعلق ہاربر کے آدمیوں کی رپورٹ کا انتظار تھا۔

کے ہاتھ میں کار کی چابیاں موجود تھیں۔
 "آئیے میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ تاکہ آپ کو کوٹھی کا ہر حصہ دکھا دوں
 ہاربر نے اس نوجوان سے چابیاں لیتے ہوئے کہا۔
 "میرا سامان سلاور لینڈ میں پڑا ہوا ہے۔ اُسے بھی اٹھوانا ہے۔"
 جان نے اٹھتے ہوئے کہا۔
 "کمرہ نمبر کیا ہے؟" ہاربر نے پوچھا۔
 "کمرہ نمبر تین سو دس۔" دسویں منزل۔" جان نے

جواب دیا۔
 "او۔ کسے۔" پہنچ جائے گا۔ آپ بے فکر رہیں۔" ہاربر
 نے کہا اور پھر وہ جان شمیت دفتر سے نکل کر سیڑھیاں اترتا ہوا مال میں
 پہنچ گیا۔

"مہنری۔" توں کو ہوٹل سلاور لینڈ بھیج دو۔ مسٹر جان میکینز کا
 سامان وہاں کمرہ نمبر تین سو دس دسویں منزل میں موجود ہے۔ وہ ادائیگی
 کر کے وہاں سے سامان لے کر اُسے زیر و پوائنٹ پر پہنچا دے۔ میں وہیں
 جا رہا ہوں۔" ہاربر نے کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے آدمی سے مخاطب
 ہو کر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس باس۔" مہنری نے متوجہ نہ ہو کر لہجے میں کہا۔ اور ہاربر ہر
 بلاتا ہوا مال سے بائزر نکلتا چلا آیا۔ جان بھی اس کے ساتھ ساتھ نکلتا تھا بائزر
 ہوئی نیلے رنگ کی مرکری کار کا دروازہ کھول کر اس نے جان کو بٹھایا
 اور خود ڈبائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کار مختلف
 سڑکوں سے گزرتی ہوئی ایک مضافاتی کالونی میں داخل ہو کر ایک کافی

”یار۔۔۔ تم تو بیویوں کی طرح آتے ہی گلے شکوے لے بیٹھے۔ کوئی اور بات کرو۔ آئندہ میرے ایک ٹوکے کی توبہ۔۔۔“ بیرا گیری کبھی نہ کر دوں گا۔
البتہ گیرا گیری کی تو اجازت ہے نا۔۔۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”مگر یہ چکر کیا تھا۔۔۔“ بلیک زیرو نے اس بار مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”بس ایسے ہی خواہ مخواہ ایک شبہ پر گھن چکر بن گیا۔ گیا تو تھا ہوٹل سلور لینڈ میں کھانا کھانے۔ وہاں مجھے پتہ چلا کہ ایک ویٹر کی آسامی خالی ہے۔۔۔ تنخواہ سیکرٹ سروس سے زیادہ تھی۔ چنانچہ میں نے بھی درخواست دے دی۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور بلیک زیرو دانت بھینچ کر خاموش ہو گیا۔ کیوں کہ اتنا تو وہ جانتا تھا کہ عمران اگر اپنی مرضی سے کچھ بتا دے تو بتا دے ورنہ اس سے اس کی مرضی کے خلاف کچھ اگلو لینا ناممکن تھا۔

اُسی لمحے میز پر پڑنے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور پھر اس سے کہ بلیک زیرو درسیور اٹھاتا عمران نے ہاتھ بڑھا کر درسیور اٹھالیا۔ ایک ٹوکے۔۔۔ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

صفر پر بول رہا ہوں جناب۔۔۔ دوسری طرف سے صفر کی سنائی دی۔ اور عمران کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

”یس۔ کیا بات ہے۔“ عمران کا لہجہ البتہ اسی طرح سچاٹ رہا۔

”جناب۔۔۔ ہم سب ممبر ہوٹل سلور لینڈ گئے تھے۔ تاکہ عمران کے

آخر یہ آپ کو بیٹھے بٹھائے کیا سوچتی ہے۔ وہ جولییا آپ کے ویٹر بننے کی وجہ سے مجھ پر ناراض ہو رہی تھی۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

عمران ابھی ابھی وہاں پہنچا تھا۔ اور اس کے کرسی پر بیٹھتے ہی بلیک زیرو نے گلہ شکوہ شروع کر دیا۔

”لیکن یہ بات تو میں نے کھڑے ہو کر سوچی تھی۔ تمہیں تو صرف بیٹھے بٹھائے سوچنے پر اعتراض ہے نا۔“ عمران نے بڑے معصوم لہجے میں جواب دیا۔

”عمران صاحب۔۔۔ کم از کم مجھے تو بتا دیا کریں جولییا نے فون کیا تو مجھے پتہ چلا کہ آپ سلور لینڈ میں بیرا گیری کر رہے ہیں۔“

بلیک زیرو نے ناراض سے لہجے میں کہا۔

ٹھہرا ہے۔ وہ جب باہر گیا تو اس ویٹر نے عادت کے مطابق اس غیر ملکی کا سامان چیک کیا۔ تو اس کے بیگ میں ایک فائل دستیاب ہوئی جس میں عمران کا فوٹو موجود تھا۔ چوں کہ فائل میں موجود کاغذات کسی کو ڈی میں تھے اس لئے ویٹر انہیں نہ پڑھ سکا۔ اس نے عمران کو اطلاع دی۔ جس پر عمران ویٹر کے روپ میں وہاں پہنچا۔ تاکہ اس فائل کو چیک کر سکے۔ مگر اس کے وہاں پہنچنے تک وہ آدمی کمرہ چھوڑ کر جا چکا تھا۔ عمران کی معلومات کے مطابق وہ آدمی خود اپنا سامان لینے نہیں آیا بلکہ کوئی اور شخص ادا کیگی کر کے اس کا سامان لے گیا تھا۔ عمران نے خالی کمرہ چیک کیا لیکن وہاں کوئی چیز نہ تھی۔ عمران وہاں اس لئے رک گیا کہ ہو سکتا ہے اصل آدمی اپنا سامان لینے آئے۔ اُسے شاید علم ہی نہ ہو کہ اس کا سامان جا چکا ہے۔ کیوں کہ ایسا اکثر غیر ملکیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیوں کہ سامان لے جانے والا مقامی ہی تھا۔ لیکن جب کوئی نہ آیا تھا اور سیکرٹ سر دس والے وہاں پہنچ گئے تو عمران نے یہ سلسلہ ختم کرنے کا پروگرام بنایا۔ جب وہ لباس تبدیل کر کے باہر آ رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی نے اس پر ریوالتان لیا۔ اور اُسے چپ چاپ باہر نکلنے کے لئے کہا۔ عمران شاید اس کے ساتھ چلا بھی جاتا۔ لیکن سچانے کیوں وہ آدمی مشکوک ہو گیا اس نے عمران پر گولی چلا دی۔ عمران نے جب اس سے ریوالتان چھیننا چاہا تو اس جہد و جہد میں کئی اور گولیاں چل گئیں۔ اور پھر دوسرے ویٹر دس کے پہنچے پر وہ شخص گھبرا گیا اور عمران کو چھوڑ کر باہر نکلا۔ عمران نے چوں کہ اُسے اس حد تک پہچان لیا تھا کہ اس کا تعلق ایر وکلب سے ہے۔ اس لئے اس نے اس کا تعاقب کرنے

نئے شغل سے محفوظ ہو سکیں۔ وہاں عمران صاحب نے ہمیں دیکھ کر ویٹر والا شغل تو چھوڑ دیا۔ البتہ واپسی کے وقت ایک ایسا واقعہ ہوا ہے کہ میں نے آپ کو اطلاع دینی ضروری سمجھی۔ صفر نے جواب دیا۔

”کیا تم عمران پر فائرنگ کے متعلق بتانا چاہتے ہو؟“ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”اوہ۔۔۔ آپ کو اطلاع مل گئی جناب۔۔۔ میں یہی بتانا چاہتا تھا۔۔۔ صفر کے لہجے میں حیرت تھی۔

”صفر۔۔۔ آپ لوگوں کے علاوہ بھی میری معلومات کے ذرائع بھی ہیں۔ ویسے تم نے اچھا کیا کہ مجھے اطلاع دے دی۔ عمران پر باقاعدہ حملہ ہوا تھا۔ لیکن عمران اپنی پھرتی کی وجہ سے بچ نکلا۔ اس پر حملہ کرنے والا ایر وکلب کا آدمی تھا۔ اس لئے تم ایر وکلب سے معلومات حاصل کرو کہ آخر عمران پر یہ حملہ کیوں کیا گیا۔ کیوں کہ عمران کو بھی اس حملے کے مقصد کا علم نہیں ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”آپ نے سر عمران سے پوچھا تو ہو گا کہ وہ آخر سلور لینڈ میں ویٹر بنا تھا۔ میرے خیال میں یہ فائرنگ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہو گی۔“ صفر نے کہا۔

”عمران کی رپورٹ کے مطابق عمران کا ایک ساتھی ہوٹل سلور لینڈ میں ویٹر تھا۔ یہ ویٹر پہلے ہوٹل شوبرا میں تھا۔ یہ عمران کا خاص آدمی ہے۔ اور عمران اس سے ہوٹل میں آنے جانے والے مشکوک افراد کے متعلق معلومات حاصل کرتا رہتا ہے۔ اس ویٹر نے عمران کو اطلاع دی تھی۔ ویسٹرن کارمن سے ایک غیر ملکی جان میکرو نام کا ہوٹل سلور لینڈ میں آ

”آخریہ جان میگز کو کون ہے۔ میری یادداشت میں تو اس نام کا کوئی
اہم مجرم موجود نہیں ہے۔“ — عمران نے پیشانی پر انگلی مار تے ہوئے
کہا۔

”ہو سکتا ہے نام جعلی ہو۔“ — مجرم اصل نام سے تو کم ہی آتے ہیں۔
بلیک زیرو نے جواب دیا۔

”اگر یہ نام جعلی ہے تو پھر یہ اہم مجرم نہیں ہو سکتا۔ اہم مجرموں کی نفسیات
ہے کہ وہ اصل نام ہی عام طور پر رکھتے ہیں۔ بہر حال پتہ چل جائے گا۔“
عمران نے کہا۔

”ویسٹرن کارمن کی فائل تو ہماری لائبریری میں موجود ہے۔“

بلیک زیرو نے کہا۔

”وہ میں چیک کر چکا ہوں۔ ہمارا آج تک چوں کہ ویسٹرن کارمن سے کبھی
مقابلہ نہیں رہا۔ ویسٹرن کارمن اور ہمارے ملک کے درمیان بہترین دوستانہ
تعلقات موجود ہیں۔“ — اس لئے اس فائل میں کوئی خاص بات نہیں۔“

عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر ویسٹرن کارمن سیکرٹ سروس کے چیف سے کیوں نہ بات کر
لی جائے۔ ہو سکتا ہے وہ کوئی کلیو دے دے۔“ — بلیک زیرو
نے کہا۔

”یہ بھی ٹھیک ہے۔ ذرا فائل لے آؤ۔“ — اس میں نمبر موجود ہیں۔“

عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو اٹھ کر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد
فائل لے کر واپس آ گیا۔ عمران نے فائل کھولی اور اُسے پڑھنے لگا۔
پھر اس نے ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور اس نے ویسٹرن کارمن کا ڈائریکٹ

کی کوشش نہ کی۔ اور اب عمران اپنے طور پر کام کر رہا ہے۔ سیکرٹ سروس
اس لئے براہ راست ملوث نہیں ہو سکتی کہ ابھی کوئی مجرم یا مجرم سامنے نہیں
آیا۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اس سے علیحدہ رہ کر معلومات حاصل
کر دو کہ اصل چکر کیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ عمران بالاسی بالاکوئی کام دکھا جائے
عمران نے بطور ایک ٹو پوری تفصیل صفدر کو بتاتے ہوئے کہا۔

”ادہ۔“ — میں سمجھ گیا سر۔ عمران کی عادت ہے۔ کہ وہ
حتیٰ الوسع بالاسی بالاکوئی مسئلہ حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بہر حال آپ
فکر نہ کریں میں مطلوبہ معلومات جلد ہی حاصل کر لوں گا۔“ — صفدر
جواب دیا۔

”گڈ۔“ — عمران نے جواب دیا اور پھر رسیور رکھ دیا۔
”تو یہ چکر ہے۔“ — آپ صفدر کو تو تفصیل بتا سکتے ہیں لیکن مجھے نہیں
بلیک زیرو کے لہجے میں واضح ناراضگی موجود تھی۔

”ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ صفدر کے فون آنے سے پہلے
میں اپنے طور پر کام کرنا چاہتا تھا۔ لیکن صفدر کے فون آنے پر میں نے محسوس
کیا ہے۔“ — کہ صفدر میرے بطور ویٹر کام کرنے کے سلسلے میں مشکوک
تھا۔ اس لئے اگر میں بطور ایک ٹو اُسے تفصیلات نہ بتاتا تو اس کے ذہن
میں ایکس ٹو کا بھرم ختم ہو جاتا۔ کہ ایک ٹو عمران سے بالاتر نہیں ہے۔“
عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سوری سر۔“ — میں سمجھ گیا۔ صفدر واقعی ایسا آدمی ہے۔ انتہا
ذہین۔ سنجیدہ اور ٹھوس خیالات کا مالک۔“ — بلیک زیرو
ندامت بھرے لہجے میں کہا۔

کوڈ نمبر گھما کر سیکرٹ سروس کے چیف کے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ فائل میں وہ چیک کر چکا تھا کہ ویسٹرن کارمن سیکرٹ سروس کا چیف ریڈ فاکس کہلاتا ہے۔ چنانچہ جیسے ہی رابطہ قائم ہوا اور دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔ اور اس نے اپنے آپ کو ریڈ فاکس کہا تو عمران سمجھ گیا کہ بولنے والا ہی سیکرٹ سروس کا چیف ہے۔

”چیف آف سیکرٹ سروس پاکستان — ایکسٹو سیکنگ“

عمران نے باوقار لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ادہ — میں ریڈ فاکس ہوں — ویسٹرن کارمن سیکرٹ سروس کا چیف — آپ کی کال غیر متوقع ہے — فرمائیے — دوسری طرف سے بولنے والے کے لہجے میں حیرت تھی۔“

”مجھے اطلاع ملی ہے کہ ویسٹرن کارمن کا ایک شخص جس کا نام جان میکینزو بتایا گیا ہے۔ یہاں کسی جرم کے ارادے سے پہنچا ہے۔ ہماری فائلوں میں جان میکینزو کے بارے میں معلومات موجود نہیں ہیں — اس لئے آپ سے رابطہ قائم کیا گیا ہے۔“

عمران نے باوقار لہجے میں کہا۔

”جان میکینزو — یہ تو بالکل ہی اجنبی سا نام ہے۔ کیا اُسے گرفتار نہیں کیا جاسکا؟“

ریڈ فاکس نے پوچھا۔ لیکن اس کا لہجہ سن کر عمران کی چھٹی حس جاگ پڑی۔ اس کے لہجے میں ایسی بات واضح طور پر موجود تھی جیسے اُسے جان میکینزو کی گرفتاری سے انتہائی دل چسپی ہو۔

”ہم اس وقت تک کسی شخص کو گرفتار نہیں کرتے جب تک ہمیں اس بات کا واضح ثبوت نہ مل جائے کہ وہ واقعی جرم کرنے کی نیت سے آیا ہے۔“

اگر آپ کو اس کے بارے میں معلومات ہوں تو ٹھیک ہے

۵۱

ورنہ پھر ہم اُسے گرفتار کر کے اس سے معلومات حاصل کر لیں گے۔“

عمران نے جواب دیا۔

”جان میکینزو نام کا کوئی مجرم ہماری فائلوں میں موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی سیکرٹ سروس کے سامنے اس کا نام کبھی آیا ہے۔ ہو سکتا ہے اس نے ہمارے ملک کا نام غلط طور پر استعمال کیا ہو۔ آپ کو اس پر شک کیسے ہوا۔ جب بقول آپ کے ابھی اس نے کوئی جرم ہی نہیں کیا۔“

ریڈ فاکس نے کہا۔

”ہماری معلومات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس کے پاس ایک ایسی فائل چیک کی گئی ہے جس میں سیکرٹ سروس سے تعاون کرنے والے ایک شخص کا فوٹو موجود ہے اس پر ہم چونکے۔“

عمران نے کہا۔

”واقعی آپ کی کارکردگی قابل رشک ہے کہ آپ صرف فوٹو دیکھ کر مشکوک ہو گئے۔ ہو سکتا ہے وہ اس شخص کا دوست ہو۔“

ریڈ فاکس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”اگر وہ دوست ہوتا تب بھی ہمیں اطلاع مل جاتی۔ بہر حال ٹھیک ہے۔ اب ہم خود دیکھیں گے کہ وہ کیا ہے۔“

عمران نے جواب دیا۔

”ایسی صورت میں ہماری ایک درخواست ہے کہ اگر واقعی وہ ویسٹرن کارمن کا مجرم ثابت ہو تو ہمیں ضرور اطلاع کریں۔“

ریڈ فاکس نے جواب دیا۔

”اور۔“

ٹھیک ہے۔ گڈ بائی۔“

عمران نے کہا اور پھر اس نے پھرتی سے کریڈل دبایا اور فون رکھتے ہی اس نے تیزی سے اور نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

چونک کر رسیور اٹھالیا۔

"ایک ٹوٹا — عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"مٹری سی سے بول رہا ہوں جناب! — دوسری طرف سے کال چینگ سنٹر کے انچارج کی آواز سنائی دی۔

"رپورٹ دو" — عمران نے کہا۔

"سر — ویسٹرن کارمن سے ایک کال چیک ہوئی ہے۔ یہ کال کسی عجیب سے کوڈ میں ہے۔ البتہ اس میں دو نام آئے ہیں ایک ریڈ فاکس اور دوسرا ڈائلڈ ٹائیگر — سپاٹ چیک کیا گیا ہے۔ یہ سپاٹ مضافاتی کالونی گلشن ٹاؤن میں رسیو کی گئی ہے۔ گلشن ٹاؤن چوں کہ ابھی حال ہی میں تعمیر ہوئی ہے اس لئے تفصیلی نقشہ موجود نہیں ہے — انچارج نے کہا۔

"کال ٹیپ کر لی گئی ہے — عمران نے پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں کامیابی کی چمک ابھر آئی تھی۔

"ییس سر — ٹیپ موجود ہے — دوسری طرف سے کہا گیا۔

"او۔ کے — اُسے دانش منزل بھجوا دو" — عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

"ڈائلڈ ٹائیگر یقیناً اسی جان میکنز کا کوڈ نام ہوگا۔ ڈائلڈ ٹائیگر کا نام میرے ذہن میں موجود ہے۔ لیکن اس کی تفصیلی فائل نہیں ہے۔

عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ کا شک درست نکلا۔ بلیک زیرو دس لہجے میں ملے گی

"ییس کال چینگ سنٹر — رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ایک ٹوٹا — عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"ییس سر — فرمائیے — دوسری طرف سے لہجہ یک لختہ مؤدبانہ ہو گیا۔

"ویسٹرن کارمن سے وسیع حیطہ عمل پر کوئی ٹرانسمیٹر کال شاید دارالحکومت میں کی جائے۔ اُسے چیک کرو اور نہ صرف ٹیپ کرو بلکہ اس سپاٹ کا بھی پتہ کرو جہاں کال کی جائے۔ اور مجھے فوراً رپورٹ کرو" — عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"بہتر سر — دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔ اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔

"کیا مطلب — کیا ریڈ فاکس مشکوک ہے؟ — بلیک زیرو حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں — میں نے اس کے لہجے سے محسوس کیا ہے کہ وہ نہ صرف جان میکنز سے واقف ہے بلکہ شاید وہ اس کا اپنا آدمی ہے۔ اگر میرا شک درست نکلا تو وہ یقیناً اُسے کال کر کے ہوشیار کرے گا۔

عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو خاموش ہو گیا۔ عمران کی خدا داد صلاحیتوں پر اُسے حیرت ہوئی تھی کہ اس کا ذہن کس طرح ہر بات کو چیک کر لیتا ہے۔

عمران نے رسیور رکھ کر دوبارہ فائل اٹھائی اور اس کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ تقریباً دس منٹ بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو عمران

ریکارڈ سیکرٹری نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"تمہیں پتہ ہے کہ تمہارا چیئرمین میرا دوست ہے۔ تم نے جب ماسٹر کلرز کو میرا ریکارڈ دیا تو مجھے حقیقتاً تمہاری اس تنظیم پر بڑا غصہ آیا۔ میں نے تو فیصلہ کر لیا تھا کہ تمہارا پورا ریکارڈ روم ہی وائش کروں۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ مجھے بھی تو معلومات مل جاتی ہیں۔ چنانچہ میں نے چیئرمین سے بات کی۔ اور نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔" — عمران نے جواب دیا۔

"اچھا۔ تو یہ بات ہے۔" — چیئرمین تمہاری دھمکی میں آگیا ہوگا۔ بہر حال فون کیسے کیا؟ — ریکارڈ سیکرٹری نے کہا۔

"وائلڈ ٹائیگر کے بارے میں معلومات حاصل کرنی تھیں۔"

عمران نے کہا۔

"حسب ضابطہ یا بے ضابطہ؟ — ریکارڈ سیکرٹری نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بے ضابطہ نہیں بلکہ الف ضابطہ؟ — عمران نے جواب دیا اور ریکارڈ سیکرٹری بے اختیار ہنس پڑا۔

"ہولڈ آن کرو۔ میں اس کی فائل لے آتا ہوں۔"

ریکارڈ سیکرٹری نے کہا اور عمران مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ کراس ورلڈ آرگنائزیشن جس کا کاروبار یہی تھا کہ وہ معلومات فروخت کرتی تھی۔ اس لئے اس تنظیم نے بڑی محنت کر کے دنیا بھر کے مشہور مجرموں اور سیکرٹ سروسز کے ارکان کے بارے میں خفیہ معلومات کا ریکارڈ رکھا ہوا تھا۔ جسے وہ قیمتاً فروخت کرتے تھے۔ عمران کا ریکارڈ بھی وہاں

اس کے لئے انتہائی دلچسپ ناول پڑھیے (عمران کی موت)

حیرت تھی۔

مگر عمران نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے ایک بار پھر رسیور اٹھا کر اس کے نمبر گھما لئے شروع کر دیئے۔

"کراس ورلڈ آرگنائزیشن" — رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف کہا گیا۔

"ریکارڈ سیکرٹری سے بات کراؤ؟ — عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"او۔ کے۔ ہولڈ آن کریں۔" — دوسری طرف سے کہا گیا۔ چند لمحوں بعد کلک کی آواز سنائی دے گی۔

سنائی دی۔

"ریکارڈ سیکرٹری کے۔ ڈبلیو۔ اے سپیکنگ۔"

"ابھی تم سیکرٹری سی ہو۔ یار میں نے سمجھا تھا کہ تم اب تک ترقی کے چیئرمین بن چکے ہو گے۔ لیکن تم ابھی تک سٹول پر ہی بیٹھے ہو۔"

عمران نے اس بار اپنے اصل لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"ارے عمران تم۔ اودہ۔ تم ابھی زندہ ہو؟ — دوسری

طرف سے بولنے والا چپک پڑا۔

"تو تمہارا کیا خیال تھا کہ تمہارے ریکارڈ سے اپنی فائل وائش کرانے

بعد میں مر چکا ہوں گا؟ — عمران نے کہا۔

"ظاہر ہے فائل موجود ہوتی ہے تو ہمیں تازہ ترین اطلاعات ملتی رہی

ہیں۔ اور پھر مجھے جب احکامات ملے کہ تمہاری فائل ختم کر دی جائے۔

میں بڑا حیران ہوا۔ کیوں کہ آج تک ایسا نہیں ہوا تھا۔"

موجود تھا۔

جب عمران کو پتہ چلا تو اس نے چیرمین سے بات کی۔ اب یہ اتفاق تھا کہ چیرمین ایک سابقہ مجرم تھا اور آکسفورڈ کے زمانے میں ایک بار اُسے عمران نے اس کے دشمنوں سے بچایا تھا۔ چنانچہ چیرمین عمران کی بات مان گیا اور اس کی فائل وائش کر دی گئی۔ ریکارڈ سیکرٹری آرنلڈ بھی آکسفورڈ کے زمانے سے عمران کا واقف تھا۔ اس لئے عمران اکثر بغیر کسی معاوضے کی ادائیگی کے اس سے معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔

”عمران — کیا تم لائن پر ہو؟“ چند لمحوں بعد سیکرٹری آرنلڈ کی آواز سنائی دی۔
”نہیں — کرسی پر ہوں — ابھی ریلوے انجن نہیں بنا ہوں“ عمران نے جواب دیا۔

”ریلوے انجن — کیا مطلب؟“ آرنلڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ یقیناً عمران کی بات نہ سمجھ سکا تھا۔

یار — مجرموں کا ریکارڈ رکھتے رکھتے تم میں جس لطافت ہی ختم ہو گئی ہے۔ بھئی۔ لائن پر تو ریلوے انجن اور گاڑی ہوتی ہے اور جب انسان شادی کرے تو پھر وہ ریلوے انجن بن جاتا ہے۔ اور لائن پر چڑھ جاتا ہے۔ پہلے اس کے ساتھ گاڑی کا ڈبہ ہوتا ہے یعنی بیگم — اور پھر سال ڈبوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور ریلوے انجن بے چارہ ختم ہونے تک انہیں کھینچتا ہوا لائن پر دوڑتا رہتا ہے۔ اس لئے میں ابھی فی الحال کرسی پر ہوں لائن پر نہیں —“ عمران نے پوری تفصیل سے بات سمجھاتے

ہوئے کہا۔

”اوہ — یار — تم تو بڑے گہرے مذاق کرتے ہو۔ اب مجھے کیا پتہ ریلوے انجن نہ ہونے سے مطلب کنوارہ ہوتا ہے۔ میں تو ٹیلی فون کی لائن کی بات کر رہا تھا۔“ آرنلڈ نے ہنستے ہوئے کہا۔
”اچھا — تم نے فائل ڈھونڈ لی۔ یہاں فون لائن ڈائریکٹ ہونے کی وجہ سے میرا کباڑہ ہو رہا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں — مختصر بتا دیتا ہوں۔ وائلڈ ٹائیگر کا تعلق وائسٹن کارمن سیکرٹ سروس سے ہے۔ اس کا اصل نام جان میکینرو ہے۔ تفصیلی حلیہ معلوم نہیں ہے نہ ہی اس کا فوٹو دستیاب ہو سکا ہے۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ لمبا ترنگا نوجوان ہے۔ چہرہ بھی لمبا ہے۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس کی آنکھوں میں ہر وقت گہری سرخی چھائی رہتی ہے۔ انتہائی خطرناک اور عیار سیکرٹ ایجنٹ ہے۔ اس کے ساتھ زبردست کارنامے منسوب ہیں۔ اس نے اپنا ایک سیکشن بنا رکھا ہے۔ انتہائی اہم مشن اُسے سونپا جاتا ہے اور بس —“ سیکرٹری آرنلڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ — تھینک یو — بس اتنا کافی ہے — گڈ بائی“
عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور کرپٹل پر رکھ دیا۔

”تو یہ جان میکینرو ہی وائلڈ ٹائیگر ہے۔ اور کسی ایسے اہم مشن پر آیا ہے جس کا تعلق براہ راست مجھ سے ہے۔“ عمران نے رسیور رکھ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”آپ کا فوٹو اس کی فائل میں موجود ہونا تو اسی بات پر دلالت کرتا ہے“
بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
پھر اس سے پہلے کہ عمران اس کی بات کا جواب دیتا ٹیلی فون کی
گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔ عمران نے چونک کر ٹیلی فون کو دیکھا اور پھر
رسیور اٹھا لیا۔

”ایک ٹو“ — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
”صفدر بول رہا ہوں جناب“ — دوسری طرف سے صفدر کی
آواز سنائی دی۔

”کیا رپورٹ ہے“ — عمران نے پوچھا۔
”جناب“ — ایب وکلب میں ایک غیر ملکی آیا۔ اس وقت ایب وکلب
کا مالک اور دارالحکومت کا مشہور غنڈہ باربر خود کاؤنٹر پر موجود تھا۔ اس
غیر ملکی نے باربر سے بات چیت کی۔ باربر نے اس کا پاسپورٹ چیک
کیا۔ اس کے بعد وہ دونوں اوپر بنے ہوئے دفتر میں چلے گئے۔
بعد میں باربر نے ایک کوٹھی اور کارمہیا کرنے کے احکامات دیتے اور
پھر اسی کار میں بیٹھ کر وہ دونوں چلے گئے۔ ہوٹل سے اس غیر ملکی
کا سامان بھی باربر کے حکم پر منگوایا گیا ہے۔ اور عمران پر حملہ کرنے والا بھی
باربر کا ہی آدمی تھا لیکن وہ ایک کار ایکسڈنٹ میں مر چکا ہے“
صفدر نے کہا۔

”اس کار کا نمبر ماڈل“ — عمران نے پوچھا۔
”یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ باربر کا کوئی آدمی بھی کسی قیمت پر نہیں بکتا۔
تمام معلومات میں نے ایک ایسے آدمی سے پتہ کی ہیں جو اس وقت

کاؤنٹر پر بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ وہ بس اتنا ہی جانتا تھا“ — صفدر
نے جواب دیا۔

”اُسے عمران پر حملہ کرنے والے کے متعلق کیسے علم ہوا“ — عمران
نے انتہائی سخت لہجے میں پوچھا۔

”اوہ“ — سوری — میرا مطلب ہے کہ وہ میں نے ہوٹل سلور
لینڈ کے ایک ویٹر سے معلومات حاصل کی تھیں“ — صفدر نے
گہرائی ہوئے لہجے میں کہا۔

”اس غیر ملکی کی رہائش گاہ کا علاقہ تو میں نے معلوم کر لیا ہے۔ وہ
گلشن ٹاؤن میں رہ رہا ہے۔ وہاں کوٹھی یقیناً اُسے باربر نے مہیا کی ہوگی۔
لیکن گلشن ٹاؤن بہت بڑا علاقہ ہے۔ وہاں ہمیں اُسے تلاش
کرنا پڑے گا“ — عمران نے کہا۔

”اگر آپ حکم کریں تو میں باربر کے کسی اہم آدمی کو اغوا کر کے دانش
منزل پہنچا دوں تاکہ اس سے معلومات حاصل کی جاسکیں“
صفدر نے کہا۔

”نہیں“ — ابھی میں انہیں ہوشیار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ٹھیک ہے
تم واپس فلیٹ چلے جاؤ۔ فی الحال ہمارے لئے اتنی معلومات کافی
ہیں“ — عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”صفدر کی تجویز تو اچھی تھی“ — بلیک زیرو نے کہا۔
”ہاں“ — لیکن میرا ارادہ بدل گیا ہے۔ وائلڈ ٹائیگر کسی اہم مشن
پر ہی آیا ہوگا۔ اُسے تھوڑا سا ہٹنے جلنے دو تاکہ اس کا مشن سامنے آ
جائے۔ اگر ہم نے اُسے فوری طور پر پکڑ لیا تو ریڈ فاکس اس مشن کے لئے

کسی اور کو بھیج دے گا۔ اور اس بار تو اتفاق سے ڈاکٹر ٹائیگر سامنے آ گیا ہے۔
پھر ہو سکتا ہے ایسا نہ ہو۔ اور وہ ہماری لاعلمی میں ہی وار کرنے میں کامیاب
ہو جائیں۔ — عمران نے جواب دیا۔

”تو پھر آپ کا اس سلسلے میں کیا پروگرام ہوگا؟“ — بلیک زیرو
نے کہا۔

”تم نے تیل دیکھا ہوا ہے؟“ — اچانک عمران نے پوچھا۔

”تیل — کون سا تیل — یہاں تیل کا کیا مقصد؟“

بلیک زیرو نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”کوئی سا بھی تیل — سرسوں کا تیل — تلون کا تیل — مٹی کا
تیل — تارپین کا تیل“ — عمران نے باقاعدہ تیلوں
کی قسمیں گنوائی شروع کر دیں۔

”ہاں ہاں — سب تیل دیکھے ہوئے ہیں؟“ — بلیک زیرو

نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”دھار بھی دیکھی ہوئی ہے۔ اور اب تم پوچھو گے کس کی دھار — تو وہ
میں پہلے ہی بتا دوں — تلوار کی دھار — خنجر کی دھار — چاقو
کی دھار — استرے کی دھار“ — عمران کی زبان
چل پڑی۔

”بس بس — دیکھی ہوئی ہے — مگر“

بلیک زیرو نے ایک بار پھر سنتے ہوئے جواب دیا۔

”لیکن اصل دھار تم نے نہیں دیکھی — ایسا کرو۔ تیل منگا لو اور
پھر تیل بھی دیکھو اور تیل کی دھار بھی؟“ — عمران نے بڑے سنجیدہ

لہجے میں کہا اور بلیک زیرو کا بے اختیار تہقہہ نکل گیا۔

”تو آپ محاورہ بولنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں سمجھ گیا۔“
بلیک زیرو نے کہا۔

”کیا سمجھ گئے؟“ — عمران نے پہلے سے بھی سنجیدہ لہجے
میں کہا۔

”یعنی ابھی حالات دیکھو اور انتظار کرو — یہی مطلب ہے ہوتا
ہے نا اس محاورے کا؟“ — بلیک زیرو نے بھی سنجیدہ
ہوتے ہوئے کہا۔

”میں تیل کی بات کر رہا ہوں تم حالات کی طرف چل نکلے۔ بلیک زیرو
جس بے دردی سے ہمارے ملک میں تیل ضائع ہو رہا ہے۔ اس کے لئے
بہتر ہے کہ تم اپنی زندگی میں تیل بھی دیکھ لو اور اس کی دھار بھی — ورنہ
بعد میں تیل کا نام ہی سنتے رہ جاؤ گے؟“ — عمران نے اُسے باقاعدہ
نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

لیکن اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کوئی جواب دیتا۔ میز پر پڑے ہوئے
ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

”کمال ہے — آج تو ساری دنیا مجھے ہی ٹیلی فون کرنے پر تُل گئی ہے؟“
عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا اور رسیور اٹھا لیا۔
”ایک ٹوٹا — عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”ایکسٹو سپیکنگ آل سوٹ — دوسری طرف سے بھی ایکسٹو کے
لہجے میں ہی آواز سنائی دی اور عمران بُری طرح چونک پڑا۔

”کون بول رہا ہے؟“ — عمران کا لہجہ بے پناہ سخت ہو گیا۔

"ایکٹو — کیا تم بہرے ہو؟" — دوسری طرف سے بھی انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا اور عمران کی آنکھیں حیرت سے پھلتی چلی گئیں۔ کیوں کہ لہجہ بالکل ایکٹو والا ہی تھا۔ ادھر لاؤڈ ریچوں کہ فون کی آواز باقاعدہ نشر ہو رہی تھی اس لئے بیک زیر و کی آنکھیں بھی حیرت سے پھٹی پڑ رہی تھیں۔

"فرمائیے؟" — عمران نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔
"عمران کہاں ہے؟" — اُسے فون پر بلاؤ؟ — دوسری طرف سے بولنے والے ایکٹو نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"کون عمران؟" — عمران کے لہجے میں اب حیرت تھی۔ اس کا ذہن بڑی طرح قلا بازیاں کھا رہا تھا کہ آخر یہ چکر کیا ہے۔
"وہی احمق — مسخرو — اور کون عمران — جس کا باورچی عزت مآب سلیمان پاشا ہے؟" — اس بار لہجہ اور بھی سخت ہو گیا اور عمران کے چہرے پر پھائی ہوئی سنجیدہ کیفیت مسکراہٹ میں تبدیل ہو گئی۔

"ارے — کس باورچی کی بات کر رہے ہو۔ اس پٹیچر سلیمان کی۔ جسے مونگ کی دال بھی پکانی نہیں آتی اور بن جاتا ہے شاہی باورچی؟" — عمران نے اس بار اپنے اصل لہجے میں کہا۔

"یہ سلیمان پاشا کی بے عزتی ہے جناب۔ میں آل پاکیشیا باورچی ایسوسی ایشن میں اس پر پھر پورا احتجاج کروں گا۔" — اس بار دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔
"اے — تمہیں ایک بار ایکٹو کیا بنا دیا اب تم نے ہمیں ہی

لے اس کے لئے انتہائی دل چسپ کتاب پڑھیے "ایکٹو۔ ایکٹو کون"

چکر دینا شروع کر دیا۔" — عمران نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔
"میں تو ریہرسل کر رہا تھا۔ شاید حکومت کسی وقت میری اعلیٰ صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے مجھے ایک ٹو بنا دے۔" — سلیمان نے جواب دیا۔

"منہ دھور کھو — اگر حکومتیں اس طرح صلاحیتوں کا اعتراف کرتیں تو ملک میں دس لاکھ ایکٹو موجود ہوتے۔ یہاں تو تم جیسے اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک باورچی ہی بن سکتے ہیں۔" — عمران نے کہا اور بیک زیر و اس کی بات سن کر بے اختیار ہنس پڑا۔

"اچھا صاحب — کبھی تو موقع آئے گا۔ ہم صابر شاہ آدمی ہیں۔ بہر حال میں نے یہ اطلاع دینے کے لئے فون کیا ہے۔ کہ کچھ اجنبی سے لوگ فلیٹ کی نگرانی کر رہے ہیں۔" — ماحسن ختم ہو گئی تھی میں ماحسن لینے باہر گیا تو میں نے چیک کر لیا۔" — سلیمان نے کہا۔

"اچھا — تو پھر تو واقعی تمہاری صلاحیتوں کی قدر کرنی پڑے گی۔ مقامی ہیں یا غیر ملکی۔ کتنے آدمی ہیں؟" — عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔
"چار تو میں نے دیکھے ہیں — ہو سکتا ہے اور بھی ہوں۔ مقامی غنڈے لگتے ہیں۔ ایک نیلے رنگ کی کار بھی موجود ہے۔" — سلیمان نے جواب دیا۔

"کیا نمبر ہے اس کار کا؟" — عمران نے پوچھا۔
"زیڈ۔ این۔ بی۔ تیرہ تیرہ۔" — سلیمان نے باقاعدہ جاسوسوں کے سے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
"گڈ — بس سمجھ لو کہ تم ایکس پتھری بننے کے قابل ہو گئے ہو۔"

گھنٹی بج پڑتی۔ اور رسیور روم میں موجود آلات اُسے چیک کر لیتے کہ وہ چیز بے ضرر ہے یا ضرر دہاں۔ بھوڑی دیر بعد عمران ہاتھ میں ایک پکیٹ لئے اندر داخل ہوا۔

”مقرب سی سے ٹیپ آئی ہوگی۔“ بلیک زبرد نے ہاتھ میں پکڑا ہوا رسیور رکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ وہی ہے۔“ عمران نے کرسی پر بیٹھ کر سیل شدہ پکیٹ کھولتے ہوئے جواب دیا۔

”وہ کار ایر و کلب کی ملکیت ہے۔ میں نے چیک کر لیا ہے۔“ بلیک زبرد نے جواب دیا۔

”ادہ۔۔۔ تو یہ بات ہے۔ دائلڈ ٹائیگر نے ایر و کلب کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اب یا تو وہ مجھے قتل کرانا چاہتا ہے یا پھر اعوا۔۔۔ دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔“ عمران نے پکیٹ کھولتے کھولتے رک کر کہا۔

”میرے خیال میں اعوا والی صورت زیادہ قرین قیاس ہے۔ کیوں کہ ہوٹل چھوڑ کر کوٹھی میں منتقل ہونے سے تو یہی نظر آتا ہے۔ وہ آپ کو اعوا کر کے آپ سے کوئی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوگا۔“ بلیک زبرد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہارا خیال درست ہے۔ چلو دیکھ لیں گے۔ تم اس ٹیپ کو ٹائپ کر لاؤ۔“ عمران نے کہا۔ اور بلیک زبرد دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

دس منٹ بعد جب وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا جس پر موجود گفتگو ٹائپ شدہ تھی۔ عمران نے کاغذ سامنے رکھا اور اُسے

اب صرف میرے مرنے کا انتظار کرنا پڑے گا۔ کیوں کہ ہمارے ملک میں روایت ہے کہ جو ایک بار کرسی پر بیٹھ جائے وہ پھر جیتے جی تو نہیں جیتا۔“ عمران نے کہا اور دوسری طرف سے جواب سے بغیر اس نے رسیور رکھ دیا۔

”بڑا چکر دیا ہے سلیمان نے۔ میں بھی گھبرا گیا تھا۔“ بلیک زبرد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سچ پوچھو تو اس نے میری ریڈی میڈ کھوپڑی بھی فیل کر دی تھی اگر وہ اپنا نام نہ لیتا تو شاید میں بھی اُسے نہ پہچان پاتا۔“ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

”یہ آپ کے فلیٹ کی نگرانی کرنے والے کون ہو سکتے ہیں۔“ بلیک زبرد نے کہا۔

”کار کا نمبر چیک کر آؤ ابھی معلوم ہو جائے گا۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور بلیک زبرد نے سر ہلاتے ہوئے ٹیلی فون اپنی طرف گھسیٹ لیا اور پھر اس نے سنٹرل ایکسٹرنل کے نمبر گھمانے شروع کر دیے اُسی لمحے کمرے میں ہلکی سی سیٹی کی آواز سنائی دی اور عمران چونک کر اٹھا۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم سے باہر نکلتا چلا گیا۔

کیوں کہ گھنٹی کی آواز کا مطلب تھا کہ رسیور روم میں کوئی میٹرل ڈالا گیا ہے۔ عمران نے دانش منزل میں ایسا سسٹم قائم کیا ہوا تھا کہ اگر کوئی چیز باہر سے منگوانی ہوتی تو لے آنے والے کو اندر آنے کی ضرورت نہ تھی گیت کے قریب ہی ایک چھوٹا سا کمرہ موجود تھا۔ جس کے باہر کی طرف ایک اینٹ کو دبانے سے بڑا سا رخہ بن جاتا تھا اور وہ چیز اس رخنے میں ڈال دی جاتی تھی۔ چیز کے اندر آتے ہی آپریشن روم

پڑھنا شروع کر دیا۔ کوڈ کچھ نامانوس سا تھا۔ عمران سوچتا رہا۔ مختلف کوڈز کا حل استعمال کرتا رہا۔ اور پھر اچانک اُسے کوڈ کا حل مل گیا۔
 ”اسے یہ تو الفا بیٹا کوڈ ہے۔ میں خواہ مخواہ گہرے قسم کے کوڈ کے حل سوچتا رہا۔“ عمران نے کہا اور پھر ایک طرف پڑا ہوا کاغذ اٹھا کر اس نے کوڈ حل کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد تمام گفتگو حل شدہ اس کے سامنے تھی۔ تمام بات چیت میں اصل بات وہی تھی کہ ریڈ فاکس نے ڈائلڈ ٹائیگر کو مطلع کیا تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف کو تمہاری وہاں آمد کی اطلاع مل گئی ہے۔ تمہاری فائل چیک کر لی گئی ہے۔ تم ہوشیار ہو جاؤ۔ جس پر ڈائلڈ ٹائیگر نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔ اور یہ کہا تھا کہ اب وہ پوری طرح محتاط ہو جائے گا۔

عمران نے کاغذ ایک طرف ڈالا اور پھر ٹیلی فون اٹھا کر اس نے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔
 ”جولیا سپیکنگ۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

”ایک ٹوٹ۔“ عمران نے کہا۔

”یس سر۔“ جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 صفدر اور کیپٹن شکیل کو لے کر عمران کے فلیٹ پر پہنچ جاؤ۔ وہاں کچھ لوگ عمران کو اغوا کرنے کے لئے اس کے فلیٹ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ تم نے کوئی مداخلت نہیں کرنی بلکہ صرف نگرانی کرنی ہے۔ اگر ضرورت پڑی تو عمران تمہیں کاشن دے دے گا۔“ عمران نے کہا۔
 ”بہتر سر۔“ ویسے کوئی کیس شروع ہو گیا ہے۔“ جولیا

نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔
 ”ہاں۔“ آثار تو ایسے ہی نظر آتے ہیں۔ ابھی صورت حال واضح نہیں ہے۔ صورت حال کی وضاحت کے لئے ہی میں نے عمران کو اغوا ہونے کا حکم دیا ہے۔“ عمران نے بطور ایکسٹوجواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”ٹھیک ہے سر۔“ جولیا نے جواب دیا اور عمران نے ”اور کے“ کہہ کر رسیور رکھ دیا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
 ”اب باقی تم سنبھالو۔“ میں ذرا اس ڈائلڈ ٹائیگر کا حدود اور رعبہ معلوم کر لوں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم سے باہر نکلتا چلا گیا۔

www.urdufan7.com

تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر چلا گیا۔

ڈائلنگ ٹائیگر اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا۔ ابھی اس نے چند ہی قدم اٹھائے ہوں گے کہ اچانک اس کی کلائی پر ضربیں لگنی شروع ہو گئیں۔ اور وہ ان ضربوں کا احساس ہوتے ہی بُری طرح چوک پڑا۔ یہ ضربیں کلائی کی گھڑی سے نکلنے والی ایک پن کی وجہ سے تھیں۔ اس نے بُری تیزی سے رسٹ واپس کاؤنڈیشن دیا اور پھر وہ ڈریسنگ روم کی طرف بھاگتا چلا گیا۔ اس کا سامان ڈریسنگ روم میں رکھا ہوا تھا۔ اس نے بیگ کو کھولا اور پھر وحشیانہ انداز میں اس میں موجود کپڑے اور دیگر سامان نکال کر باہر پھینک دیا۔ بیگ کی سطح پر لگے ہوئے ایک کلپ کو اس نے دبایا تو سطح کسی ڈھکن کی طرح ایک طرف سے اٹھتی چلی گئی۔ اب نیچے ایک جدید ترین ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ جس کی رینج بے حد وسیع تھی۔ کلائی میں لگنے والی فزوں کا مقصد یہی تھا کہ اس ٹرانسمیٹر پر اسے کال کیا گیا ہے۔ اس نے تیزی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ ریڈ فاکس کا لنگ ادور۔۔۔ دوسری طرف سے ریڈ فاکس کی آواز مخصوص کوڈ میں ابھری۔

”یس۔۔۔ ڈائلنگ ٹائیگر انڈنگ ادور۔۔۔ جان میکنز نے بھی کوڈ میں ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ڈائلنگ ٹائیگر۔۔۔ مشن کے متعلق کیا رپورٹ ہے ادور۔

ریڈ فاکس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”ابھی کام کا آغاز بھی نہیں ہوا جناب۔۔۔ میں حالات کا جائزہ لے رہا ہوں ادور۔۔۔ جان میکنز نے جواب دیا۔ ویسے وہ ریڈ فاکس کی بات

ہا۔۔۔ جب اطلاع ملی کہ عمران اپنے فلیٹ پر موجود نہیں ہے تو اس نے اپنے مخصوص آدمیوں کو فلیٹ کی نگرانی کا حکم دیا تاکہ جس وقت بھی عمران وہاں پہنچے اُسے اغوا کر کے کوٹھی پہنچایا جاسکے۔

”مجھے اجازت دیجئے جناب۔۔۔ میں نے کلب میں ایک پارٹنی کو وقت دیا ہوا ہے۔ عمران کے فلیٹ کی نگرانی ہو رہی ہے۔ جیسے ہی عمران وہاں پہنچا اُسے اغوا کر کے یہاں سے لے آیا جائے گا۔۔۔ باربر نے مؤدبانہ لہجے میں ڈائلنگ ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیا تمہارے آدمی عمران کو پہچانتے ہیں؟۔۔۔ جان میکنز نے پوچھا۔

”یس۔۔۔ ایک آدمی ان میں ایسا ہے جو اُسے اچھی طرح پہچانتا ہے۔۔۔ باربر نے جواب دیا اور پھر ڈائلنگ ٹائیگر کے سر ہلاتے ہی وہ

سن کر خاصا حیران ہوا تھا کہ آج ہی وہ یہاں پہنچا ہے اور آج ہی ریڈ فاکس اس سے رپورٹ مانگ رہا ہے۔

”تم حالات کا جائزہ لے رہے ہو اور تمہارا جائزہ پاکیشیا سیکرٹ سروس نے لینا شروع کر دیا ہے۔ تم ان کی نگاہوں میں ہو اور“ — ریڈ فاکس انتہائی طنزیہ اور سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں — یہ کیسے ہو سکتا ہے اور“ جان میکینز کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار ابھر آئے تھے۔

”میں درست کہہ رہا ہوں۔ تمہاری فائل چیک کی گئی ہے۔ جس میں علی عمر کا فوٹو ہے اور اسی بات سے وہ مشکوک ہو گئے ہیں۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف ایک ٹوٹے ابھی مجھے فون پر پوچھا تھا کہ میں جان میکینز کو جانتا ہوں گو میں نے انکار کر دیا۔ لیکن میں نے ان سے اتنا پوچھ لیا ہے جو فائل میں موجود فوٹو سے چونکے ہیں اور“ — ریڈ فاکس نے کہا۔

”اوہ — انتہائی حیرت انگیز — میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ یہ لوگ اس قدر تیز بھی ہو سکتے ہیں اور“ — جان میکینز نے کہا۔

”انتہائی محتاط ہو جاؤ اور جگہیں تیزی سے بدلتے رہو۔ اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے مشن مکمل کرو اور“ — ریڈ فاکس نے سخت لہجے میں کہا۔

”آپ بے فکر ہیں جناب اور“ — جان میکینز نے کہا۔ اور پھر دوسری طرف سے اور اینڈ آل کا لفظ سنتے ہی اس نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اور بیگ کی سطح برابر کرنے کے بعد اس نے سامان واپس بیگ میں ڈالا۔ اور ایک طویل سانس لیتے ہوئے وہ باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ریڈ فاکس کی طرف سے ملنے والی اطلاع نے اُسے بے حد حیران کر دیا تھا وہ تصور بھی نہ

سکتا تھا کہ آتے ساتھ ہی اس طرح وہ نگرانی میں آجائے گا۔ باتھ روم میں داخل ہونے کے بعد اس نے ایک الماری میں سے میک اپ باکس نکالا۔ اور اپنے چہرے پر میک اپ شروع کر دیا۔ اس کے ہاتھ خاصی تیزی سے چل رہے تھے۔ رتھوڑی دیر بعد جب اس کے ہاتھ رکے تو وہ میک اپ تبدیل کر چکا تھا۔ اب وہ ایک نئے چہرے کا مالک تھا۔ اس نے لباس بدلا اور جیب میں ریواور ڈال کر وہ دوبارہ سٹنگ روم میں آ گیا تھا۔ اب اس نے خود حرکت میں آنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ چنانچہ اس نے میز پر بیٹھی ہوئی ڈائریکٹری اٹھائی اور اس میں سے پراپرٹی ڈیلر کے نمبر چیک کرنے شروع کر دیئے۔ ایک پراپرٹی ڈیلر کا نمبر چیک کرنے کے بعد اس نے رسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور جان میکینز نے چونک کر رسیور اٹھالیا۔

”یس“ — جان میکینز نے محتاط لہجے میں کہا۔

”باربر بول رہا ہوں جناب — میں نے اس لئے فون کیا تھا کہ میں نے اپنے آدمیوں سے رپورٹ لے لی ہے۔ ابھی تک وہ عمران دہاں نہیں پہنچا“ — باربر نے کہا۔

”سنو باربر — اپنے آدمیوں کو دہاں سے مٹاؤ فوراً — ہم لوگ سیکرٹ سروس کی نظروں میں آچکے ہیں اور اب ہمیں ٹریپ کیا جائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ تمہارے آدمیوں کی وجہ سے مجھ تک پہنچ سکیں“ — جان نے سخت لہجے میں کہا۔

”اوہ — یہ کیسے ہو سکتا ہے جناب — ابھی تو کام شروع بھی نہیں ہوا اور سیکرٹ سروس کو کیسے پتہ چل گیا“ — باربر نے

حیرت اور گھبراہٹ سے پُرسپجے میں پوچھا۔

"تم ان کاموں کو نہیں جانتے۔ سب کچھ ممکن ہو سکتا ہے۔ سیکرٹ سروس کی ہزاروں آنکھیں ہوتی ہیں۔ اور سنو۔۔۔ میں فوری طور پر یہ کوٹھی بھی چھوڑ رہا ہوں۔ تم ایسا کرو کہ میرے لئے کسی ایسی جگہ کا بند و بست کرو۔ جس کا سوائے تمہارے کسی اور کو علم نہ ہو اور کوئی ایسی کار بھی جس کا تعلق تم سے یا تمہارے کسی آدمی سے نہ ہو۔ اگر کرایہ کی کار مل جائے تو زیادہ بہتر ہے۔" جان نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔۔۔ میں سمجھ گیا۔ آپ نے فکر نہیں میرے پاس ایسی جگہ موجود ہے۔ جہاں کسی کے فرشتے بھی نہیں پہنچ سکتے۔ میں کار بھی بھیج رہا ہوں۔" باربر نے جواب دیا۔

"تم کار میرے پاس مت بھیجو۔ مجھے صرف اس جگہ کا پتہ بتا دو اور کار وہاں بھیج دو۔ میں ٹیکسی میں وہاں پہنچ جاؤں گا۔" جان میکنزو نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔۔۔ نوٹ کر لیں۔ ماڈل ٹاؤن کوٹھی نمبر دو سو بارہ۔ اسے بلاک۔ کوٹھی کا گیٹ کھلا ہوا ہوگا۔ کار معہ چابیوں کے اندر موجود ہو گی۔" باربر نے فوراً ہی کہا۔

"او۔ کے۔ تمہارے پاس کوئی ایسا آدمی ہو جو ہر لحاظ سے میرا ساتھ بھی دے سکے اور کسی صورت تک بھی نہ سکے۔" جان میکنزو نے کچھ دیر سوچنے کے کہا۔

"بالکل ہے جناب۔۔۔ آپ اس معاملے میں قطعی بے فکر رہیں۔ ٹائیکل اور ڈلیسی۔ دو سکے بھائی ہیں۔ انتہائی ذہین۔ لڑکے اور حکم پر جان

دینے والے۔ ان پر آپ آنکھیں بند کر کے اعتماد کر سکتے ہیں۔ اور وہ آپ کے لئے مخلص سا بھتی ثابت ہوں گے۔" باربر نے جواب دیا۔

"اور کے۔۔۔ ان دونوں کو میرے پاس ماڈل ٹاؤن میں بھیج دو۔ یہاں سے میرا سامان بھی وہی لے جائیں گے۔" جان میکنزو نے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔۔۔ ایسا ہی ہوگا۔" باربر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اب میرا نام داکر ہوگا۔ کیوں کہ اب میں میک اپ میں رہوں گا۔" جان میکنزو نے کہا۔

"اور کے جناب۔۔۔ باربر نے کہا اور جان میکنزو نے بھی جواب میں اور کے کہہ کر ریور رکھ دیا۔ اب وہ ذہنی طور پر خاصا مطمئن ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے وہاں موجود آدمیوں کے انچارج کو بلایا اور اسے احکامات دینے کے بعد وہ پیدل چلتا ہوا کوٹھی سے باہر نکل آیا۔ مختلف سڑکوں پر پیدل چلنے کے بعد وہ ایک چوک پر پہنچا اور وہاں سے اس نے خالی ٹیکسی پکڑی اور اسے کنگ روڈ پر لے چلنے کے لئے کہا۔

مختوڑی دیر بعد ٹیکسی کنگ روڈ کے پہلے چوک پر پہنچ گئی۔ جان میکنزو نے ٹیکسی دہیں چھوڑی اور پھر پیدل سی عمران کے فلیٹ کی طرف چل پڑا۔ اب اس نے اپنے طور پر مشن کے لئے پلاننگ کر لی تھی۔ اور وہ اس پر عمل کرنے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔

”ایک ہی پرندہ ہے جسے رات کو نظر آتا ہے۔ اب آپ کو بھی نظر آتا ہو تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔“ سلیمان نے بڑے بھرپور انداز میں طنز کرتے ہوئے کہا۔

”جس پرندے کا نام تم لے رہے ہو وہ مونگ کی دال کھاتا ہے۔ یا پکاتا ہے۔“ عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

”پکاتا تو بہر حال نہیں۔ کھانے کا میں نہیں کہہ سکتا۔“ سلیمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور عمران اس خوب صورت جواب پر بے اختیار منہس پڑا۔

ابھی اس کی ہنسی ختم نہ ہوئی تھی کہ کال بیل کی گھنٹی بج اٹھی۔

”ارے دیکھو۔ کس کی انگلی میں خارش اٹھی ہے؟“ عمران نے منہ بنا تے ہوئے کہا اور سلیمان سر ہلاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد ایک غیر ملکی نوجوان اندر داخل ہوا۔ اور عمران اُسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

”علی عمران آپ ہیں؟“ غیر ملکی نے اندر داخل ہوتے ہی بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔“ خاکسار کو ہی علی عمران کہتے ہیں۔ کیوں۔ کیا آپ کے ملک میں میری نوکری کا بندوبست ہو گیا ہے؟“ عمران نے مصافحے کو بڑھے ہوئے ہاتھ کو بڑی عقیدت سے تھامتے ہوئے کہا۔

”نوکری۔ کیسی نوکری۔“ میرا نام داکر ہے۔ میں ایکرمیا کا شہری ہوں۔ مجھے کہا گیا تھا کہ آپ سے مل لوں۔“ آنے والے

عمران جب فلیٹ پر پہنچا تو اُسے دہاں صرف اپنے ہی ساتھی نے آئے۔ اور کوئی مشکوک آدمی نظر ہی نہ آ رہا تھا۔

”ایکس پتھری صاحب۔ کہیں تم نے دن میں خواب دیکھنے تو شروع نہیں کر دیئے؟“ عمران نے فلیٹ میں داخل ہوتے ہی سلیمان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”دن میں خواب تو وہ دیکھتے ہیں جن کا عشق ناکام ہو گیا ہو۔ مجھے تو رات میں بھی خواب نظر نہیں آتے۔“ سلیمان نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔

”ارے۔ اتنی نظر کمزور ہو گئی ہے تمہاری۔“ کہ رات کو بھی کچھ نظر نہیں آتا۔“ عمران نے حیرت سے منہ پھاڑتے ہوئے

کہا۔

غیر ملکی نے بڑے سنجیدہ اور باوقار لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مل لیں۔ مجھے کیا اعتراض ہے۔ جب اتنی دور سے کوئی آدمی آئے تو پھر ملنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“ — عمران نے معصوم سے لہجے میں کہا۔

”مجھے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ آپ بڑے خطرناک آدمی ہیں۔ لیکن آپ کا چہرہ تو کہہ رہا ہے کہ آپ انتہائی معصوم نوجوان ہیں۔“ — غیر ملکی نے سامنے والی کرسی پر اطمینان سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی۔ بہر حال فرمائیے۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ کھانے پینے کی کوئی چیز پیش نہ کر سکوں گا۔ کیوں کہ میرا بادبچی آج کل ہسپتال پر ہے۔ بس خود اپنے لئے پکاتا ہے اور خود ہی کھا جاتا ہے۔“ — عمران نے جواب دیا۔ اور غیر ملکی بے اختیار ہنس پڑا۔

”مجھے ڈاکٹر داور سے ملنا ہے۔“ — غیر ملکی نے بڑے مطمئن سے لہجے میں کہا۔

”ڈاکٹر داور۔۔۔ یہ کون صاحب ہیں۔“ — عمران نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

”آپ انہیں نہیں جانتے۔ کمال ہے۔ آپ کے ملک کے معروف سائنسدان ہیں۔ سینے۔ میرا تعلق ایکرمیما کی دفاعی لیبارٹری ”زیکو“ سے ہے۔ زیکو کے سربراہ سر مہیڈ لے نے ایک سائنسی تجربے کے سلسلے میں ڈاکٹر داور سے ملنا ہے۔ ایکرمیما کے پاکیشیا فی سفارت خانے سے جب ان کا پتہ پوچھا گیا تو انہوں نے معذرت کر لی اور کہا کہ وہ حکومت کی کسی خفیہ لیبارٹری میں کام کر رہے ہیں۔ اس

لئے ان کا پتہ کسی کو نہیں معلوم۔۔۔ البتہ انہوں نے آپ کو ریفر کیا۔ کہ پاکیشیا میں آپ ہی ایک ایسے شخص ہیں جو ڈاکٹر داور کا پتہ جانتے ہیں۔ اس پر سر مہیڈ لے نے مجھے خصوصی طور پر یہاں بھیجا ہے۔ اب آپ مجھے ڈاکٹر داور سے ملوا دیجیے۔ یا اگر ان سے ملنا ناممکن ہے تو ان سے فون پر بات کرنا دیجیے اور اگر فون پر بھی بات نہیں ہو سکتی تو آپ ان کا فون نمبر دے دیجیے۔ تاکہ میں یہ فون نمبر سر مہیڈ لے کو پہنچا دوں۔ وہ پھر خود ہی بات کر لیں گے۔“ — واکر نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”آپ کی طرف سے سر مہیڈ لے کی طرف سے کوئی اتھارٹی لیٹر ہے۔“ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔ کیوں کہ سر مہیڈ لے کو وہ اپنی طرح جانتا تھا۔

”جی ہاں ہے۔“ — میری رہائش گاہ پر موجود ہے۔“ — واکر نے جواب دیا۔

”آپ نے رہائش گاہ کا لفظ لیا ہے۔ اس کا مطلب ہے آپ ہوٹل کی بجائے کسی پرائیوٹ جگہ پر رہ رہے ہیں۔“ — عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔ میں ہوٹل میں رہنے سے گھبراتا ہوں۔ ماڈل ٹاؤن میں میرا ایک دوست رہتا ہے۔ میں اس کے پاس رہ رہا ہوں۔ اگر آپ ضرور اتھارٹی لیٹر دیکھنا چاہتے ہیں تو میں جا کر لے آتا ہوں۔“

واکر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور عمران کا شک تو ماڈل ٹاؤن کا نام سنتے ہی دور ہو گیا۔ کیوں کہ ظاہر ہے جان میکنزویا وائلڈ ٹائیگر تو ٹاؤن میں موجود تھا۔ جب کہ یہ اس سے بالکل مخالف سمت

سی رقم خرچ اچھائے گی۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

”اوہ۔۔۔۔۔ اگر ایسی بات ہے تو آپ میری رہائش گاہ پر چلیں
وہاں سے فون کر لیں۔۔۔۔۔ بلکہ یہ زیادہ بہتر رہے گا۔ آپ براہ راست
انہیں بھی فون نمبر بتا سکتے ہیں۔ میں اٹھ کر باہر چلا جاؤں گا۔ کیوں کہ
بہر حال خفیہ لیبارٹری میں ڈاکٹر داوڑ کام کرتے ہیں۔۔۔۔۔“ داکر
نے کہا۔

”ارے ہاں۔۔۔۔۔ یہ ٹھیک رہے گا۔ آپ کا باورچی تو ہڑتال پر نہیں
ہے۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”ارے نہیں۔۔۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں۔“ داکر نے بے اختیار
منہ سے ہونے کہا۔

”شکرم ہے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ بڑا مسبب الاسباب ہے۔ میں نے
دو روز سے کھانا تو ایک طرف چائے تک نہیں پی۔۔۔۔۔ عمران
نے کرسی سے اٹھتے ہوئے بڑے محصور سے لہجے میں کہا۔ اور داکر ایک
بار پھر قہقہہ مار کر منہس پڑا۔

”آپ کے پاس کار تو یقیناً ہوگی۔“ عمران نے فلیٹ کے
دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
”نہیں۔۔۔۔۔ میں ٹیکسی پر آیا ہوں۔“ داکر نے
جواب دیا۔

”مارے گئے۔۔۔۔۔ پھر تو سپرول کی رقم ہی اتنی بن جائے گی کہ میں
مہاں سے فون ایکرم میا کر سکتا ہوں۔“ عمران نے بڑا سامنے
پٹانے ہوئے کہا۔

میں موجود ماڈل ٹاؤن کا نام لے رہا تھا۔ اور پھر ظاہر ہے ایک سیکرٹ سروس
کے رکن کو ڈاکٹر داوڑ کے ٹیلی فون نمبر سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو سکتا تھا۔
”ارے ارے۔۔۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔ آپ تشریف رکھیں
عمران نے اس بار بڑے پُر خلوص لہجے میں کہا اور داکر خاموشی سے
بیٹھ گیا۔

”آپ نے خواہ مخواہ پاکیشیا آنے کی تکلیف کی۔ سر ہیڈ لے مجھے
اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ مجھ سے فون پر بھی بات کر سکتے تھے۔“
عمران نے کہا۔

”میں جانتا ہوں۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا۔ لیکن مسئلہ ان کی اپنی
بین الاقوامی عزت کا تھا۔ یہ مشورہ وہ نجی طور پر لینا چاہتے ہیں۔ انہوں
نے پاکیشیا کی سفارت خانہ کے سائنسی اتاشی سے بھی نجی طور پر بات
کی تھی۔۔۔۔۔ میں نے بھی ان سے یہی بات کہی تھی کہ وہ آپ کو براہ راست
فون کر لیں۔ لیکن انہوں نے فرمایا کہ دفاعی لیبارٹری ہونے کی وجہ سے
ان کی کالز ٹیپ ہوتی ہیں اور وہ فون پر بات کر کے اپنا بھرم یاد دہرائیں
لفظوں میں سائنسی عزت سمجھ لیں غراب نہیں کرنا چاہتے۔۔۔۔۔ اس لئے
انہوں نے مجھے کہا اور میں بھی ایک نجی ٹور پر یہاں آیا ہوں۔ ویسے آپ
کو مزید شک ہو تو آپ سر ہیڈ لے سے براہ راست بات کر لیں
لیکن ڈاکٹر داوڑ یا فارمولے کے سلسلے میں کوئی بات نہ کریں۔ میرے
متعلق بے شک پوچھ لیں۔“ داکر نے جواب دیتے ہوئے
کہا۔

”میں تو غریب آدمی ہوں جناب۔۔۔۔۔ ایکرم میا کال کرنے پر بہت

”یہاں اتنا مہنگا پٹرول ہے۔ حیرت ہے۔ بہر حال آپ چلیں ٹیکسی کا کرایہ میں ادا کر دوں گا۔“ — — — — — ڈاکر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔۔۔۔۔ دیر سی گڈ۔۔۔۔۔ اس دور میں بھی حاکم طائی پیدا ہو ہی رہے ہیں۔“ — — — — — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ ڈاکر سمیت سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آگیا۔ فلیٹ کے باہر کھڑے ابھی چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ ایک خالی ٹیکسی انہیں مل گئی۔ اور ڈاکر نے اُسے ماڈل ٹاؤن چلنے کے لئے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔

”آپ بھی زیگو میں کام کرتے ہیں؟“ — — — — — عمران نے ڈاکر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جی ہاں۔۔۔۔۔ میں سر ہیڈ لے کا پیشل اسسٹنٹ ہوں۔“ — — — — — ڈاکر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”گڈ۔۔۔۔۔ پھر تو آپ بھی سائنسدان ہوئے؟“ — — — — — عمران نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔۔۔۔۔ میں نے طبیعیات میں آرکونی کیا ہے۔ سپیشلائزم میں خاص موضوع ہے۔“ — — — — — ڈاکر نے کہا اور عمران نے سر ہلادیا۔

”آرکومی میں تو مسٹر بنجمن نے بڑی شہرت حاصل کی ہے۔“ — — — — — عمران نے کہا۔

”جی ہاں۔۔۔۔۔ ڈاکر نے مختصر سا جواب دیا اور کھڑکی سے باہر دیکھ لگا۔ اور عمران کی پیشانی پر ایک لمحے کے لئے چند لکیریں ابھریں اور پھر غائب ہو گئیں۔

تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ماڈل ٹاؤن کے پہلے چوک پر پہنچ گئی۔

”کہاں جانا ہے صاحب۔“ — — — — — ٹیکسی ڈرائیور نے مڑ کر پوچھا۔

”اے بلاک کوٹھی نمبر دو سو بارہ۔“ — — — — — ڈاکر نے جواب دیا۔ اور

ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ اور پھر ایک چھوٹی سی نو تعمیر شدہ

کوٹھی کے پھاٹک پر پہنچ کر اس نے گاڑی روک دی۔ گیٹ پر دو سو

بارہ اے کا ہندسہ چمک رہا تھا۔ ڈاکر نیچے اترا تو عمران بھی اترا آیا۔ ڈاکر

نے میٹر دیکھ کر جیب سے ایک نوٹ نکال کر ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

اور ڈرائیور نے جیب سے پیسہ نکال کر واپس دیا جسے ڈاکر نے لے کر

جیب میں ڈال لیا۔ اور پھر وہ گیٹ پر لگے ہوئے آڈیو فون کسم کسم کے

بیل بٹن کی طرف بڑھا اس نے بیل بٹن دبا دیا۔

”کون ہے؟“ — — — — — بیل بٹن کے ساتھ لگے ہوئے سپیکر سے ایک

کریخت آواز ابھری۔

”ڈاکر؟“ — — — — — ڈاکر نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

”اور کے سر۔“ — — — — — فوراً ہی دوسری طرف سے بولنے والے کا

لہجہ مڑو بانہ ہو گیا اور پھر پچاٹک میکانیکی انداز سے خود بخود کھلتا چلا گیا۔

”آئیے جناب۔“ — — — — — ڈاکر نے کہا اور عمران خاموشی سے سر ہلاتا ہوا

اندر داخل ہو گیا۔ پورچ میں سرخ رنگ کی ایک کار موجود تھی۔ اور کار کے

ساتھ ہی دو بے تڑنگے افراد نیلے رنگ کی یونیفارم میں ملبوس کھڑے تھے۔ ان

دونوں کے چہروں پر سے عیاری اور نباشت صاف جھلک رہی تھی۔ دونوں

ہی مقامی تھے۔

”میرا کمرہ کھلا ہوا ہے نا۔“ — — — — — ڈاکر نے ان کے قریب پہنچتے ہی کہا۔

بچے میں کہا۔

یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی کہ آخر ڈسٹرکٹ کارمن سیکرٹ سروس کو یکا یک سرور اور سے کیوں دل چسپی ہو گئی ہے؟ — عمران نے بھی سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور اس کی بات کا داکر پر بڑا شدید رد عمل ہوا وہ ایک سخت چونک پڑا۔

”ڈسٹرکٹ کارمن سیکرٹ سروس — کیا مطلب؟“

داکر نے اپنے آپ کو فوری طور پر سنبھالتے ہوئے پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں البتہ اب تک حیرت کے تاثرات موجود تھے۔

”مسٹر جان میکینڈوف وائلڈ ٹائیگر صاحب — ابھی آپ فن

میک اپ میں طفل مکتب ہیں۔ آپ نے اپنے طور پر میک اپ بہت اچھا کر رکھا ہے۔ لیکن شاید آپ بھول گئے کہ آپ کی آنکھوں میں موجود سرخی

میک اپ کا بھانڈا پھوڑ دیتی ہے۔“ — عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ — تم مجھے پہچان گئے؟“ — داکر نے اچھلتے ہوئے کہا۔

اور دوسرے لمحے اس نے بڑی پھرتی سے ریوا لور نکال لیا۔ اس کے ریوا لور نکالتے ہی نیلی وردیوں میں ملبوس دونوں افراد کے ہاتھوں میں بھی ریوا لور نظر آنے لگے۔

”اب بھٹوری پہچانا ہوں جب تم میرے فلیٹ میں داخل ہوئے تھے۔

اُسی وقت پہچان گیا تھا۔“ — چوں کہ مجھے معلوم تھا کہ تمہیں مجھے اغوا

کر کے لے جانے میں خاصی تکلیف ہوگی اس لئے میں خود چلا آیا۔“

عمران نے اُسی طرح مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور جان میکینڈو

”جی ہاں — آئیے — ان میں سے ایک نے مسکرتے ہوئے جواب دیا۔ اور پھر وہ تیزی سے مڑ کر ان دونوں کے آگے آگے چلنے لگا جب کہ دوسرا آدمی پیچھے تھا۔

چند لمحوں بعد وہ ایک بڑے سے کمرے میں پہنچ گئے۔ یہ سٹنگ روم لگتا تھا۔

”تشریف رکھئے جناب علی عمران صاحب؟“ — داکر نے

عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”سوری — آپ مجھے کم از کم پہلے بتاتے میں ساتھ ہی لے آتا۔

اب پھر مجھے جانا پڑے گا۔“ — عمران نے برا سامنے بناتے ہوئے

کہا۔

”کیا مطلب؟“ — داکر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”آپ تشریف کی بات کر رہے ہیں نا۔ وہ میرے پاس ہو تو میں

اُسے رکھوں۔“ — عمران نے معصوم سے لہجے میں کہا اور داکر بے

منہس پڑا۔

نیلی وردیوں میں ملبوس دونوں افراد بھی عمران کی بات سن کر

مسکرا دیئے۔

”میرا مطلب تھا بیٹھ جائیے“ — داکر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اوہ — اچھا اچھا — لیجئے بیٹھ گیا۔“ — عمران نے ایک

پر اطمینان سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

”اب کیا پروگرام ہے؟“ — کیا آپ سرور کا پتہ بتا رہے ہیں

سر میڈلے کو فون کریں گے؟“ — داکر نے اس بار قد بے

کے چہرے پر ایک بار پھر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ شاید ایسی سچویشن میں عمران کے اطمینان پر حیران تھا۔
 ”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں تمہیں اغوا کرنا چاہتا ہوں؟“
 جان میکنز نے پوچھا۔

”تمہارے مقامی دوست میرے فلیٹ کی نگرانی کر رہے تھے۔ پہلے شاید تم نے میرے اغوا کے لئے ان کی خدمات حاصل کی تھیں۔ پھر شاید تم نے خود ہی ہیرو بننے کا فیصلہ کر لیا۔“ پھر سر مہیڈے کی بات اور ڈاکٹر داؤد کا مسئلہ میں سمجھ گیا۔ کہ تم یہ سب اس مقصد کے لئے بہانہ تراش رہے ہو۔ اور یہ بات بھی میں جانتا ہوں کہ تم نے صرف سر مہیڈے اور آرکومی کے نام ہی سنے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ سر مہیڈے کو ایک سال ہو چکا ہے فوت ہوئے اور آرکومی طبیعات کا مضمون نہیں بلکہ کیمیا کا ہے۔ اور ”سنو گے“ عمران نے باقاعدہ دلائل دینے شروع کر دیئے۔
 ”حیرت انگیز۔“ تم واقعی خطرناک حد تک ذہین آدمی ہو۔“
 جان میکنز نے کہا۔

”اور یہ بھی بتا دوں کہ تم اس کوٹھی میں پہلی بار آئے ہو۔ اور شاید اس کوٹھی کا بند و بست ایر و کلب کے باربر نے کیا ہو گا۔ اس سے پہلے تم گلشن ٹاؤن میں مقیم تھے۔ یہ دونوں افراد بھی باربر کی طرف سے ہی تمہاری خدمت کے لئے بھیجے گئے ہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”کیا تم انہیں جانتے ہو؟“ جان میکنز نے کہا۔
 ”نہیں۔“ البتہ ان کی کلائیوں پر ایر و کا مخصوص نشان موجود ہے۔

عمران نے یوں جواب دیا جیسے وہ شر لاک ہو مگر کا بھی استاد رہا ہو۔
 ”اوہ۔۔۔ تم واقعی ذہین آدمی ہو۔ اور ضرورت سے زیادہ جانتے ہو۔ بہر حال اب مزید تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اپنی شر لاک کٹنے سے بچا لو تو مجھے ڈاکٹر سر داؤد کا پتہ بتا دو۔ تم یقین رکھو کہ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔“ جان میکنز نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔
 ”کیا واقعی تم سر داؤد کا پتہ معلوم کرنا چاہتے ہو اور بس؟“ عمران نے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ صرف اتنی سی بات ہے۔ اور یہ بھی سن لو کہ میرا نام ڈاکٹر ٹائیگر ہے۔ میں پتھروں کو بھی بولنے پر مجبور کر دیتا ہوں۔“ جان میکنز نے سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”دیر ہی گزے۔“ یہ پتھر کون سی زبان بولتے ہیں۔ میرے خیال میں کوئی پتھر ملی زبان ہوگی۔“ عمران نے مضحکہ اڑاتے ہوئے جواب دیا۔

”دیکھو عمران۔“ میں تمہاری ذہانت کا قدر دان ہو گیا ہوں۔ اس لئے میں تمہیں اتنا موقع بھی دے رہا ہوں۔ ورنہ میں زبان سے زیادہ ہاتھ چلانے کا قائل ہوں۔“ جان میکنز نے غراتے ہوئے کہا۔
 ”کمال ہے۔“ سائیکل چلانا۔ کار چلانا تو سنا تھا۔ اب یہ ہاتھ بھی چلنے لگ گئے ہیں۔ خوب اچھی ایجاد ہے ویسٹرن کارمن کی۔“ عمران کا لہجہ بدستور مضحکہ اڑانے والا تھا۔

”تو تم اپنے آپ نہیں بتاؤ گے۔“ جان غراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اس کے چہرے پر یک لخت کمرختگی کے بے پناہ آثار ابھر آئے تھے۔ آنکھوں

میں پہلی ہوئی سرخی اور گہری ہو گئی تھی۔

”تمہارے کیا نام ہیں دوستو۔ کم از کم تعارف تو ہو ہی جا
عمران اُسے جواب دینے کی بجائے نیلی دردیوں سے مخاطب ہو گیا۔

مگر دوسرے لمحے اس نے تیزی سے قلابازی کھائی اور اچھل کر کمرے
پشت پر پہنچ گیا۔ جان میکنزو کو قہقہہ مارنے کی حسرت ہی رہ گئی۔

”ارے ارے۔ اتنی بھی کیا جلدی۔ چائےوائے پلوائے۔

کچھ کھانا بھی ہو جائے۔ تو زیادہ بہتر ہے۔ بتا دوں گا۔“ عمران نے
بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ مگر بات ختم کرتے ہی

وہ تیزی سے اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ اور جان میکنزو کے ریوالور سے
نکلنے والی گولی اس کے پہلو کے قریب سے ہوتی گزر گئی۔ اس کے

تو عمران کو مسلسل ناچنا پڑ گیا۔ کیوں کہ جان میکنزو پر تو شاید دورہ سا پڑ
تھا وہ بجلی کی سی تیزی سے ٹریگر دبائے چلا جا رہا تھا۔ مگر عمران کا جسم اس ق

تیزی سے حرکت میں تھا کہ ایک گولی بھی اُسے نہ چھو سکی۔ اور جب
ریوالور سے گولی کے دھمکے کی بجائے ٹپرچ کی آواز نکلی تو جان میکنزو نے

جھپٹ کر ریوالور ہی عمران پر مار دیا۔ جسے عمران نے یوں کچ کیا جیسے وہ کمرے
مگر آؤنڈ میں کھڑا کچ کرنے کی پمکٹس کر رہا ہو۔

”باس۔ حکم ہو تو میں اسے ڈھیر کر دوں۔“ اُسی لمحے
نیلی دردی والے نے جان میکنزو سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں۔ ٹھہرو۔ یہ وائلڈ ٹائیگر کی توہین ہے کہ وہ اپنا شکار
دوسرے کے حوالے کر دے۔“ جان میکنزو نے چیخ کر کہا۔ اور
لمحے اس نے انتہائی پھرتی سے جیب سے ایک تیز دھار خنجر نکال لیا۔

کی ساخت ہی بتاتی تھی کہ اُسے مخصوص طور پر تیار کیا گیا ہے۔ اور جان میکنزو
کے خنجر کپڑے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ خنجر زنی میں خاص مہارت رکھتا ہے۔
وہ خنجر کو تیزی سے دائیں بائیں ہاتھوں میں منتقل کرتا ہوا قدم بہ قدم عمران
کی طرف بڑھنے لگا۔ جب کہ عمران اُسی طرح اطمینان بھرے انداز
میں کھڑا تھا۔

”سنو جان میکنزو۔ تم سیکرٹ سروس کے رکن ہو عام مجرم
نہیں ہو۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ مجھے اس بات پر مجبور نہ کرو کہ میں تمہارے

ساتھ عام مجرموں جیسا سلوک کروں۔“ اس بار عمران کے لہجے میں
بھی غراہٹ کا عنصر ابھرا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسی سنجیدگی طاری ہو
گئی تھی کہ جان میکنزو کے قدم خود بخود رک گئے۔

”مجھے کس دور کا پتہ بتا دو ورنہ۔“ جان میکنزو نے غراہٹ
آہستہ لہجے میں کہا۔

”تم ان کا پتہ معلوم کر کے کیا کر دگے۔ تمہارا ریڈ فاکس چاہتا تو براہ
راست ایک ٹوکوفون کر کے بھی پتہ معلوم کر سکتا تھا۔ ویسٹرن کارمن کے

ساتھ ہمارے ملک کے بہترین دوستانہ تعلقات موجود ہیں۔ پھر
یہ سب چکر کیوں چلایا گیا ہے۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں

کہا۔
”تم یہ سب باتیں جاننے کے باوجود اتنے اطمینان سے یہاں چلے

آئے۔“ ایک بار پھر جان میکنزو کے لہجے میں حیرت ابھر آئی۔
”جتنی۔“ سنو جان میکنزو۔ میرا نام علی عمران ہے۔ یہ تمہارے مقامی

دائے کی گردن کے گرد اس کے دونوں سپر قینچی کی صورت میں پڑے۔ اور
 عمران نے تیزی سے اپنے جسم کو حرکت دے کر اُسے اپنے ساتھی پر
 اچھال دیا۔ اسی لمحے دھماکے کے ساتھ ساتھ ایک زوردار چیخ بلند
 ہوئی۔ اور جسے عمران نے اس کے ساتھی پر پھینکا تھا۔ وہ چیخا ہوا فریاد
 پر دھم سے گرا۔ دراصل اس کا ساتھی عمران کا نشانہ لے رہا تھا۔ لیکن
 عمران کی پھرتی اور تیزی کی وجہ سے عمران کی بجائے اس کا ساتھی اس پر
 جاگرا۔ اور یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہو گیا کہ وہ فائر نہ روک سکا
 اور دیوار سے نکلنے والی گولی اس کے اپنے ساتھی کے سینے میں گھسٹی
 چلی گئی۔

عمران جان میکنز کے ساتھی کو اچھالتے ہی تیزی سے مڑا۔ اور اس کا
 یہ مڑنا اس کی جان بچا گیا کیوں کہ اس طرح وہ جان میکنز کے چاقو کے وار
 سے بال بال بچ گیا۔ کیوں کہ جان میکنز نے بڑی مہارت سے
 عمران پر چاقو کا وار کر دیا تھا۔ لیکن عمران ایسے داؤ پیچ تو کھیل ہی سمجھتا تھا۔
 چنانچہ چاقو کا وار بچانے کے ساتھ ساتھ عمران نے اپنے جسم کو دائیں
 طرف جھکاتے ہوئے جان میکنز کا چاقو والا ہاتھ پکڑا۔ اور اس کے
 بعد جیسے ہی وہ نیچے کو جھکا۔ جان میکنز ایک زوردار جھٹکے سے اس کے
 سر کے اوپر سے ہوتا ہوا اپنے ساتھی کے عین اوپر جاگرا۔ جو اپنے ہی بھائی
 کے سینے میں گولی اتار کر ششدر رکھ رہا تھا۔ عمران نے جان میکنز
 کو جھٹکا اس انداز میں دیا تھا کہ جان میکنز کا چاقو والا ہاتھ اُسی طرح
 اڑا رہ گیا۔ اور پھر ہلکے جھپکنے میں جیسے ہی جان میکنز اپنے ساتھی پر گرا۔
 اس کا چاقو اپنے ہی ساتھی کے سینے میں گھستا چلا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

چوہے اور تم خود میری مرضی کے بغیر دوسرا سانس بھی نہیں لے سکتے۔
 تم نے اپنی گولیوں کا حشر دیکھ لیا۔ اس کے باوجود میں جب بھی
 چاہوں ایک لمحے میں تم تینوں کو مفلوج کر دوں۔ اور اس کے علاوہ یہ
 کوٹھی سیکرٹ سروس کے گھیرے میں ہے۔ تمہارا کیا خیال تھا کہ تمہارے
 ارادوں کے علم کے باوجود میں احمقوں کی طرح تمہارے ساتھ چل کر آ
 جاؤں گا۔ عمران نے عزاتے ہوئے کہا۔

”سٹاپ۔ تم مجھے ڈاج نہیں دے سکتے میں تمہیں صرف ایک
 منٹ مزید دے سکتا ہوں۔ سردار کا پتہ بتا دو۔“
 جان میکنز نے جواب دیا۔ لیکن اس بار اس کے لہجے میں کھوکھلا پن نمایاں
 تھا۔

”جاسوسی تمہارے بس کا روگ نہیں ہے وائلڈ ٹائیگر صاحب۔ تم
 ایسا کرو اس چاقو سے جا کر مڑیاں ذبح کیا کرو۔“ عمران نے بُرا سا
 منہ بناتے ہوئے کہا۔

”گولی مار دو۔ اسے گولی مار دو۔“ جان میکنز عمران کی
 بات پر اتنا مشتعل ہوا کہ بے اختیار چیخ پڑا۔ اس نے وہاں موجود مقامی
 افراد کو حکم دیا تھا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ دونوں جان میکنز کا حکم
 کو حرکت میں آتے۔ عمران بجلی کی سی تیزی سے اپنی جگہ سے اچھلا
 اور دو سرے لمحے جیسے برق کو نہتی ہے۔ اس طرح ان دونوں افراد پر جا
 اور وہ دونوں چپختے ہوئے اچھلے اور ان میں سے ایک جان میکنز پر
 گرا۔ جب کہ دوسرا مخالف سمت کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ دوسرا
 لمحے عمران کا جسم ایک بار پھر حرکت میں آیا۔ اور اس بار جان میکنز سے ٹکرا

ایک اور انسانی چیخ بلند ہوئی اور جان میکنرو ٹپ کر سیدھا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ خوف کے تاثرات نمایاں گئے تھے۔

”میں ان دونوں کی ہلاکت سے برسی الذمہ ہوں جان میکنرو۔ ایک کو تم نے قتل کیا ہے اور دوسرے کو اس کے اپنے ساتھی نے۔“
عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا اور جان میکنرو خاموش کھڑائیوں میں اور خوف کے طے جلے انداز سے عمران کو دیکھ رہا تھا جیسے وہ کسی ان کی بجائے کسی مافوق الفطرت آدمی کو دیکھ رہا ہو۔ کیوں کہ زیادہ زیادہ چند سیکنڈ میں عمران نے اس کے دونوں ساتھی اپنے ہی ہاتھوں سے ہلاک کر دیئے تھے۔ اور اُسے خود غراش تک نہ آئی تھی۔
”نت۔۔۔ نت۔۔۔ تم انسان نہیں ہو۔“ جان میکنرو منہ سے کافی دیر بعد ٹوٹے ہوئے الفاظ نکلے۔

”ارے۔۔۔ تم تو ڈر گئے اب۔“ اتنا بھی بد صورت نہیں ہوں میں۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”یہ سب کچھ ناممکن ہے۔ میں اپنے آپ کو مارشل آرٹ میں سب سے بڑا ماہر سمجھتا تھا۔ لیکن تمہارے مقابلے میں واقعی میری کوئی حقیقت نہیں ہے۔“ جان میکنرو نے اپنے آپ پر کنٹرول کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ ایسا تھا جیسے الفاظ کے منہ سے خود بخود نکلتے جا رہے ہوں۔

”تو پھر دوستی کر لو جان میکنرو صاحب۔“ عمران مسکرا ہوئے آگے بڑھا اور اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے

کہا۔
اور جان میکنرو نے بالکل مشینی انداز میں آگے بڑھ کر عمران کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ دراصل ذہنی طور پر شکست کھا چکا تھا۔ اس لئے اب اس میں قوت مدافعت نہ رہی تھی۔

”اب اطمینان سے بیٹھو۔ اور مجھے بتاؤ کہ آخر سردار کے پتے کی تمہیں کیوں ضرورت پڑ گئی۔“ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”ہماری قومی لیبارٹری میں ایک جنگی فارمولے پر کام ہو رہا ہے۔ اس فارمولے میں ایک ایسی الجھن آپڑی ہے جسے ہمارے ملک کے سائنسدان حل کرنے سے قاصر ہیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں ایک سائنسدان ایسا ہے جو اس مضمون میں سپیشلسٹ ہے۔ اور وہ ہیں پاکیشیا کے سردار۔ لیکن اب مسئلہ یہ آن پڑا ہے کہ ہم اس فارمولے کو دنیا پر ظاہر نہیں کر سکتے۔ اگر ریڈ فاکس آپ سے براہ راست گفتگو کرتا تو بات پھیل سکتی تھی۔ اس لئے ہم نے سوچا کہ سردار کا پتہ خفیہ طور پر معلوم کیا جائے اور پھر اس الجھن کے لئے سردار کی خدمات حاصل کی جائیں۔ اور انہیں راضی کیا جائے کہ وہ ہمارے سائنسدانوں سے کوڈ ورڈز میں گفتگو کر کے اس مسئلے کو حل کریں۔ اس کے لئے چاہے وہ ہمارے ملک میں معزز مہمان کے طور پر تشریف لے آئیں چاہے ہمارے سائنس دانوں کو یہاں بلا لیں۔ وہ چوں کہ ایک سائنس دان ہیں اس لئے ہمیں یقین تھا کہ وہ اس مسئلے میں ہماری مدد بھی کریں گے اور پیشہ وارانہ آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ اس

فارمولے کو کسی پر ظاہر بھی نہ کر سگے۔ لیکن سرد اور کا پتہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ صرف اتنا پتہ چل سکا کہ پاکیشیا کے علی عمران کو ان کا پتہ معلوم ہے۔ چنانچہ مجھے یہاں بھیجا گیا۔ کہ میں تم سے سرد اور کا پتہ اور فون نمبر معلوم کر کے ان سے براہ راست ملوں یا ٹیلی فون پر مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ علی عمران یعنی تم ایک عام سے آدمی ہو اور کبھی کبھی سیکرٹ سروس کی امداد کر کے اپنی روزی کما رہے ہو۔ جان میکنز نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا۔

”یعنی میں سیکرٹ سروس کا مخبر ہوں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہی سمجھ لو۔“ جان میکنز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اب اس کے اعصاب نارمل ہو چکے تھے۔

”چنانچہ تم اپنے طریقہ کار کے مطابق یہاں آئے۔ مقامی بد معاش کرایہ پر لئے اور مجھے اغوا کر کے یہاں لائے تاکہ مجھ سے پتہ معلوم کر سکو۔“ یہی بات ہے نہ؟“ عمران نے کہا۔

”بالکل یہی بات ہے۔ اور میں اپنے اس طریقہ کار پر اب بُری طرح شرمندہ ہوں۔“ جان میکنز نے ندامت بھرے لہجے میں کہا۔

”اس میں شرمندہ ہونے والی کوئی بات نہیں۔ سیکرٹ ایجنٹ کی ٹریننگ ہی ایسی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے تو میں سیکرٹ ایجنٹ بننے تیار نہیں ہوتا بلکہ مخبری پر گزارا کر رہا ہوں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کیا مطلب۔“ کیا تمہارا تعلق سیکرٹ سروس سے نہیں ہے؟“ جان میکنز نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”ارے نہیں بھائی۔“ میں ایسے چکروں میں نہیں پڑا کرتا۔ میں تو بس روٹی کھاتا ہوں اور میرا باورچی سلیمان اسے پکاتا ہے اور پھر تمہارے جیسے وہاں آکر اسے کھا جاتے ہیں۔“ عمران نے بڑے معصومیت بھرے لہجے میں کہا۔ اور کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”اب ان لاشوں کا کیا ہو گا؟“ جان میکنز نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

”یہ یقیناً ماربر کے آدمی ہوں گے۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔“ اُسی کے آدمی ہیں۔“ جان میکنز نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”تو ٹھیک ہے۔“ خود ہی ان کے کفن و دفن کا خرچہ کھاتا پھرے گا۔ ہمارے پاس رقم فالتو نہیں ہے۔ آدمیرے ساتھ۔ میں تمہیں سرد اور سے ملاتا ہوں۔ تاکہ تمہارا مسئلہ حل ہو۔“ عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جان میکنز سر ہلاتا ہوا اس کے پیچھے چلنے لگا البتہ اس کی آنکھوں میں چمک سی لہرانے لگی تھی۔

جناب نے: — سر داوڑ نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ارے ارے — یہ تو بہت وزنی آداب ہیں۔ اتنا بوجھ تو میرے
 بیٹا نجیف و شرار آدمی اٹھا بھی نہیں سکتا۔ — دوسری طرف سے عمران
 نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور سر داوڑ قہقہہ مار کر ہنس دیتے۔
 ”میں جانتا ہوں تم جتنے نجیف و نزار واقع ہوئے ہو۔ بہر حال آج کیسے
 یاد کر لیا۔ — سر داوڑ نے ہنستے ہوئے کہا۔ سر داوڑ عام طور پر انتہائی
 سنجیدہ قسم کے آدمی تھے۔ اور قہقہہ تو ایک طرف ان کے گھر والوں
 نے ان کے چہرے پر کبھی مسکراہٹ نہ دیکھی تھی۔ لیکن عمران ایک
 ایسی شخصیت تھی جس سے بات کرتے ہوئے وہ بچوں کی طرح کھل کر ہنسنے پر
 مجبور ہو جاتے تھے۔“

”سننا ہے آج کل آپ حکومت سے لمبی تنخواہیں مار رہے ہیں میرا
 فنانسر ملک سے باہر ہے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ آپ کو ہی اپنا فنانسر
 سمجھ لوں۔ — عمران کی آواز سنائی دی اور سر داوڑ ایک بار پھر
 ہنس پڑے۔“

”میں جانتا ہوں تمہارے فنانسر کو — سپرنٹنڈنٹ فیاض کی
 بات کر رہے ہونا۔ — سر داوڑ نے کہا۔“

”بالکل — کیوں کیا اس نے آپ سے شکایت کی تھی۔ پلیز مجھے
 اس کا ادھار واپس کرنے کے لئے نہ کہیے۔ آج کل مجھ پر معاشی میدان
 ڈانگ ہو رہا ہے۔ — عمران نے رو دینے والے لہجے میں جواب
 دیا اور سر داوڑ اس کی بات پر ایک بار پھر ہنس پڑے۔“

”اچھا — نہیں کہتا — بولو کتنی رقم چاہیے؟ — سر داوڑ

سرس داوڑ اپنے دفتر میں بیٹھے کسی اہم فائل کے مطالعے میں
 مصروف تھے کہ میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ انہوں
 نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر ماتھے بڑھا کر رسیور اٹھالیا۔
 ”یس۔ — سر داوڑ نے میکاٹکی انداز میں کہا۔ ان کی

نظریں ابھی تک فائل پر ہی جمی ہوئی تھیں۔
 ”اگر آپ یس کے ساتھ سر بھی لگا دیتے تو کم از کم میں فخر کے ساتھ
 تو کہہ سکتا تھا کہ دنیا کا ایک بڑا سائنسدان مجھے یس کر کہتا ہے۔
 لیکن کیا کیا جلتے لوگ ادب آداب ہی بھول گئے ہیں۔ — دوسرے
 طرف سے ایک چمکتی ہوئی آواز سنائی دی اور سر داوڑ کے سنجیدہ
 چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑتی چلی گئی۔
 ”اوہ — سر عمران بول رہے ہیں۔ خادم کو کیسے یاد دفر

بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ عمران ضرورت کر رہا ہے۔

”بکو اس اور ضرورت کے لئے آپ کی امداد کی ضرورت نہ پڑتی اس کے لئے تو میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ واقعی ایک سائنسی فارمولے میں آپ کی امداد کی ضرورت ہے۔“ عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے جواب دیا۔

”کھل کر بات کرو۔ آخر چکر کیا ہے۔ میرا وقت بے حد قیمتی ہے۔“ سردار نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”اسی لئے تو میں نے قیمت بھی زیادہ لگائی ہے پورے دس لاکھ روپے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”میں فون بند کر رہا ہوں۔“ سردار نے اس بار واقعی جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ارے ارے۔“ میرا کمیشن مارا جائے گا۔ پلیز! عمران نے گھبراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تو پھر ٹھیک طرح بتاؤ۔ کیا چکر ہے۔“ سردار نے کہا۔

”آپ ملاقات کا کوئی وقت دے دیجیے۔ ایک صاحب ویسٹرن کارمن سے آئے ہیں۔ آپ سے بات چیت کرنی ہے۔“ عمران کے لہجے میں اس بار سنجیدگی تھی۔

”کس سلسلے میں۔“ سردار نے پوچھا۔

”کسی سائنسی فارمولے میں آپ کی امداد کی ضرورت ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

نے کہا۔

”جتنا کمیشن بن جائے۔ میں بڑا ایماندار ٹائپ کا کمیشن ایجنٹ ہوں ایک دھیلا بھی کمیشن سے زیادہ نہیں لیتا۔“ عمران نے جواب دیا۔

”کمیشن۔“ میں سمجھا نہیں۔“ سردار نے واقعی حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”جناب۔“ آپ کے لئے میں نے ایک پارٹی ڈھونڈھی ہے امید ہے کافی بڑا سودا ہو جائے گا۔ اور مجھے بھی کچھ اچھا ہی کمیشن ملے گا۔ ویسے اب میں نے کمیشن کے ریٹ بڑھا دیئے ہیں۔ اب پانچ فیصد کمیشن ہوگا۔“ عمران نے جواب دیا۔

”یہ کیا چکر چلا رہے ہو تم۔“ کیسا سودا۔“ کیسا کمیشن۔“ سردار اب پوری طرح سنجیدہ ہو چکے تھے۔

”ارے ارے۔“ اتنا بڑا سودا انہیں ہے جتنی آپ کے لہجے سے سنجیدگی ٹپکنے لگی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ویسٹرن کارمن کے سائنسدانوں کو ایک فارمولے میں آپ کی امداد کی ضرورت پیش آگئی ہے۔ چنانچہ میں نے کمیشن بنانے کے لئے سودا کر لیا۔ پورے دس لاکھ روپے میں سودا ہوا ہے۔ ان کا آدمی میرے پاس پہنچ چکا ہے۔ اب آپ وقت دیں تو آپ سے مل کر سودا فائنل کر دیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”ویسٹرن کارمن کے سائنسدانوں کو میری امداد اور سودا بازاری آخر یہ کیا بکو اس ہے۔“ کیا شرارت کے لئے میں ہی رہ گیا تھا۔ سردار نے مصنوعی طور پر غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ کیوں کہ اس

اتنے لمبے عرصے تک مہمانداری نہیں کر سکتا۔ سلیمان تو مجھے بھی گھر سے نکال دے گا۔ عمران نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ ٹھیک ہے۔“ بولو کہاں ملاقات ٹھیک رہے گی
سردار نے سوچا کہ عمران جب خود اس ملاقات میں دل چسپی لے رہا ہے
ظاہر ہے وہ اب بھیا نہ چھوڑے گا۔

ظاہر ہے وہ اب پیچھے پھرتے ہوئے ہیں۔
 "اگر آپ میرے فلیٹ پر تشریف لے آئیں تو ایک کپ چائے پلا
 سکتا ہوں۔ یقین جانیے بڑی مفلسی کا زمانہ ہے۔" — عمران نے رو
 دینے والے لمحے میں کہا۔

”تم واقعی شیطان ہو۔ اچھا ٹھیک ہے میں پہنچ رہا ہوں۔“

کوٹ پہننے میں مصروف ہو گئے۔ — ویسے ان کے ذہن میں یہی خیال
گمراہ کر رہا تھا کہ کوئی اٹا ہی چکر ہو گا۔ ورنہ عمران کی معرفت سائنسی فائنل
میں امداد کی بات ان کے پلے نہ پڑ رہی تھی۔ لیکن اب بہر حال جانا تو تھا
اس لئے وہ جانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

”سرسد اور جیسے بین الاقوامی شہرت یافتہ سائنسدان سے آپ کی اتنی بے تکلفی کیسے ہو گئی؟“ — جان میکنرو نے حیرت بھرے لہجے میں عمران سے پوچھا۔ ظاہر ہے سر داور سے عمران نے فون پر جس قسم کی گفتگو کی تھی اس کے بعد اس کی حیرت بجا تھی۔ عمران اُسے ماڈل ٹاؤن والی کوٹھی سے اپنے فلیٹ پر لے آیا تھا۔ اور یہاں آکر اس نے اس کے سامنے سر داور سے فون پر گفتگو کی تھی۔

”اسی بے تکلفی کی وجہ سے تو وہ بین الاقوامی شہرت کے سائنسدان بنے ہیں۔ ورنہ کہیں گھاس کھودتے پھرتے۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔
 ”گھاس کھودتے پھرتے۔۔۔۔۔ میں سمجھا نہیں۔۔۔۔۔ جان میکنز کی
 کہیں اور چوڑی ہو گئیں۔

یا۔۔۔ ایک تو تم بات کم سمجھتے ہو۔ سرد اور پہلے بھینسوں کا

کاروبار کرتے تھے۔ اور مجھ سے بے تکلف نہ تھے۔ ایک دن میں نے بڑی ہنسی سے انہیں اتنا بے تکلف کر لیا کہ انہوں نے اپنی ساری بھینسیں مجھے تحفے میں دے دیں۔ اور جب وہ دوبارہ تکلف میں آئے تو بے تکلفی کے فیض پر غور کرتے کرتے سائنسدان بن گئے۔ اب اگر بے تکلفی درمیان میں نہ ہو تو ظاہر ہے کہیں گھاس کھو رہے ہوتے اپنی بھینسوں کے لئے۔

عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور جان میکنزویہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

”تمہاری کتنی بھینسیں ہیں؟“ — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے پوچھا۔ اور جان میکنزویہ ایک بار پھر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

”اب مجھے سمجھ آ گئی ہے کہ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟“ — جان نے منستے ہوئے کہا۔

”ہو گیا ناں نقصان۔“ — جہاں سمجھ آنی چاہیے وہاں نہیں آتی اور نہ ہی آنی چاہیے وہاں آ جاتی ہے۔“ — عمران نے یوں منہ بناتے کہا جیسے اس کا زیر دست کاروباری نقصان ہو گیا ہو۔ اور جان میکنزویہ مستقل ہنستا چلا گیا۔

”اُسی لمحے سلیمان ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ ٹرالی پر چائے اور بکٹ موجود تھے۔

”یہ جناب ہنربائی نس سلیمان پاشا ہیں۔ آل ورلڈ باورچی ایسوسی ایٹس کے انریمری صدر۔“ — عمران نے باقاعدہ سلیمان کا تعارف کر دیا۔

”ہوئے کہا۔“

”انریمری نہیں جناب۔“ — مکمل صدر ہوں۔ اگر آپ کہیں تو اندر

کمرے سے سٹریٹکٹ لاکر دکھاؤں؟“ — سلیمان نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ارے ارے۔“ — مفت دکھا دو گے سٹریٹکٹ۔ ایسا کرو کہیں اس سٹریٹکٹ کی نمائش لگا دو۔ ایک ایک روپیہ ٹکٹ کافی رہے گا۔ کم از کم روپیہ تو کھلی مل جائیگا کرے گی۔“ — عمران نے اُسے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ — سٹریٹکٹ میرا اور روٹی کھائیں آپ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“ — سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے واپس مڑتا چلا گیا۔

”آپ چائے بنائیں۔ میں اسے ذرا منالوں۔ بڑا نخرے باز باورچی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس چائے سے بھی چلا جاؤں؟“ — عمران نے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر چلا گیا۔ دراصل سلیمان اُسے اشارہ کر گیا تھا کہ اندر کمرے میں مخصوص فون پر کال ہے۔

تھوڑی دیر بعد جب عمران واپس آیا تو جان میکنزویہ مطمئن انداز میں بیٹھا چائے پی رہا تھا۔

”اُسی لمحے کال بیل کی آواز سنائی دی۔ اور عمران دروازے کی طرف مڑا چلا گیا۔ اور چند لمحوں بعد وہ ایک بوڑھے مگر انتہائی باوقار شخصیت کے ساتھ واپس آیا۔“ — اور جان میکنزویہ اس بوڑھے اور باوقار شخص سے دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ کونسا ہے اور ہوں گے۔ اس لئے وہ انہیں دیکھتے ہی پالی میز پر رکھ کر بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

”مسٹر جان میکنزویہ عرف وائلڈ ٹائیگر فرام ویسٹرن کارمن سیکرٹ سروس

ہوں۔ میں خود ان سے بات کر لوں گا۔ تم نے تو سنجیدگی اختیار کر لی ہے
 نہیں؟ — سردار نے کمرے سے اٹھتے ہوئے کہا۔
 "میرے لئے بھی چائے بھجوا دیجیے۔ اب سلیمان نے مجھے چائے بنا کر
 نہیں دینی؟ — عمران نے ڈھیٹ بن کر کہا۔
 "آئیے میکینو صاحب — آپ سے بات کر لیں۔"
 سردار نے مسکراتے ہوئے کہا اور جان میکینو حیرت بھرے انداز میں
 عمران کی طرف دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔
 "جلیے جلیے — شوق سے جلیے۔ سردار اور بڑے سخی آدمی ہیں
 ہو سکتا ہے آپ کو رات کا کھانا بھی کھلا دیں؟ — عمران نے سنجیدہ
 لہجے میں جواب دیا اور جان میکینو کندھے جھٹکتا ہوا دروازے کی طرف
 بڑھ گیا۔ وہ شاید اب تک عمران کی فطرت نہ سمجھ سکا تھا۔
 "جب سردار اور جان میکینو ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے
 سیڑھیاں اتر گئے تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔
 "یہ بے چارہ بھی عقل سے پیدل ہے۔ مجھے عقل مند سمجھتا ہے۔"
 عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر اٹھ کر تیزی سے اندرونی کمرے کی
 طرف بھاگتا چلا گیا۔ اندرونی کمرے میں پہنچ کر اس نے ایک الماری کھولی
 اور اس میں سے ایک چھوٹی سی مشین نکال کر باہر میز پر رکھ دی۔ اس
 مشین کے درمیان ایک سکریں نصب تھی — عمران نے بڑی پھرتی
 سے اس کا ایریل کھینچا اور پھر مشین کے مختلف بٹن دبا دیئے۔ بٹن دبتے ہی
 سکریں روشن ہو گئی۔ اور دوسرے لمحے سکریں پر سردار اور جان میکینو
 کی تصویر ابھر آئی۔ وہ دونوں کار میں بیٹھ رہے تھے۔ کار سردار کی تھی۔

اور بے تکلفی کا شکار سردار — عمران نے ان دونوں کا بیک وقت
 ایک دوسرے سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔
 "بے تکلفی کا شکار — کیا مطلب؟ — سردار نے جان میکینو
 سے ہاتھ ملانے کے بعد حیرت بھرے لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔
 "یعنی شکار ہو کر بھی مطلب پوچھ رہے ہیں؟ — عمران نے مسکراتے
 ہوئے کہا۔
 "عمران صاحب کہہ رہے تھے کہ آپ پہلے بھینسوں کا کاروبار کرتے
 تھے۔ عمران صاحب نے آپ کو بے تکلف کر کے آپ سے بھینسیں لے
 لیں اور آپ اس فکر میں ساغسدان بن گئے؟ — جان میکینو نے
 مسکرا کر تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
 "اوہ — تم باز نہیں آؤ گے ایسی باتیں کرنے سے۔ کم از کم مہمانوں
 کا تو خیال کر لیا کرو؟ — سردار نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "مہمان کا خیال کر کے تو میں چپ ہو گیا ورنہ تعداد نہ بتا دیتا ان بھینس
 کی؟ — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور جان میکینو اور
 سردار دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔
 "دیکھو عمران — میرا وقت بے حد قیمتی ہے؟ — سردار نے
 سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔
 "ریٹ بتائیے — میں چیک دے دیتا ہوں؟ — عمران نے
 بھی سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور جان میکینو کے لبوں
 پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔
 "ٹھیک ہے — پھر میں جان میکینو صاحب کو اپنے ہمراہ لے جاؤں گا۔"

کا پیسہ بٹن کے اوپر سے گزرا اور سکریں تاریک ہو گئی۔ وی۔ ٹی۔ آر بٹن
ٹرک کے بھاری پیسے تلے آکر کچلا جا چکا تھا۔ عمران چند لمحے حیرت بھرے
انداز میں تاریک سکریں کو دیکھتا رہا۔ دوسرے لمحے وہ ایک جھٹکے سے
اٹھا اور بے تحاشا بھاگتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جان
میکنزو کی اس حرکت نے اُسے بتا دیا تھا کہ وہ جان میکنزو کو جتنا سادہ
روح اور احمق سمجھ رہا تھا اتنا وہ احمق نہ تھا۔ اور عمران جانتا تھا کہ اب
سردار کے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا۔ اور عمران بے تحاشا انداز میں سیڑھیاں
اڑتے ہوئے یہی سوچ رہا تھا کہ اگر سردار کو کچھ ہو گیا تو وہ اپنے آپ کو
زندگی بھر معاف نہ کر سکے گا۔

www.urdubooks.com

دراصل عمران نے انتہائی عیاری سے وی۔ ٹی۔ آر بٹن جان میکنزو کے
کوٹ کی اوپر والی چھوٹی جیب میں کھسکا دیا تھا۔ کیوں کہ اُسے معلوم
تھا کہ اس جیب میں کوئی ہاتھ نہیں ڈالتا۔ وی۔ ٹی۔ آر بٹن سے نفرت آنے
والی مخصوص شعاعیں نکل کر ماحول میں پھیل جاتی تھیں۔ اور اُسے رسیوں تک
سیٹ پر باقاعدہ چیک کیا جاسکتا تھا۔ مشین پر موجود سکریں نہ
صرف ماحول کو دکھاتی تھیں بلکہ سو گز کے دائرے میں پیدا ہونے والی
آوازیں بھی کیج کر لیتی تھیں۔ اس طرح عمران کمرے میں بیٹھے بیٹھے جان میکنزو
اور سردار کے درمیان ہونے والی گفتگو سن سکتا تھا۔ بلکہ انہیں دیکھ
بھی سکتا تھا۔ اور جو کہانی جان میکنزو نے اُسے سنائی تھی۔ اس کے ایک
لفظ پر بھی عمران کو یقین نہ آیا تھا۔ اس لئے وہ اصل بات جاننا چاہتا تھا اس
لئے اس نے ان دونوں کو روکنے کی کوشش نہ کی تھی۔ سلیمان کے
اشارے پر جب وہ پہلے اندر گیا تھا تو اس وقت بلیک زیرو کی کال تھی۔
وہ نگرانی کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔ عمران نے اسے کہہ دیا کہ اب چوں کہ
صورت حال بدل چکی ہے اس لئے نگرانی جہٹائی جائے۔

اب وہ اطمینان سے بیٹھا سردار اور جان میکنزو کی گفتگو سن رہا تھا۔
سردار کی کار تیزی سے سڑک پر بھاگتی چلی جا رہی تھی کہ اچانک عمران چونک
پڑا۔ اس نے جان میکنزو کو کوٹ کی اوپر والی چھوٹی جیب میں ہاتھ ڈالنے
دیکھا۔ جان میکنزو کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔
دوسرے لمحے جان میکنزو کا ہاتھ جیب سے باہر آیا اور پھر عمران نے بٹن کو
کار کی کھڑی سے باہر فضا میں اڑتے دیکھا۔ سکریں پر جھماکے سے ہوئے
اور اب کار کی بجائے وہاں سڑک نظر آ رہی تھی اسی لمحے ایک بھاری ٹرک

پراپنے ذہن میں ایک نئی پلاننگ بنائی۔ اس دوران ایک بار جب عمران اس کے قریب سے گزرتے ہوئے ٹیلی فون کی تار سے الجھنے کی بنا پر لڑکھڑایا۔ اور اس نے سنبھلنے کے لئے جان میکنز کا سہارا لیا تو جان میکنز نے اپنی کوٹ کی جیب میں اس کی برقی رفتار انگلیوں کو گھستے چپک کر لیا۔ چنانچہ وہ ہوشیار ہو گیا۔ اور پھر جب عمران چائے آنے پر اپنے باورچی کو منانے کے لئے اندر گیا تو اس نے جیب میں انگلیاں ڈال کر چکنگ کی اور پھر جیب میں موجود دی۔ ٹی۔ آر۔ بٹن کو دیکھ کر دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ وہ دی۔ ٹی۔ آر۔ بٹن کی کارکردگی کو اچھی طرح جانتا تھا۔ لیکن اس نے بٹن جیب سے نہ نکالا۔ بلکہ اس نے اپنے بوٹ کی ٹوکو قالین پر مخصوص انداز میں مارا۔ تو ایڈری کا پھپھلا ہوا کھل گیا۔ اور اس میں سے ایک پتلی سی پی باہر کونکل آئی۔ پی کی کو ایڈری سے نکال کر اس نے انتہائی پھرتی سے ٹیلی فون اٹھا کر اس کے نیچے چپکا دیا۔ پی کی کارنگ سیاہ تھا اس لئے وہ ٹیلی فون کے نچلے حصے سے چپک کر بالکل اس کا حصہ بن گئی۔ اور جب تک بغور چپک نہ کیا جائے۔ اس وقت تک اس کی موجودگی کا احساس نہ ہوتا تھا۔ پی کی چکانے کے بعد اس نے پیالی اٹھائی اداطمینان سے چائے پینے میں مصروف ہو گیا۔ اور پھر جب سردا ورنے جان میکنز کو علیحدہ باہر لے جانے کی آخر کی اور عمران نے بجائے انہیں روکنے کے ان کی مصلہ افزائی کی تو جان میکنز عمران کا داؤ سمجھ گیا۔ اُسے یقین آ گیا کہ عمران ان دونوں کو علیحدہ بات چیت کا موقع دے کر دی۔ ٹی۔ آر۔ انہیں چپک کر ناپا چاہتا تھا۔ اس کا صاف مطلب تھا کہ عمران جان میکنز

جان میکنز ماڈل ٹاؤن کی کوٹھی میں عمران سے ذہنی طور پر شکست کھانے کے بعد کچھ دیر تک تو نہ سنبھل سکا۔ لیکن پھر عمران کے دوستانہ رویے نے اُسے اپنے آپ پر قابو پا لینے میں مدد دی۔ چنانچہ اس نے حالات کو دیکھتے ہوئے فوری طور پر اپنا رخ بدل دیا اور عمران ایک نئی کہانی سنادی۔ اب وہ عمران سے دوستی پیدا کر کے سردا ورنے کا پتہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ خاموشی سے اس کے سامنے اس کے فلیٹ پر آ گیا۔ یہاں جب عمران نے سردا ورنے کو فون کیا۔ باوجود کوشش کے وہ سردا ورنے کا فون نمبر چپک نہ کر سکا۔ کہ عمران نے کچھ اس قدر پھرتی اور تیزی سے نمبر ملایا تھا کہ اس نے ذہن عمران کی انگلیوں کی رفتار کا ساتھ نہ دے سکا۔ لیکن جب اُسے معلوم ہوا کہ سردا ورنے اس فلیٹ پر آ رہے ہیں تو اس نے فوری

کی بات سے پوری طرح مطمئن نہ ہو رہا تھا لیکن سرداؤر کے اس فیصلے سے جان میکینز کو اپنی منزل نزدیک آتی دکھائی دینے لگی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ فوری طور پر سرداؤر کے ساتھ باہر جانے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ فلیٹ سے باہر آکر جان میکینز سرداؤر کی کار میں بیٹھ گیا۔ سرداؤر خود ڈرائیونگ سیٹ پر تھے۔

”آپ کو میری آخر کیا ضرورت پڑ گئی۔ اور پھر مجھ سے ملنے کے لئے سیکرٹ سروس کے رکن کو بھیجنے کی بات کچھ میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔“ سرداؤر نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

”در اصل آپ کا پتہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ اور پھر ہمارا ملک اس فارمولے کو کسی پر ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ علی عمران صاحب کو آپ کا پتہ معلوم ہے۔ اس لئے میں یہاں آیا تاکہ عمران صاحب کی معرفت آپ سے بات چیت ہو سکے۔“ جان میکینز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”آپ مجھے اس فارمولے کی سائنسی نوعیت سمجھا سکیں گے۔“ سرداؤر نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”جی ہاں۔۔۔ میرے پاس کاغذات موجود ہیں جن میں تمام ضروری تفصیل درج ہیں۔“ جان میکینز نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
”اوہ۔۔۔ تب ٹھیک ہے۔“ سرداؤر نے مطمئن انداز میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”اب آپ کہاں چل رہے ہیں۔“ جان میکینز نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔ اس نے اب تک اچھی طرح اندازہ کر لیا تھا کہ

ان کا تعاقب نہیں ہو رہا۔ مگر اسے تعاقب نہ ہونے کا خیال تو تھا کیوں کہ جب عمران وی۔ ٹی۔ آر سیونگ سنٹر پر انہیں چیک کر رہا تھا تب تعاقب کی ضرورت تو نہ تھی۔ لیکن اس کے باوجود اس نے احتیاط ضروری سمجھی۔

”کہاں چلا جائے جہاں اطمینان سے بات چیت ہو سکے۔“ سرداؤر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”آپ مناسب سمجھ سکتے ہیں۔“ جان میکینز نے کہا اور پھر اس نے کوٹ کی اوپر والی جیب میں انگلیاں داخل کیں۔ جیب میں موجود وی۔ ٹی۔ آر بیٹن اس نے انگلیوں میں پکڑا۔ اور دوسرے لمحے اس نے بیٹن باہر مٹرک پر اچھال دیا۔ کار تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ جان میکینز اب اپنے منصوبے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا کیوں کہ اُسے معلوم تھا کہ وی۔ ٹی۔ آر سیونگ پر عمران اس کی حرکت چیک کرتے ہی فوراً حرکت میں آجائے گا۔ اور اس کے آدمی جال کی طرح چاروں طرف پھیل جائیں گے۔ اُسی لمحے سرداؤر نے کار کو ایک چوک پر سے ٹرن دیا۔ اور اب گاڑی ایک نسبتاً سناں مٹرک پر دوڑنے لگی۔

”ذرا گاڑی روکیے سرداؤر۔“ اچانک جان میکینز نے گہرائے ہوئے لہجے میں کہا اور سرداؤر نے اس کے لہجے اور انداز سے گہرا کہ پوری قوت سے بریک دبا دیئے۔ دوسرے لمحے جان میکینز کا ہاتھ سجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور سرداؤر کی گردن کی پشت پر اس کی کھڑی ہتھیلی پوری قوت سے پڑی اور

سرد اور کے حلق سے صرف اوہ کی آواز ہی نکل سکی اور وہ سٹیرنگ پر ہی ڈھیر ہو گئے۔ جان میکنز نے انتہائی پھرتی سے چابی گھما کر انجن بند کیا اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ کار کے آگے سے گھوم کر وہ دوسری سائیڈ پر آیا۔ اس نے سچلا دروازہ بھی کھول دیا اور پھر سرد اور کو باہر کھینچ کر اس نے بڑی پھرتی سے پچھلی سیٹوں کے درمیان ڈالا اور پھر پھرتی سے خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھی۔ اور تیزی سے آگے دوڑتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک اور چوک پر پہنچ گیا۔ چوک پر اشاراتی بورڈ موجود تھے۔ اس نے کار اس سڑک پر ڈال دی جو ساحل سمندر کو جاتی تھی۔ کار کی رفتار خاصی تیز تھی۔ ذرا سا آگے جا کر جب اس نے ایک سائیڈ پر پھیلے ہوئے درختوں کا جنگل سا دیکھا تو اس نے کار کو مخالف سمت میں سڑک سے نیچے اتار دیا۔ اسے کافی دور تک لیتا چلا گیا۔ کافی آگے جا کر اس نے کار روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے بے ہوش سرد اور کو باہر کھینچ کر اپنے کانہ سے پہلے لاد دیا۔ اور واپس سڑک کی طرف دوڑتا چلا آیا۔ سڑک کے قریب پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹھکا۔ جب اس نے سڑک خالی دیکھی تو وہ دوڑتا ہوا سڑک پار کر کے درختوں کے ذخیرے میں گھستا چلا گیا۔ وہ جلد سے جلد سڑک سے کافی دور پہنچ جانا چاہتا تھا۔ مسلسل دوڑتے دوڑتے جب اسے کافی دیر گزر گئی تو اچانک ذخیرہ ختم ہو گیا۔ اور اب دور تک پھیلی ہوئی ریت صاف نظر آرہی تھی۔ وہ سرد اور کو اٹھائے ریت پر دوڑتا چلا گیا۔ کافی دور نکل آنے کے بعد اس نے سرد اور کو ایک ٹیلے کی آڑ میں لٹا دیا۔ اور پھر

ان کی نبض چیک کرنے لگا۔ اور پھر اطمینان سے سر ہلاتے ہوئے اس نے اپنا کوٹ اتار دیا اور اس سے الٹ کر پہن لیا۔ اب کوٹ کا رنگ اور چیک بدل چکا تھا۔ اس کے بعد وہ سمندر کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ کنا سے پر پہنچ کر اس نے پانی سے منہ دھونا شروع کر دیا۔ ساتھ ساتھ وہ اپنے چہرے کو تیزی سے لگڑتا چلا جا رہا تھا۔ چند لمحوں بعد جب اس نے جیب سے رد مال نکال کر چہرے کو صاف کیا تو میک اپ اب ختم ہو چکا تھا اور اب وہ اپنی اصل شکل میں تھا۔ بالوں کا رنگ بھی دھل کر بدل چکا تھا۔ اس نے کوٹ کی چھوٹی جیب سے کنگھی نکال کر بالوں کو نئے انداز سے سیٹ کیا اور پھر وہ تیزی سے ٹیلوں کی آڑ لیتا ہوا اس جگہ کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں اس کے اندازے کے مطابق گھاٹ تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک مسلسل سفر کرنے کے بعد وہ واقعی گھاٹ پر پہنچ گیا۔ یہاں تفریح کرنے والوں کا اچھا خاصہ رشتہ تھا۔ جان میکنز پہلے تو ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ جب اسے کہیں عمران نظر نہ آیا تو وہ ایک لاپنج کی طرف بڑھ گیا۔ لاپنج کا مالک ساحل سمندر پر کرسی ڈالے انجنا بڑھ رہا تھا۔ لوگ چوں کہ تفریح کے لئے لاپنجیں کرایہ پر لے رہے تھے۔ اس لئے وہ لاپنج کی طرف بڑھا۔

”مجھے لاپنج کرایہ پر چاہیے۔“ جان میکنز نے لاپنج کے مالک سے کہا۔

”اوہ۔ ضرور جناب۔ ایک ہزار روپیہ ہوگا ایک گھنٹے کا۔“ مالک نے غیر ملکی کو دیکھتے ہی شاید کرایہ بڑھا دیا تھا۔ لیکن جان میکنز نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر جیب سے نوٹوں کی گڈی

یہ بعد وہ ساحل پر پہنچ چکا تھا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں اس نے سرد اور
کو ایک ٹیلے کے پیچھے چھوڑا تھا۔ سرد اور کی نبض تباہی تھی کہ وہ کم از کم
دو گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتے۔ اس لئے وہ ان کی
طرف سے پوری طرح مطمئن تھا۔ لاپنج کا انجن بند کر کے وہ نیچے اترا اور پھر
تیزی سے اس ٹیلے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جس کے پیچھے سرد اور موجود تھے۔
ٹیلے کے پاس پہنچ کر وہ جیسے ہی اس کی دوسری طرف گھوما۔ اس
کا ذہن بھکس سے اڑ گیا۔ کیوں کہ سرد اور وہاں موجود نہ تھے۔

نکال کر اس نے اس میں سے بیس نوٹ نکال کر مالک کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ بشر
پر آتے ہوئے اس نے یہاں کی اچھی خاصی کرنسی اپنے پاس رکھ لی تھی۔
”آئیے سٹ۔۔۔ مالک نے مسرت بھرے انداز میں نوٹ جب
میں ڈالتے ہوئے لاپنج کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
”شکریہ۔۔۔ آپ یہیں ٹھہریں۔۔۔ لاپنج میں خود جلاؤ
گا۔ ایکریمیا میں میری ذاتی لاپنج ہے۔۔۔ جان میکینز نے مسکرا
ہوئے جواب دیا۔ اس نے جان بوجھ کر دیشٹرن کارمن کی بجائے ایکریمیا
کا نام لیا تھا۔

”اوہ۔۔۔ اچھا جناب۔۔۔ جیسے آپ کی مرضی۔۔۔ مالک
نے غیر ملکی ہونے اور موٹی رقم حاصل کرنے کی بنا پر اقرار میں سر ہلایا۔
اس میں پٹرول موجود ہے نا۔۔۔ جان میکینز نے پوچھا۔
”ٹینک فل ہے جناب۔۔۔ آپ نے دو گھنٹے کی ادائیگی کی ہے
اس میں چار گھنٹے کا پٹرول موجود ہے۔۔۔ مالک نے جواب دیا
اور کہے۔۔۔ جان میکینز نے کہا اور پھر وہ لاپنج میں سوار ہوا۔
لاپنج بالکل نئی تھی۔ جان میکینز نے انجن سٹارٹ کیا اور دوسرے لمحے وہ
لاپنج سمندر میں لیتا چلا گیا۔ وہ کافی دور تک سیدھا سمندر کے اندر
بڑھتا چلا گیا۔ اب باقی لاپنجیں خاصی پیچھے رہ گئی تھیں۔ جان میکینز
نے خاصی دور آنے کے بعد لاپنج کا رخ موڑا اور پھر وہ اُسے اُس فاصلے
پر رکھتے ہوئے ادھر بڑھتا چلا گیا جہاں اس کے اندازے کے مطابق
ساحل پر سرد اور بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ اتنے فاصلے پر
آنے کے بعد اس نے لاپنج کو واپس ساحل کی طرف موڑ دیا اور تھوڑے

ایک اور چوک پہ پہنچ گیا۔ یہاں سے تین سڑکیں جاتی تھیں۔ عمران چند لمحے وہاں کار روک کر سوچتا رہا پھر اس نے کار کو اس سڑک کی طرف موڑ دیا جو ساحل سمندر کی طرف جاتی تھی۔ کافی دور آگے بڑھنے کے بعد اس کی نظر دور سڑک سے کافی اندر کھڑی ہوئی سردار کی نیلے رنگ کی مخصوص کار پر پڑی اور وہ کار کو ادھر لے جاتا گیا۔ اس نے وہاں کار روک دی اور نیچے اتر کر دیکھا۔ سردار کی کار حسب توقع خالی پڑی ہوئی تھی۔ عمران نے غور سے زمین پر پیروں کے نشانات چیک کر کے شروع کر دیئے۔ لیکن گھاس کی وجہ سے پیروں کے نشانات واضح نہ تھے۔ وہ آگے بڑھا لیکن آگے کھیتوں کا طویل سلسلہ تھا۔ اس لئے وہ واپس سڑک کی طرف آیا۔ اب اس کی نظر میں مخالف سمت میں درختوں کے ذخیرے پر پڑی۔ وہ جانتا تھا کہ درختوں کے اس گھنے ذخیرے کا سلسلہ ساحل سمندر پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

وہ کافی دیر تک وہاں کھڑا سوچتا رہا پھر اس نے اپنی کار سنبھالی اور اُسے ساحل سمندر کی طرف بھگانے لگا۔ تقریباً دس منٹ تک مسلسل کار بھگانے کے بعد وہ گھاٹ پہنچ گیا۔ یہاں تفریح کرنے والوں کا خاصہ شش تھا۔ لوگ لالچیں کراہے پر لے کر سمندر میں تفریح کے لئے آ جا رہے تھے۔ عمران نے کار ایک طرف روکی اور پھر نیچے اتر کر اس نے ادھر ادھر کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ تفریح کے لئے وہاں آنے والوں میں خاصی تعداد غیر ملکیوں کی بھی تھی۔ لیکن اُسے وہاں ایسے کوئی آثار نظر نہ آ رہے تھے کہ جان میکنزو سردار کو بے ہوشی کے عالم میں یہاں لاکر کسی اور جگہ لے جاتا۔ اس لئے عمران نے چند لمحوں

عمران تیزی سے دوڑتا ہوا فلیٹ سے نیچے اتر آیا اور پھر اس گیارہویں سے کار نکالتے ہوئے صرف چند لمحے لگائے اور چند لمحوں میں اس کی کار انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی ادھر بڑھی جلی جا رہی تھی جہاں جان میکنزونے دی۔ ٹی۔ آر۔ بٹن سڑک پر پھینکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ وہاں پہنچ گیا۔ اور پھر اس نے کار آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک چوک پہ پہنچ چکا تھا۔ یہاں سے چار سڑکیں مختلف سمتوں کی طرف جاتی تھیں۔ عمران اندازے سے ایک سڑک کی طرف مڑ گیا اور پھر تھوڑی دور جانے کے بعد رسنے گاڑی واپس موڑی۔ کیوں کہ سڑک آگے فوجی مہیڈ کوارٹر کو جاتی تھی اور ظاہر ہے اس طرف سردار یا جان میکنزو کے جانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ دوبارہ چوک پر آکر وہ ایک اور سڑک پر مڑا۔ اور پھر وہاں سے آگے بڑھتا

"ماربر کہاں ہے؟" — عمران نے کاؤنٹر پر کھڑے نوجوان سے مخاطب ہو کر سخت لہجے میں کہا۔

"باس کا نام ادب سے لواحق آدمی — یہاں اونچا بولنے والے کی زبان کاٹ لی جاتی ہے۔" — کاؤنٹر میں کی بجائے کاؤنٹر کے ماتھے کھڑے ہوئے ایک لحیم شحیم آدمی نے کمرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ، قد و قامت اور جسم کا انداز بتا رہا تھا کہ اس کی زندگی لڑائی بھڑائی میں ہی گزری ہے۔ عمران نے ایک نظر فور سے اس جواب دینے والے کو دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر تاقوتوں کے آثار مزید گہرے ہوتے چلے گئے۔

"عالی جناب — عزت مآب — سرکار عالی شان — رطب اللسان — ماربر صاحب بہادر کہاں تشریف رکھتے ہیں؟"

عمران نے باقاعدہ رکوع کے بل جھکتے ہوئے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"جاؤ — بھاگ جاؤ — وہ تم جیسے مسخروں سے نہیں مل سکتا۔" اس لحیم شحیم غنڈے نے بڑے طنزیہ اور تعادلت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن اگر کوئی اس سے ملنے کی ضد کرے تو پھر....."

عمران نے اُسی طرح مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
 "میں کہتا ہوں نکلو یہاں سے — دفع ہو جاؤ — ورنہ ایک ہی تپڑ میں گردن توڑ دوں گا۔" — لحیم شحیم غنڈے نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

بعد کار واپس موڑی اور پھر وہ اُسے دوبارہ شہر کی طرف دوڑاتا چلا گیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس نے کار ایروکلب کے سامنے روک دی۔ اب ماربر ہی ایسا کلیورہ باقی رہ گیا تھا۔ جس سے جان میکنز و کاپتہ چل سکتا تھا۔ ابھی تک عمران کے ذہن میں یہ بات نہ آئی تھی کہ آخر جان میکنز و سردار سے کیا چاہتا ہے۔ خالی کار دیکھ کر وہ اتنی بات تو سمجھ گیا تھا کہ سردار کو یقیناً بے ہوش کر دیا گیا ہوگا۔ لیکن اس کے بعد وہ انہیں بے ہوشی کے عالم میں اٹھا کر کہاں تک جاسکتا ہے۔ جس جگہ موجود تھی وہاں نزدیک کوئی ٹیلی فون بھی میسر نہ تھا۔ اس لئے بات اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی کہ جان میکنز و آخر سردار کو بے ہوش کر کے کہاں لے گیا ہوگا اور کیوں — اور اسی بات کا پتہ کرنے کے لئے وہ یہاں ایروکلب آیا تھا۔ ایروکلب پہنچنے سے پہلے اس نے کار کے ڈیش بورڈ سے میک اپ کا سامان نکال کر ایک غنڈے کا میک اپ بھی کر لیا تھا۔

ایروکلب میں داخل ہوتے ہی اس کی ناک سے سستی قسم کی شراب اور چرس اور ہیروئن کی تیز بو کے بھسکے ٹکرائے۔ اس نے ایک نظر مال پر ڈالی وہاں ہر قسم کے لوگ موجود تھے۔ اور پھر وہ کاؤنٹر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جہاں ایک نوجوان شخص کھڑا کپڑے سے کاؤنٹر صاف کر رہا تھا۔ عمران تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا جا گیا۔ وہ زندگی میں پہلی بار اس کلب میں آیا تھا۔ اس لئے غلامی ہے نہ ہی اُسے کوئی پہچانتا تھا اور نہ اس کی مانوس شکل یہاں نظر رہی تھی۔

بورگ۔ کیوں اس بے وقوف پر غصے ہو رہے ہو۔ اس کی حالت تو دیکھو۔ اگر تم نے زیادہ غصہ دکھایا تو یہ بے چارہ یہیں بے ہوش ہو جائے گا۔ اس بار کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے نوجوان نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ لیکن انداز اس کا بھی تحقیر آمیز سی تھا۔

”مجھے بھی یہی احساس ہو رہا ہے۔ اسی لئے تو میں نے ابھی تک ہاتھ نہیں اٹھایا۔ ورنہ تم جلستے ہو بورگ زبان سے زیادہ ہاتھ ہلانے کا عادی ہے۔“ بورگ نے بڑے نخوت بھرے لہجے میں کہا۔

”اگر ماربر صاحب دفتر میں موجود ہوں تو انہیں کہیے کہ کوہما ان سے ملنا چاہتا ہے۔“ اچانک عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر یک لخت اس قدر سختی سی ابھرائی تھی کہ بورگ اور کاؤنٹر میں دونوں چونک پڑے۔

”کوہما۔۔۔ تم کوہما ہو۔ کبھی شکل دیکھی ہے کوہمے کی؟“ بورگ نے سنبھل کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم کوہمے کو جانتے ہو؟“ عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔ ”ہاں۔۔۔ جانتا ہوں۔۔۔ وہ دولت آباد کا مشہور غنڈہ ہے۔“ بورگ نے جواب دیا۔

”کبھی اس کی شکل دیکھی ہے۔“ عمران نے مختصر سے لفظوں میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔۔۔ صرف نام ہی سنا ہے۔“ بہر حال وہ تم جیسا چمڑی مار نہیں ہو سکتا۔“ بورگ نے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں کہا۔ مگر دوسرے لمحے جب عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما تو کھٹکتا

ہاتھ تھپڑ کی زوردار آواز سے گونج اٹھا۔ عمران کے تھپڑ میں کچھ اتنی قوت تھی کہ نجیم شیخم بورگ اچھل کر کاؤنٹر پر منہ کے بل جا گرا۔ کلب میں بیٹھا ہوا ہر شخص بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

”میں نے تمہیں بہت برداشت کیا ہے بورگ ایسٹ کی اولاد۔ اگر تم نے کوہمے کو شکل سے دیکھا ہوا تھا تو شاید تمہاری زبان ہی نہ ملتی۔“ عمران نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”تمہاری یہ جرات۔۔۔ تم نے بورگ پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ اب میں تمہاری بوٹی بوٹی علیحدہ نہ کر دوں تو مجھے انسان کی بجائے کتے کی اولاد کہنا۔“ بورگ نے اچھل کر واپس اپنے قدموں پر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا تھا۔ آنکھوں سے شعلے سے نکلنے لگے تھے۔

”کہنے کا کیا مطلب۔۔۔ وہ تو تم ہو ہی۔“ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ادہ۔۔۔ بھاگ جاؤ، تو بھاگ جاؤ۔ اب بھی دقت ہے جان بچالو۔ بورگ سے بچ جاؤ۔ یہ مار ڈالے گا۔“ اچانک کاؤنٹر پر کھڑے نوجوان نے چیخ کر کہا۔

”تو بھاگ نہیں سکتا مسٹر۔۔۔ اپنی گرامر ٹیک کر لو وہ اڑ سکتا ہے۔“ عمران نے بڑے مطمئن انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور اُسی لمحے بورگ نے اس پر چھلانگ لگا دی مگر عمران نہ صرف پرتی سے ایک طرف ہٹا بلکہ اس کی لات تیزی سے گھومی اور دوسرے لمحے بورگ چیخا ہوا کلب کی میزوں پر منہ کے بل جا گرا۔ دوسرے

"تم ہاربر ہو" — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔
 "ہاں — میں ہاربر ہوں — مگر تم کون ہو؟ کیا تم نے بورگ کو مارا ہے؟" — ہاربر کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔
 "میں دولت آباد سے تمہیں ملنے آیا تھا — میرا نام کوبرا ہے۔
 لیکن یہ بورگ ایسٹ درمیان میں کود پڑا۔ تو میں نے اسے ہلکا سا سبق دیا ہے۔ ورنہ کوبرا سے ٹکرانے والا دوسرا سانس لینے کی حسرت ہی قبر میں لے جاتے ہے" — عمران نے بڑے مطمئن انداز میں جواب دیا۔

"اوہ — تو تم کوبرا سے ہو۔ دولت آباد کے تمہارے چہرے تو بہت سنے تھے۔ بہر حال آج ملاقات بھی ہو گئی۔ اور بورگ جیسے آدمی کا حال دیکھ کر مجھے یقین آ گیا ہے کہ تم واقعی کوبرا سے ہو۔ کیوں کہ بورگ کے سامنے تو پورے دارالحکومت میں کوئی آنکھ اٹھانے کی بھی جرات نہیں کرتا۔ آؤ میرے ساتھ" — ہاربر نے سر ملاتے ہوئے کہا اور پھر ایک طرف بنی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا عمران بھی کندھے جھٹکتا ہوا اس کے پیچھے چل پڑا۔ سیڑھیاں چڑھ کر وہ ایک سجے سجائے دفتر میں پہنچ گئے۔

"بیٹھو — کیا پیو گے؟" — ہاربر نے میز کے پیچھے رہو الونگ چیر کی طرف بڑھتے ہوئے عمران کو سامنے رکھی ہوئی ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"پینے پلانے کی بات چھوڑو ہاربر — مجھے ریڈ فاکس نے ویسٹرن کارمن سے کال کیا تھا۔ اس لئے میں تم سے ملنے آیا

۱۲۳
 ہوں؟" — عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ویسٹرن کارمن سے ریڈ فاکس — کیا مطلب — میں تمہاری بات نہیں سمجھا" — ہاربر نے چونکتے ہوئے پوچھا لیکن اس کی آنکھوں میں پیدا ہونے والی چمک نے عمران کو بتا دیا کہ اس کا تیر صحیح نشانے پر لگا ہے۔ ہاربر ریڈ فاکس کے متعلق ضرور جانتا ہے۔
 "تم نہیں سمجھے — میں نے لاطینی تو نہیں بولی۔ ریڈ فاکس ویسٹرن کارمن سیکرٹ سروس کا چیف ہے۔ اور اس کا ایک اہم ممبر جان میکنز عرف ڈائلڈ ٹائیگر ایک مخصوص مشن کے لئے یہاں آیا ہوا ہے۔ ریڈ فاکس نے مجھے بتایا تھا کہ ہاربر ہمارا ہی بھی آدمی ہے — اور ڈائلڈ ٹائیگر نے تم سے رابطہ قائم کیا ہوا ہے" — عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"مگر تمہارا ریڈ فاکس سے کیا تعلق ہے؟" — تمہارا دھندہ تو منشیات اور سمگلنگ ہے؟" — ہاربر کے چہرے پر حیرت کے آثار موجود تھے۔

"کوبرا کے ہاتھ بہت وسیع ہیں مسٹر ہاربر — ریڈ فاکس کے لئے میں نے یہاں بہت کام کئے ہیں۔ تم اس بات کو چھوڑو۔ مجھے جلدی ہے میں نے ڈائلڈ ٹائیگر سے انتہائی ضروری بات کرنی ہے؟" — عمران نے کمرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ڈائلڈ ٹائیگر سے بات کرنی ہے؟" — اس وقت تو اس کا کوئی پتہ نہیں۔ تم مجھے وہ پیغام بتا دو۔ جب اس سے رابطہ ہوا میں اسے

دے دوں گا۔ اور وہ تم سے مل لے گا۔ ہاربر نے جواب دیا۔
 "سورسی — وہ پیغام صرف انہی تک محدود ہے۔ اور انتہائی
 ایمر جنسی ہے۔ اگر فوری طور پر وائلڈ ٹائیگر سے رابطہ نہ ہوا تو مشن کو زبردستی
 نقصان پہنچے گا اور ہو سکتا ہے وائلڈ ٹائیگر کی جان بھی خطرے میں پڑ
 جائے۔" — عمران نے جواب دیا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں — واقعی اس سے میرا رابطہ ٹوٹ گیا ہے
 تم نے ریڈ فاکس کا حوالہ دیا ہے۔ ظاہر ہے تم غلط آدمی نہیں ہو سکتے
 وائلڈ ٹائیگر میرے پاس آیا تھا اس نے مجھے کہا تھا کہ میں اس کے لئے
 کار اور کوٹھی کا بندوبست کروں۔ چنانچہ میں نے گلشن ٹاؤن میں
 بندوبست کر دیا۔ اس کے بعد اس نے مجھے کہا تھا کہ اس نے یہاں کے
 ایک مقامی شخص عمران کو اغوا کرنا ہے۔ جس پر میں نے اپنی خدمات
 پیش کیں — وہ راضی ہو گئے تو میں نے اپنے آدمی عمران کے فلیٹ
 کے گرد لگا دیئے۔ لیکن پھر سب نے کیوں وائلڈ ٹائیگر نے اپنا ارادہ بدل
 دیا۔ اور اس نے مجھے اور جگہ کے لئے کہا۔ اور آدمی بھی مہلے کے
 لئے — چنانچہ میں نے ماڈل ٹاؤن میں نئی جگہ دی اور اپنے وہ
 خاص آدمی جو دو بھائی ہیں مائیکل اور ڈیسی ان کی خدمت میں پیش کر
 دیئے۔ لیکن ابھی بقوڑی دیر پہلے مجھے اطلاع ملی کہ ماڈل ٹاؤن والی
 کوٹھی خالی پڑی ہے۔ اور مائیکل اور ڈیسی دونوں کی لاشیں
 وہاں پڑی ہوئی ہیں۔ میں ابھی وہیں گیا تھا۔ کوٹھی واقعی خالی پڑی ہو
 ہے۔ اور مائیکل اور ڈیسی ہلاک ہو چکے ہیں۔ مائیکل کو گولی ماری گئی
 تھی جب کہ ڈیسی کو خنجر سے ہلاک کیا گیا تھا۔ اس کمرے میں

سامان یوں بکھرا ہوا ہے جیسے وہاں اچھا خاصا دنگل ہوا ہو۔ یہ ہے اب
 تک کی تمام صورت حال — اور وائلڈ ٹائیگر کا کوئی پتہ نہیں۔
 ہاربر نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اور اس کی بتائی ہوئی تفصیل
 سن کر عمران سمجھ گیا کہ ہاربر سچ بول رہا ہے۔
 "لیکن وائلڈ ٹائیگر کہاں گیا — کیا اُسے دشمنوں نے اغوا کر لیا
 ہے؟" — عمران نے لہجے میں حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"وہ اغوا ہونے والوں میں سے لگتا تو نہیں۔ ویسے بھی وہ ویسٹرن
 کارمن کا ہیرو ہے۔ اس کے ساتھ بہت بڑے بڑے کارنلے منسوب
 ہیں۔ بہر حال میں نے اپنے آدمی شہر میں پھیلادیتے ہیں جلد ہی
 اس کے متعلق کوئی خبر مل جائے گی۔" — ہاربر نے جواب
 دیا۔

"اور کے — پھر میں چلتا ہوں جیسے ہی اس کے متعلق خبر ملے
 اُسے میرا بتا دینا اور کہنا کہ میرا انتظار کرے۔ میں خود بھی اُسے تلاش
 کرتا ہوں۔" — عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔
 "تم کہاں ٹھہرے ہوئے ہو — مجھے بتا دو میں فون کر دوں گا۔"
 ہاربر نے بھی کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میں نے آج ہی واپس جانا ہے اور میں نے اور بھی بہت سے کام
 کرنے ہیں۔ میں خود تمہیں فون کر لوں گا۔" — عمران نے مصافحے
 کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اور پھر ہاربر سے مصافحہ کرتا ہوا وہ تیزی سے مڑا
 اور دروازے سے باہر نکلتا چلا آیا۔ ہاربر والا کلیو بھی ختم
 ہو چکا تھا۔ وائلڈ ٹائیگر نے سرد اور کو اغوا کرنے کے بعد ہاربر سے رابطہ

بڑھی عمران نے بھی کار آگے بڑھا دی۔ لیکن ظاہر ہے اب وہ ٹیکسی کا تعاقب کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ اس کی کار ٹیکسی کے تعاقب میں آگے بڑھتی چلی گئی۔

جان میکنزو کی ٹیکسی اچانک ایک بڑے بزل سٹور کے سامنے رکی۔ اور جان میکنزو ٹیکسی سے اتر کر تیزی سے سٹور کے اندر تقریباً بھاگتا ہوا داخل ہو گیا۔ عمران نے بڑی تیزی سے کار روکی اور پھر وہ بھی اتر کر جان میکنزو کے پیچھے سٹور میں داخل ہو گیا۔ یہ سٹور ابھی حال میں کھلا تھا۔ اور یہاں کافی سے زیادہ رشتہ تھا۔ عمران اندر داخل ہوتے ہی ادھر ادھر گھوما۔ مگر جان میکنزو اُسے کہیں نظر نہ آیا۔ سٹور بہت بڑا تھا اور اس میں بے شمار شعبے تھے۔ خاصی بڑی عمارت تھی۔ عمران ادھر ادھر گھومتا رہا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد جب وہ ایک شعبے کے سامنے سے گھوما تو اس کے منہ سے ایک طویل سانس نکل گیا۔ اس طرف بھی ایک دروازہ تھا اور لوگ ادھر سے بھی اندر آ جا رہے تھے۔ عمران تیزی سے لوگوں کی بھیڑ کاٹتا ہوا دروازے سے باہر نکلا۔ یہ دروازہ بھی بڑی سڑک پر تھا۔ اس لئے یہاں بھی فٹ پاتھ پر لوگوں کا اور سڑک پر کاروں کا اچھا خاصا جوم تھا۔ عمران کچھ دیر وہاں کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ اور پھر کندھے جھٹکتا ہوا واپس مڑا۔ واپس سٹور میں سے ہوتا ہوا پہلے گیٹ سے نکل کر اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جان میکنزو اُسے چوٹ دے گیا تھا۔ اس سے اس کی ہوشیاری اور چالاکی کا پتہ چلتا تھا۔ کہ عمران جیسے شخص کی ہر قسم کی احتیاط کے باوجود وہ نہ صرف اپنے تعاقب سے باخبر ہو گیا تھا بلکہ اس نے

قائم نہیں کیا تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ اب اُسے خود ہی تلاش کرنا ہو گا۔ یہی سوچتا ہوا عمران تیز تیز قدم اٹھاتا ایروڈکلب سے نکل کر اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے بھاگتی ہوئی دانش منزل کی طرف دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ لیکن عمران کا ذہن بڑی طرح الجھا ہوا تھا۔ وہ یہی سوچ رہا تھا کہ سٹور اور کو اغوا کر کے ڈائلنگ ٹائیگر آخر کہاں جا سکتا ہے۔ کیوں کہ بار بار کی بتائی ہوئی تفصیل سے یہ بات تو واضح ہو گئی تھی کہ وہ یہاں اکیلا آ ہوا ہے۔ ورنہ وہ کوٹھی اور آدمیوں کے لئے باربر کا سہارا نہ لیتا۔

یہی سوچتا ہوا وہ کار دوڑاتا دانش منزل کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا کہ اچانک ایک چوک پر ریڈ لائٹ کی وجہ سے اس نے جیسے ہی کار روکی اس کی نظریں ساتھ کھڑی ہوئی ایک ٹیکسی پر پڑی اور بڑی طرح چونک پڑا۔ کیوں کہ ٹیکسی کی پھیلی نشست پر ایک غیر ملکی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ تو نامانوس سی تھا لیکن اس کی ناک کی پٹا بالکل ڈائلنگ ٹائیگر جیسی تھی۔ اُسی لمحے اس غیر ملکی نے مڑ کر عمران کی طرف دیکھا۔ اور اس کی آنکھوں میں چھائی ہوئی سرخی دیکھتے ہی عمران یقین ہو گیا کہ یہ جان میکنزو ہی ہے۔ عمران چوں کہ میک اپ میں تھا اس لئے ظاہر ہے جان میکنزو اُسے پہچان نہ سکتا تھا۔ اس نے جان میکنزو نے اُسے سرسری انداز میں دیکھا اور رخ بدل لیا۔ عمران نے تیزی سے کار کے دروازے پر ہاتھ ڈالا اور وہ اُسے کھولنا چاہتا تھا کہ لائٹ بند ہو گئی اور اُسی لمحے ٹیکسی ایک جھٹکے سے آ

۱۲۸
 بڑی ہوشیاری سے عمران کو ڈاج بھی دے دیا تھا۔ لیکن ڈاج کھانے کے
 باوجود عمران کے چہرے پر مایوسی کی کوئی شکن نہ تھی بلکہ ذہنی طور پر
 پہلے سے زیادہ مطمئن تھا۔ ٹیکسی کا نمبر اس کے ذہن میں تھا۔ اس
 ٹیکسی کو بڑی آسانی سے ڈھونڈھا جاسکتا تھا۔ اس طرح پتہ چل جاتا کہ
 جان میکنز وہاں سے سوار ہوا تھا۔ وہ غیر ملکیوں کی عادت جانتا تھا کہ
 وہ بغیر سوار سی کے نہیں چل سکتے۔ اور اپنی رہائش گاہ سے نکلنے
 ہی ٹیکسی انجینج کرتے ہیں اور جب تک باہر نہیں حتی الوسع کوشش
 کرتے ہیں کہ ایک ہی ٹیکسی انجینج رکھیں۔

جواز میکنز کا ٹیلے کے پیچھے سر داور کو نہ پا کر ایک لمحے
 کے لئے تو سانس ہی رک گیا۔ لیکن دوسرے لمحے اس کی نظر ٹیلے
 کے پیچھے ریت پر پڑی تو بے اختیار اس کا سانس برآمد ہوا۔ ریت
 سپاٹ تھی۔ وہاں سر داور کی موجودگی یا جانے کا ذرہ برابر بھی نشان
 نہ تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ غلط ٹیلے کی طرف آگیا ہے۔ ورنہ
 وہاں ریت پر کھوڑے بہت نشانات ضرور موجود ہوتے۔ وہ
 تیزی سے مڑا اور اس نے ساتھ ساتھ موجود دوسرے ٹیلے دیکھنے شروع
 کر دیئے اور پھر چوتھے ٹیلے کے پیچھے اُسے ریت پر پٹیا ہوا سر داور
 نظر آگیا۔ اس کی آنکھوں میں چمک سی ابھری۔ وہ تیزی سے
 سر داور کی طرف بڑھا۔ سر داور بدستور بے ہوش پڑے ہوئے
 تھے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر جھبک کر سر داور کو اٹھایا۔ اور

کاندھے پر لاد کر تیزی سے سمندر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں
وہ لاپنچ میں پہنچ گیا۔ اس نے سُر داور کو لاپنچ میں ڈالا اور لاپنچ کا ڈرائیو
سنبھال لیا۔ دوسرے لمحے لاپنچ انتہائی تیز رفتاری
سمندر کی اندرونی طرف بڑھتی چلی گئی۔ کافی اندر آ کر اس نے
کی اندرونی جیب سے وہ نقشہ نکالا جو باربر نے گلشن ٹاؤن وا
میں اس کے حوالے کیا تھا۔ اس نقشے میں وہ ساحل سے
دور چھوٹے چھوٹے جزیروں کی موجودگی دیکھ چکا تھا۔ اور اسی وجہ سے
اس نے یہ سارا پردہ گرام بنایا تھا۔ نقشے کو سامنے رکھ کر اس نے
کا اندازہ کیا۔ اور پھر لاپنچ کو ان جزیروں کی سمت موڑ کر وہ
زیادہ سپیڈ کے ساتھ آگے بڑھتا چلا گیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے کے
سفر کے بعد وہ ان چھوٹے چھوٹے جزیروں تک پہنچ گیا۔ جزیروں
ہی گتے تھے۔ ان پر گھنے درخت تھے۔ لاپنچ کو ایک سوک پر
روک کر وہ جزیرے پر چڑھا اور پھر جزیرے کے اندر گھومتا۔ پہلے
بہت ہی چھوٹا تھا۔ اور درخت اور بڑی بڑی جھاڑیوں سے ہوا۔
جزیرے میں گھومتے پھرتے اچانک اُسے ایک بڑا سا غار نظر آگیا۔
کے منہ پر جھاڑیاں تھیں۔ جان میکنز جھاڑیوں کو ہٹا کر غار کے
داخل ہوا۔ غار بہ لحاظ سے اس کی مرضی کے مطابق اور محفوظ
وہ واپس مڑا اور پھر لاپنچ سے اس نے سُر داور کو اٹھایا اور
غار میں ڈال دیا۔ اس نے لاپنچ میں موجود نائیلوں کو اس
اٹھالی تھی۔ اس رسی کی مدد سے اس نے سُر داور کو رکتا رہا۔
کر کے مضبوطی سے باندھ دیئے۔ اور پھر پیر و طور پر شعور

ابھر نہ رہی تھی۔ وہ مستقل سوچتا رہا۔ اور پھر تھوڑی دور جانے کے بعد اس نے یہ
بھی احساس کر لیا کہ کار باقاعدہ اس کی ٹیکسی کا تعاقب کر رہی ہے۔ گویہ
تعاقب اتنی احتیاط سے کیا جا رہا تھا کہ اگر جان میکنز کے ذہن میں پہلے
سے خدشہ نہ ابھرتا اور وہ مخصوص طور پر چیک نہ کرتا تو شاید اس تعاقب
سے کبھی بھی باخبر نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس نے فوری طور پر اس
تعاقب سے چھٹکارا پانے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک سوک پر مڑتے ہی اُسے
ایک بہت بڑا سٹور نظر آیا اس میں لوگوں کا خاصا رشت تھا۔
”مجھے اس سٹور کے سامنے اتار دو۔“ جان میکنز نے اچانک
ڈرائیو سے مخاطب ہو کر کہا۔

”گھر سہ۔“ وہ نیٹو کلب۔“ ڈرائیو نے حیرت بھرے
لہجے میں کہا۔

”نہیں۔“ پہلے میں نے یہاں آنا ہے۔“ جان میکنز نے
ایک بڑا نوٹ نکال کر ڈرائیو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور ڈرائیو نے
سر ہلاتے ہوئے ٹیکسی کو سٹور کے گیٹ کی طرف بڑھا دیا۔

”باقی تم رکھ لینا۔“ ٹیکسی رکتے ہی جان میکنز نے کہا اور پھر
دروازہ کھول کر وہ تیزی سے اترا اور تقریباً بھاگتا ہوا سٹور میں داخل ہو
گیا۔ سٹور واقعی کافی بڑا تھا۔ اور اس میں بے شمار شے بنے ہوئے تھے۔
اُسی لمحے اُسے ایک طرف بنے ہوئے ٹوائٹل نظر آئے۔ تو وہ
سیدھا ایک ٹوائٹل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ٹوائٹل میں داخل ہونے
کے بعد وہ رکا اور اس نے دروازے کے درمیان بنی ہوئی جھری سے
آنکھ لگا دی۔ چند لمحوں بعد اس نے پھلی کار میں آنے والے

نوجوان کو سٹور میں گھومتے ہوئے دیکھ لیا۔ اور اس کے لبوں پر طنز یہی مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس کی ٹھٹھی جس مچی تھی اور اب وہ اسے پہچان بھی گیا تھا۔ کیوں کہ اب اُسے لباس صاف نظر آ رہا تھا۔ یہ وہی لباس تھا جو عمران نے پہنا ہوا تھا۔ اور اسی لباس میں وہ عمران کو فلیٹ میں چھوڑ کر آیا تھا۔ کار میں بیٹھے ہوئے چوں کہ وہ لباس کو پوری طرح چیک نہ کر سکا تھا اس لئے اس وقت وہ اسے پہچان نہ سکا تھا۔ بس ایک مانوسیت کا احساس سا تھا۔

وہ بھری سے آنکھ لگائے کھڑا رہا۔ البتہ اس کے ذہن میں الجھنیں کچھ اور بڑھ گئی تھیں کیوں کہ عمران کا اس طرح اس کا تعاقب کرنا اس کے ذہن کے مطابق انتہائی خطرناک تھا۔ عمران کو آخر اس کی ٹیکسی میں موجودگی کا کیسے پتہ چل گیا۔ اور اگر اُسے ہر چیز کا علم ہے تو پھر بجائے اس کا تعاقب کرنے کے اُسے اس جزیرے پر جا کر سردار کو پہلے رہا کرنا چاہیے تھا۔ آخر سوچتے سوچتے اس کے ذہن میں یہی خیال نچو ہو گیا کہ جس طرح اس کی ٹھٹھی جس نے اُسے عمران سے خبردار کیا ہے اسی طرح شاید عمران بھی اُسی چوک پر اس کی موجودگی سے آگاہ ہوا ہے۔ اس لئے وہ اس کا تعاقب بھی کر رہا تھا۔ اور اُسے سخت یقین تھا کہ اس چوک سے پہلے اس نے عمران کی کار کو نہیں دیکھا تھا۔ ورنہ اس کے لاشعور میں کار کا ہیولہ سا ضرور موجود ہوتا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے عمران کو تیز تیز قدم اٹھاتے واپس جاتے دیکھا۔ اور چند لمحوں بعد وہ ٹوائٹلٹ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا اور لوگوں کی آڑ میں گیٹ کی طرف بڑھنے لگا۔ عمران کو اس نے گیٹ کر اس کو تے ہوئے دیکھ

اور پھر جب وہ گیٹ پر پہنچا تو اس نے عمران کی کار کو مٹر کمر میں روڈ کی طرف جاتے چیک کر لیا۔ وہ برآمدے کے ستون کی آڑ میں رک کر اُسے کافی دور تک جاتا دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے ادھر ادھر ٹیکسی کے لئے نظریں گھمانی شروع کیں۔ مگر اچانک اُسے ایک اور خیال آیا اور چونک پڑا۔ اس نے ٹیکسی والے کو نیٹو کلب کے متعلق بتا دیا تھا۔ اور ہو سکتا ہے عمران اس ٹیکسی والے کو ڈھونڈھ نکالے۔ اس طرح عمران ٹیکسی ڈرائیور کی اطلاع پر اس کے پیچھے نیٹو کلب تک پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر نیٹو کلب جانے کا ارادہ بدل دیا۔ لیکن اب مسئلہ تھا کہ وہ آخر کس سے امداد حاصل کرے۔ ریڈ فاکس نے دو ہی نام بتائے تھے۔ ایک ہاربر اور ایک نیٹو کا۔ ہاربر سے وہ اب رابطہ قائم نہ کرنا چاہتا تھا۔ کیوں کہ عمران کی باتوں سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ عمران نے ہاربر کو نہ صرف ٹریس کر لیا ہے بلکہ وہ شاید اُسے کو رہی کر چکا ہے اور اب موجودہ صورت حال میں وہ نیٹو کلب جانے کا بھی رسک نہ لے سکتا تھا۔ لیکن کسی کی امداد کے بغیر وہ سردار کو اس ملک سے باہر بھی نہ نکال سکتا تھا۔ یہی سوچتا ہوا وہ فٹ پاتھ پر پیدل چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی ہی دور جانے پر اُسے ایک اور کلب کا بورڈ نظر آیا۔ یہ ایک خستہ سی عمارت تھی جس پر ریڈ کارنر کلب لکھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں اس کلب کے دروازے پر جم گئیں۔ وہ کچھ دیر تک کلب میں آتے جاتے افراد کو چیک کرتا رہا۔ آنے جانے والے افراد کے چہروں اور لباس سے اس نے اندازہ لگا لیا کہ یہ کلب بھی زیر زمین افراد کا اڈہ ہے۔

کیوں کہ سب لوگ شکل و صورت چال ڈھال اور لباس سے غنڈے اور ادا باش نظر آتے تھے۔ چنانچہ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کلب کے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کلب میں داخل ہوتے ہی اُسے دباں کا ماحول دیکھ کر یقین ہو گیا کہ وہ درست جگہ پر آیا ہے۔ دباں چرس اور شراب کی تیز بو موجود تھی اور ہر طرف غنڈے اور بد معاش قسم کے لوگ ہی بکھرے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ جان میکیزو کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کاؤنٹر پر ایک لچیم شیم پہلوان نما آدمی کھڑا ہوا تھا۔ اس نے تیز رنگ کی سرخ بنیان پہن رکھی تھی اور سینے پر ایک نیم عریاں عورت کی بڑی سی تصویر بنی ہوئی تھی۔

”مجھے اس کلب کے مالک سے ملنا ہے“

جان میکیزو نے کاؤنٹر کے قریب جا کر قدرے سخت لہجے میں کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے ہوئے پہلوان نما شخص سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کیوں ملنا ہے۔ اور کیا کام ہے؟“ کاؤنٹر میں نے غور سے جان میکیزو کو دیکھتے ہوئے کرخت لہجے میں پوچھا۔

”مجھے اس سے ایک کام لینا ہے۔ جس کا میں معقول ترین معاوضہ دوں گا۔“ جان میکیزو نے جواب دیا۔

”کیا کام ہے؟“ کاؤنٹر میں کے چہرے پر چھائی ہوئی کرخگی بدستور موجود تھی۔

”یہ میں اُسی کو بتا سکتا ہوں۔ بشرطیکہ مجھے یہ یقین ہو گیا کہ وہ کسی بڑے کام میں ہاتھ ڈال سکتا ہے۔“ جان میکیزو نے جواب دیا۔

”تمہیں کسی غلط آدمی نے یہاں بھیجا ہے مسٹر۔ ہمارا لباس

جگہ غلط کام نہیں کرتا۔“ کاؤنٹر میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

”اور کسے۔“ پھر مجھے کسی صحیح آدمی کا پتہ بتا دو۔ میں یہاں اجنبی ہوں کسی کو نہیں جانتا۔ اس اطلاع کے لئے بھی ادائیگی کروں گا۔“

جان میکیزو نے جان بوجھ کر حبیب سے ایک بڑا سا نوٹ نکال کر اُسے انگلیوں میں لیٹنا شروع کر دیا۔ نوٹ دیکھ کر پہلوان نما شخص کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

”اگر تم کام کی نوعیت بتا دو تو میں تمہیں صحیح آدمی بتا سکتا ہوں۔“

پہلوان نما شخص نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا۔

”بتایا تو ہے کہ بہت بڑا کام ہے۔“ لاکھوں روپے کا۔ پس اتنا بتا سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ نہیں۔“ جان میکیزو نے جواب دیا۔

”تم پولیس یا خفیہ پولیس کے بھیجے ہوئے بھی ہو سکتے ہو مسٹر۔“

کاؤنٹر میں نے کچھ لمحے سوچنے کے بعد کہا۔

”ادہ سوری۔“ اگر تم پولیس سے اس طرح ڈرتے ہو تو تم سے بات کرنے ہی فضول ہے۔ میں خود ڈھونڈھ لوں گا کسی کو۔“

جان میکیزو نے بڑا سامنے بناتے ہوئے کہا اور نوٹ کو واپس جیب میں رکھنے لگا۔

”یہ بات آئندہ منہ سے مرت نکالنا۔ میرا نام جانسن ہے۔ اور میں پاس کارائنٹ ہینڈ ہوں۔“ پاس پورے دار الحکومت کا سب سے بڑا آدمی ہے۔ سمجھے۔“ لاؤ نوٹ مجھے دو۔ میں تمہیں

جھکتے ہوئے پوچھا۔

”بے ہوش ہے۔“ جان میکنز نے جواب دیا۔

”کہاں بھیجنا ہے؟“ جیگور نے پوچھا۔

”اس ملک سے باہر نکال دو۔“ باقی میں خود سنبھال لوں گا۔

ایک بات اور بتا دوں۔ تم مجھے عام مجرم نہ سمجھ لینا۔ میں ایک کریمیا کی

سپیشل سیکرٹ سروس کا سپر ایجنٹ ہوں۔ تم جانتے ہو کہ سی

آئی۔ اے کے لئے یہ ایک معمولی سی بات ہے لیکن یہ معاملہ حکومتی

سطح سے بھی بالاتر ہے۔ اور ہم کسی طرح بھی اس میں براہ راست ملوث

نہیں ہونا چاہتے۔ اور نہ ہی یہاں کے کسی اسم دادا سے بات

کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ ایرو کلب کا بار بار اور نیٹو کلب کا نیٹو ہمارے

ایک معمولی سے اشارے پر حرکت میں آ سکتے ہیں۔“ جان میکنز

نے کہا۔

”اوہ۔“ میں سمجھ گیا جناب۔ بعض اوقات ایسا بھی

جاتا ہے۔“ جیگور نے اس بار

کہا۔ جان میکنز کا سی۔ آئی۔ اے کے متعلق اور پھر بار بار اور نیٹو

غنڈوں کا حوالہ اس کے لئے خاصا رعب دار ثابت ہوا تھا۔

”ٹھیک ہے جناب۔“ میں بندوبست کر دیتا ہوں۔ میرے

یہ انتہائی آسان مسئلہ ہے۔ وہ آدمی اس وقت کہاں ہے؟

جیگور نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد خود ہی بولتے ہوئے کہا۔

”آدمی میرے قبضے میں ہے۔“ تم مجھے اپنا طریقہ کار بتاؤ۔

مجھے تسلی ہو سکے۔ ہمارے لئے یہ مسئلہ انتہائی اہم ہے۔“ جان

نے جواب دیا۔

”میں اُسے لاپنچ کے ذریعے آواہی کے ساحل تک پہنچا سکتا ہوں۔

وہاں سے آپ اُسے جہاں چاہے لے جا سکتے ہیں۔“ جیگور

نے جواب دیا۔

”کتنا وقت لگے گا لاپنچ کو وہاں تک پہنچتے۔“ اور کو سٹ

گارڈز کا کیا ہوگا؟“ جان میکنز نے پوچھا۔

”لاپنچ کو تین روز لگیں گے جناب۔“ اور کو سٹ گارڈز اس

لاپنچ کو جس وقت چیک کرتے ہیں اس وقت آپ کا آدمی اس میں

موجود نہ ہوگا۔“ جیگور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”وہ کیسے تفصیل بتاؤ؟“ جان میکنز نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”جناب۔“ ایک مال بردار لاپنچ آواہی جاتی ہے۔ یہ باقاعدہ

حکومت سے منظور شدہ ہے۔ ہر ہفتے ایک چکر لگتا ہے۔ اس میں

زیادہ تر جھنگر مچھلیاں اور چھوٹا سامان ہوتا ہے۔ اس کی باقاعدہ

چیکنگ ہوتی ہے۔ یہ لاپنچ کل صبح جا رہی ہے۔ میں خود لاپنچ کا مالک

ہوں۔ میں آپ کے آدمی کو رات پھیروں کی کشتی میں سمندر کے اندر

بھجوا دوں گا۔“ جب لاپنچ چیک ہو کر یہاں کی سمندری حدود

سے کافی آگے نکل جائے گی تو پھرے کی کشتی لاپنچ سے اٹلے گی اور

پھر آپ کا آدمی اس میں منتقل کر دیا جائے گا اور کشتی حسب دستور

اپس آجائے گی۔“ اس طرح آپ کا آدمی آسانی سے نکل

جائے گا۔“ جیگور نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”لیکن آواہی میں بھی تو لاپنچ کی چیکنگ ہوتی ہوگی؟“

جان میکنز نے پوچھا۔

"جی ہاں۔۔۔ باقاعدہ ہوتی ہے۔۔۔ لیکن وہاں بھی یہی سلسلہ ہو گا۔ آپ کا آدمی اسی طرح کشتی کے ذریعہ وہاں کی مچھیروں کی بستی میں پہنچ جائے گا۔ چیکنگ اسپاٹ سے پہلے ہی۔ اب آپ سے کیا چھپانا ہم اسی طرح سمگلنگ کرنے ہیں اور آج تک محفوظ ہیں۔"

جگور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 "گڈ طریقہ۔۔۔ مجھے پسند آیا ہے۔ سادہ اور آسان۔ جس کی طرف کسی کی توجہ نہیں جاسکتی۔ لیکن اس آدمی کے ساتھ میں بھی ہوں گا اور تمہاری لاپنج میں موجود دوسرے افراد کا منہ کیسے بند ہو گا۔" جان میکنز نے قدرے مطمئن لہجے میں کہا۔
 "لاپنج کا عملہ میرا قابل اعتماد عملہ ہے۔ اگر آپ کہیں تو اس ٹور میں جگور خود بھی ساتھ چلا جائے گا۔ تاکہ کسی قسم کا کوئی پرابلم ہی پیدا نہ ہو۔" جگور نے جواب دیا۔
 "گڈ۔۔۔ اب بولو کتنی رقم لوگے۔" جان میکنز نے مطمئن لہجے میں کہا۔

"جناب۔۔۔ میں اب تک تو یہی سنتا آیا ہوں کہ سی۔ آئی۔ اے بڑے معاوضے دیتی ہے۔ تمام سلسلہ آپ کے سامنے ہے۔ آپ خود ہی بتادیں۔" جگور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ وہ شاید سی۔ آئی۔ اے کے حوالے کی بنا پر انتہائی مرعوب ہو چکا تھا۔
 "آپ سی۔ آئی۔ اے سے بہت کم عام حالات میں اس کام کا کیا معاوضہ لیتے۔" جان میکنز نے پوچھا۔
 "ایک لاکھ روپیہ۔" جگور نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں آپ کو دو لاکھ روپے ادا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ایک لاکھ کی ادائیگی یہاں اور دوسرے لاکھ کی ادائیگی آداسی میں ہوگی۔" جان میکنز نے کہا اور جگور کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھا۔ اس نے شاید ایک لاکھ روپیہ بھی اپنے طور پر بہت بڑھا کر بتایا تھا۔ جب کہ اُسے یکلخت دو لاکھ کی آفر ہوگئی تھی۔
 "ٹھیک ہے جناب۔۔۔ مجھے منظور ہے۔" جگور نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"او۔ کے۔۔۔ تم مجھے وہ جگہ بتا دو جہاں اس آدمی کے ساتھ میں پہنچ جاؤں۔ اور وقت بھی۔ ادائیگی وہیں ہو جائے گی۔" جان میکنز نے کہا۔
 "آپ ڈالفن بیج سے شمال مشرق کی طرف تقریباً دس میل کے فاصلے پر موجود مچھیروں کی بستی جانی گوٹھ پہنچ جائیں۔ زیادہ سے زیادہ شام سات بجے تک۔ میں خود وہاں موجود ہوں گا۔" جگور نے جواب دیا۔

"میں تو اس جگہ کو جانتا نہیں۔ میرا آدمی اس وقت سمندر میں ہی موجود ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم میرے ساتھ چلو کسی لاپنج کا بندوبست کر دو۔ تاکہ میں تمہاری رہنمائی میں وہاں پہنچ جاؤں۔ شام ہونے میں اب کچھ زیادہ دیر تو نہیں ہے۔" جان میکنز نے جواب دیا۔

"سمندر میں کہاں۔" جگور نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ساحلی جزیروں میں سے ایک پر۔۔۔۔۔ جان میکینڈو نے جواب دیا۔
 ”اوہ۔۔۔۔۔ اچھا ٹھیک ہے۔ لیکن مجھے ایک لاپس کا بندوبست کرنا
 ہوگا۔ اور باقی انتظامات کے لئے بھی مجھے کچھ وقت چاہیے۔ کم از کم ایک
 گھنٹہ۔۔۔۔۔ جگور نے جواب دیا۔
 ”تم انتظام کرو میں ایک گھنٹہ یہیں گزاروں گا۔ اور اگر ہو سکے تو میرے
 لئے نئے لباس اور میک اپ کا سامان بھی مہیا کر دو۔۔۔۔۔ جان میکینڈو
 نے کہا۔

”بڑی خوشی سے جناب۔۔۔۔۔ آپ کی خدمت کر کے تو مجھے خوشی
 ہوگی۔۔۔۔۔ جگور نے جواب دیا۔

”معاذ اللہ تو تمہیں ملے گا جگور۔۔۔۔۔ لیکن میں ایک میسا واپس
 جا کر تمہیں سی۔ آئی۔ اے کی پشیل ٹیم میں شامل کرا دوں گا پھر اس شہر میں
 تمہاری حیثیت بر لحاظ سے اونچی ہو جائے گی۔۔۔۔۔ جان میکینڈو نے
 کہا اور جگور کی آنکھوں میں بے پناہ چمک ابھر آئی۔
 ”بہت بہت شکریہ مسٹر ڈیکور۔۔۔۔۔ یہ آپ کا احسان ہوگا۔
 جگور نے کہا اور پھر کمرے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”آپ ادھر ریٹ روم میں آجائیے۔ میں میک اپ کا سامان اور
 لباس ابھی بھجوا دیتا ہوں۔۔۔۔۔ جگور نے ایک کونے میں بنے ہوئے
 دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور جان میکینڈو سر ہلاتے
 ہوئے اس دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کی آنکھوں میں
 گہرے اطمینان کے آثار چھائے ہوئے تھے۔

عمرانے دانش منزل کے آپریشن روم میں خاموش بیٹھا ہوا تھا
 اس کی پیشانی پر شکنیں پھیلی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔ سر دادر کی گم شدگی ایک
 مسئلہ بن گئی تھی۔ سیکرٹ سروس کے تمام ممبران ہوائی اڈہ، بس اڈہ
 اور ریلوے سٹیشنوں کی نگرانی کر رہے تھے۔ ٹائیگر نے عمران کی ہدایت
 اس ٹیکسی ڈرائیور کو ڈھونڈ نکالا تھا جس میں جان میکینڈو سوار ہوا تھا۔
 اس ٹیکسی ڈرائیور سے صرف اتنا ہی پتہ چلا تھا کہ اس نے جان میکینڈو کو
 محل سمندر سے اٹھایا تھا اور اس کمرشل سٹور کے سامنے اتار دیا
 ۔۔۔۔۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ جان میکینڈو نے پہلے اُسے نیٹو کلب
 کے لئے کہا تھا۔ لیکن بعد میں اچانک ارادہ بدل کر وہ اس کمرشل
 روم کے سامنے اتر گیا تھا۔ اس پر ٹائیگر نے نیٹو کلب جا کر چھان
 کی۔ اس کے کچھ دوست نیٹو کلب میں موجود تھے ان سے پتہ چلا کہ

کوئی نیا آدمی نیٹو کلب میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اس سے صاف ظاہر تھا۔ کہ جان میکنز نے تعاقب سے باخبر ہوتے ہی نیٹو کلب جانے کا ارادہ بدل دیا تھا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل باربر اور ایر و کلب کی نگرانی کر رہے تھے۔ جب کہ باقی ممبروں کو باہر جانے والے راستوں پر تعینات کیا گیا تھا۔ عمران کے لئے سب سے بڑا مسئلہ سرد اور کی عدم موجودگی تھی۔ جان میکنز و اکیلا پھر رہا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ سرد اور کو وہ کہیں محفوظ جگہ پر چھوڑ کر نیٹو کلب جا رہا تھا۔ اور اسی اہم جگہ کی عمران کو تلاش تھی۔ ساحل سمندر کے اور ارد گرد کے علاقوں کی بھی چھان بین کی گئی تھی۔ لیکن وہاں کہیں بھی سرد اور کا سراغ نہ ملا تھا یہ چھان بین بھی ٹائیگر نے کی تھی۔

"سرد اور کی گم شدگی کا ابھی حکومت کو تو علم نہیں ہوا ہوگا۔"

بلیک زیرو نے کافی دیر کی خاموشی کے بعد عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جب تک ہم نہ بتائیں ہو بھی نہیں سکتا۔ اور جب تک سرد اور نہ ملیں میں بتانا بھی نہیں چاہتا۔" ورنہ ایک ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔

عمران نے جواب دیا۔

"جان میکنز کی ساحل سمندر سے ٹیکسی انگیج کرنے سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے سرد اور کو وہیں کہیں ہی چھوڑا ہے۔" بلیک زیرو نے کہا۔

"وہی قریب کوئی ایسی جگہ ہی نہیں ہے۔ رہائشی کیبن تک وہاں موجود نہیں ہیں۔" عمران نے سوچنے والے انداز میں کہا اور پھر

اچانک ایک خیال کے تحت وہ چونک پڑا۔

"اوہ۔۔۔ ضرور ایسا ہی ہوا ہوگا۔ میں خواہ مخواہ الجھا رہا ہوں۔"

عمران نے ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا؟" بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"میری ریڈ می میڈ کھوپڑی کی بیٹری بہت ڈاؤن ہوتی جا رہی ہے۔"

اب مجھے اسے چارج کرانا ہی پڑے گا۔۔۔ عمران نے سر جھٹکے ہوئے

کہا۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا آیا۔ اس نے

بلیک زیرو کے سوال کا جواب ہی نہ دیا تھا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار

انتہائی تیز رفتاری سے ساحل سمندر کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

ساحل سمندر پر پہنچ کر اس نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر خود تیز تیز

قدم اٹھاتا گھاٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چوں کہ اب شام ہونے والی

تھی اس لئے یہاں تفریح کرنے والوں کا ہجوم اور بھی زیادہ ہو گیا تھا۔

عمران تیز تیز قدم اٹھاتا ایک نئی لاپنچ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہ

لاپنچ چوں کہ بالکل نئی تھی۔ اس لئے عمران نے اسے انتخاب کر لیا تھا۔

لاپنچ کا مالک ساحل پر ہی کھڑا تھا۔ اس کے سینے پر لاپنچ کا نام اور نمبر کا

کارڈ چسپاں تھا۔ اسی کارڈ کی وجہ سے ہی عمران اس کی طرف بڑھتا تھا۔

"مجھے لاپنچ چاہیئے۔" عمران نے مالک سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سوری۔۔۔ میں اپنی لاپنچ صرف غیر ملکیوں کو کرایے پر دیتا ہوں۔"

مالک نے برا سامنہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

"میں نے کرایے کی بات کی ہے۔۔۔ میں نے صرف اتنا کہا ہے کہ

مجھے لاپنچ چاہیئے۔" عمران نے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"مگر کیوں؟" مالک نے اس بار حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ اب غور سے عمران کو سر سے پیر تک دیکھ رہا تھا۔
 "سیر کرنے کے لئے" اور میں نے لاپنچ کا اچار تو نہیں ڈالنا۔
 ویسے ایک بات ہے اگر تمہاری لاپنچ کا اچار ڈالنا پڑے تو اس کے لئے تو بہت بڑی بوتل تیار کرانی پڑے گی۔" عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ایک بار میں نے کہہ دیا ہے کہ میں اپنی لاپنچ صرف غیر ملکوں کو دیتا ہوں۔ وہ مناسب کرایہ دیتے ہیں۔ مقامیوں کا تو کرائے کا نام سنتے ہی رنگ زرد پڑ جاتا ہے۔" مالک نے پہلے سے کہیں زیادہ تحقیر آمیز لہجے میں کہا۔

"میں لاپنچ خریدنے کی بات کر رہا ہوں۔ کرائے پر لینے کی نہیں۔" عمران نے کہا اور مالک عمران کی بات سن کر بڑی طرح چونکا۔
 "آپ لاپنچ خریدنا چاہتے ہیں۔ مگر میں تو اسے نہیں بیچ رہا۔" مالک نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تو مت بیچو۔" میں نے تمہیں کب کہا ہے کہ تم بیچو۔ میں تو خریدنے کی بات کر رہا ہوں۔ بیچنے کے بارے میں تو میں نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔" عمران نے جواب دیا۔

"آپ کو وقت ضائع کرنے کے لئے میں ہی ملا ہوں پلیز۔" مالک نے اس بار انتہائی سخت لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر ابھرنے والے آثار بتا رہے تھے کہ وہ عمران کی دماغی صحت کے بارے میں مشکوک ہو چکا ہے۔

"دنیا میں کوئی چیز بھی ضائع نہیں ہوتی صرف روپ بدل لیتی ہے۔" اس فلسفے پر غور کرنا۔" عمران نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا لاپنچ کی طرف بڑھنے لگا۔

"ارے ارے۔" ادھر کہاں جا رہے ہو؟" مالک نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 "وقت ضائع کرنے؟" عمران نے مڑے بغیر کہا اور لاپنچ میں داخل ہو گیا۔

"بابر نکلو۔" ورنہ میں پولیس کو بلاتا ہوں۔" مالک نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"بلاؤ۔" جلدی کرو۔ تاکہ پولیس کے سامنے ہی میں تمہاری لاپنچ سے کوکین برآمد کروں۔ پولیس سے زیادہ معتبر گواہ ہمارے ملک میں اور کون ہو سکتا ہے؟" عمران کا لہجہ یک لخت کدخت ہو گیا اور عمران کے پیچھے لاپنچ میں داخل ہونے والا مالک عمران کا چہرہ اور لہجہ دیکھ کر یک لخت ٹھٹھک گیا۔
 "کک۔ کوکین۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

مالک نے گھبراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں سنٹرل نارکوٹکس اینجنسی کا چیف ہوں سمجھے۔ غیر ملکوں کو کوکین بیچتے ہو۔ سمندر کے اندر جا کر سودا کرتے ہو؟" عمران کا لہجہ اور بھی سخت ہو گیا۔

"نن۔ نن۔" نہیں جناب۔ آپ کو کسی نے غلط اطلاع دی ہے جناب؟" مالک کا تمام غصہ اور اعتماد سنٹرل نارکوٹکس

ایجنسی کا نام سنتے ہی بھاپ کی طرح اڑ گیا۔ اس کا رنگ اب زرد پڑ گیا تھا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تم نے جزیروں میں کوکین چھپا رکھی ہے۔ تم غیر ملکیوں کو سیر کے بہانے دہان لے جاتے ہو اور کوکین سپلائی کرتے ہو۔ بلاؤ پولیس کو۔۔۔ جلدی کرو۔۔۔“ عمران نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”جج۔۔۔ جناب۔۔۔ میں نے یہ کام کبھی نہیں کیا جناب۔ آپ کو غلط اطلاع ملی ہے جناب۔۔۔ آپ ہر طرح سے تسلی کر لیں جناب۔“

ماک نے گھگھیاٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اس تسلی کے لئے تو میں اکیلا آیا ہوں۔ تاکہ اگر تم بے گناہ ہو تو زیادہ پریشان نہ ہو۔ لیکن تم نے اٹا مجھ پر ہی پولیس بلانے کا رعب جھاڑنا شروع کر دیا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”سوری جناب۔۔۔ مجھے معلوم نہیں تھا جناب۔۔۔ یہ ٹھیک ہے میں واقعی لاپنج غیر ملکیوں کو کراہیہ پر دیتا ہوں۔ وہ کراہیہ زیادہ دیتے ہیں۔۔۔ مگر جناب۔۔۔ کوکین والا الزام غلط ہے جناب۔“

ماک نے اب ہر لفظ کے بعد جناب کہنا شروع کر دیا تھا۔

”اچھا۔۔۔ ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔ مجھے جزیروں کے لئے چلو۔ اگر تم بے گناہ ہوئے تو آنے جانے کا کراہیہ بھی دوں گا۔“ عمران نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے جناب۔۔۔ آپ بے شک تسلی کر لیں جناب۔“

ماک نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیزی سے انجن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے انجن سٹارٹ کیا اور لاپنج کا ٹنگر اٹھا کر اس نے لاپنج

آگے بڑھا دی۔ عمران بڑے اطمینان سے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

”آج تم نے کتنے غیر ملکیوں کو لاپنج کراہیہ پر دی تھی۔“ عمران نے پوچھا۔

”جناب۔۔۔ آج تو صرف ایک غیر ملکی نے لاپنج لی تھی۔ وہ ڈیڑھ گھنٹہ سمندر میں رہا۔ حالانکہ اس نے دو گھنٹے کا کراہیہ دیا تھا۔ واپسی پر میری رسی بھی کہیں پھینک دی۔۔۔ لاپنج کے مالک نے کہا اور عمران رسی کا سنتے ہی بڑی طرح چونک پڑا۔

”اوہ۔۔۔ اسی غیر ملکی کے متعلق تو ہمیں اطلاع ملی ہے۔ اس کا حلیہ تفصیل سے بتاؤ۔“ عمران نے کہا اور لاپنج کے مالک نے وہی حلیہ بتا دیا جس حلیے میں جان میکسز عمران کو شکیسی میں ملا تھا۔ اور عمران اس حیرت انگیز اتفاق پر حیران رہ گیا۔

”کیا اس بات کا پتہ چلا جاسکتا ہے کہ وہ غیر ملکی ڈیڑھ گھنٹہ کہاں رہا۔“ عمران نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

”نہیں جناب۔۔۔ اس بات کا پتہ تو نہیں چلا جاسکتا۔ کیوں۔“ مالک نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”سنو۔۔۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اس غیر ملکی نے بھاری مقدار میں کوکین ساحلی جزیروں میں سے کسی پر چھپائی ہے اور اس کے لئے تمہاری لاپنج استعمال کی گئی ہے۔۔۔ ہم نے تو یہی سمجھا تھا کہ تم بھی اس کے ساتھ ملوث ہو۔ لیکن تم کہتے ہو کہ اس نے کراہیہ پر لی تھی۔“

عمران کا لہجہ سخت ہو گیا۔

”میں درست کہہ رہا ہوں جناب۔۔۔ آپ میرے متعلق کہیں سے

بھی تسلی کر لیں۔ میں کبھی کسی غلط دھندے میں ملوث نہیں رہا۔
مالک نے جواب دیا۔

”پھر ایسا ہوگا کہ اس نے کوکین کہیں جزیرے میں چھپانے کے لئے
تمہاری لاپنج استعمال کی ہوگی۔ لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ کس
جزیرے پر؟“ — عمران نے کہا۔
”یہ بات تو میں بتا سکتا ہوں جناب۔“ مالک نے چونکتے
ہوئے کہا۔

”کیسے؟“ — عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جناب و ملاں بارہ چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جن میں سے صرف
ایک جزیرہ ایسا ہے جہاں لاپنج کو لنگر انداز کیا جاسکتا ہے۔ اگر غیر ملکی
جزیروں پر گیا ہوگا تو یقیناً اُسی جزیرہ پر ہی گیا ہوگا۔“ مالک نے
جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ گڈ۔۔۔ بس تم اُسی جزیرے پر چلو۔“ عمران نے
مسکراتے ہوئے کہا۔ اب اُسے یقین ہو گیا تھا کہ اس نے سردار کو
بہر حال ٹریس کر ہی لیا ہے۔

سردار کو ہوش آیا تو انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن
کافی دیر تک انہیں سمجھ میں ہی نہ آیا کہ وہ کہاں ہیں۔ آہستہ
آہستہ ان کا شعور جاگنا چلا گیا اور پھر انہیں احساس ہو گیا کہ وہ کسی بڑی
غار میں بندھے ہوئے پڑے ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے تو اپنے
ہاتھ کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن ہاتھ ان کی پشت پر کچھ اس
انداز میں باندھے گئے تھے کہ باوجود کوشش کے وہ انہیں کھولنے
میں ناکام رہے۔ اس کے بعد انہوں نے غار سے باہر نکلنے کی کٹھانی۔
کیوں کہ انہیں اس غار کے محل وقوع کا پتہ نہ چل رہا تھا۔ دار الحکومت
کے قریب تو کوئی ایسی پہاڑی وغیرہ نہ تھی۔ جہاں کوئی غار ہوتی۔
پھر وہ کہاں پہنچ گئے ہیں۔ اس لئے وہ غار سے باہر نکلنا چاہتے تھے۔
تا کہ یہ تو معلوم ہو سکے کہ وہ کہاں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے کمر وٹیں بدل

بدل کر غار کے دہانے کی طرف گھسٹنا شروع کر دیا۔ تھوڑی سی جلد وجہ
کے بعد وہ غار سے باہر نکل آنے میں کامیاب ہو گئے۔ اتنی سی
کوشش سے ہی ان کے کپڑے پھٹ گئے تھے۔ چہرے پر خراشیں آ گئی
تھیں اور سانس پھول گیا تھا۔ غار سے باہر آ کر بھی وہ حیرت
بھرے انداز میں ادھر ادھر دیکھتے رہے۔ یہاں ہر طرف درخت اور
اونچی اونچی جھاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ اور اس قدر گہری خاموشی
چھائی ہوئی تھی کہ سردا درکویوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ دنیا سے
بالکل علیحدہ کسی خطے میں موجود ہوں۔ وہ اس بات پر حیرت زدہ تھے
کہ آخر انہیں اعزاء کر کے کہاں لایا گیا ہے۔ اور اعزاء کر کے لے
آنے والے خود کہاں چلے گئے ہیں اور سب سے اہم بات یہ کہ اس جگہ
میں عمران کا کیا کردار ہے۔ عمران نے اُسے خود بلا کر اس جان میگزین کے
ساتھ بھیجا۔ اور پھر جان میگزین نے اسے راستے میں بے ہوش
کر دیا اور اب وہ یہاں بندھے پڑے ہیں۔ کوئی بات ان کی سمجھ میں
نہ آ رہی تھی۔ عمران پر وہ کسی بھی قیمت پر شک کرنے کو تیار نہ تھے۔
لیکن حالات بتا رہے تھے کہ یہ سب کچھ عمران کی مرضی سے ہی ہوا ہے۔
کافی دیر تک غار کے باہر نہ پڑے وہ یہی باتیں سوچتے رہے۔ پھر
انہوں نے مزید آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا۔ کیوں کہ ان کے خیال
کے مطابق ہو سکتا ہے انہیں کوئی امداد مل سکے۔ چنانچہ وہ جھاڑیوں
میں گھسٹتے آگے بڑھتے چلے گئے۔ اور پھر کافی دور تک گھسٹنے
کے بعد اچانک وہ رک گئے۔ ان کے کانوں میں ایسی آوازیں آرہی تھیں
جیسے کہیں نزدیک ہی پانی کی لہریں اچھل رہی ہوں۔ وہ چند لمحے پڑے

سوچتے رہے۔ اور ایک بار پھر وہ آگے کی طرف گھسٹتے چلے گئے۔ اب
پانی کی آوازیں واضح طور پر سنائی دینے لگی تھیں۔ گو انہیں گھسٹنے
میں بے حد تکلیف ہو رہی تھی۔ لیکن انہوں نے بہت نہ ماری اور
آگے بڑھتے ہی رہے۔

تھوڑی سی دور آگے بڑھنے کے بعد وہ اچانک رک گئے۔ کیوں کہ
انہیں اب دور تک پھیلا ہوا پانی صاف نظر آنے لگ گیا تھا۔ اور پھر
ان کے منہ سے ایک طویل سانس نکل گیا۔ وہ اب سمجھ گئے تھے
کہ وہ ساحلی غیر آباد جزیرے پر موجود ہیں۔ وہ گو کبھی ان جزیروں پر
نہیں آئے تھے۔ لیکن انہوں نے ان جزیروں کے متعلق سنا ضرور ہوا
تھا۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ تفریح کرنے والے لاپنجوں پر اکثر
ان جزیروں پر آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے کنارے
ہم پہنچنے کا فیصلہ کر لیا کہ شاید کوئی لاپنج یا کشتی گزرتی ہوئی انہیں نظر
آجائے اور ان کے آواز دینے پر انہیں دہانے سے اٹھایا جائے۔ چنانچہ
اس بار وہ اور زیادہ تیزی اور بہت سے آگے کی طرف گھسٹنے لگے۔
جھاڑیوں کی بلندی اب خاصی کم ہو گئی تھی۔ اور اب انہیں گھسٹنے
میں قدرے زیادہ آسانی محسوس ہونے لگی تھی۔

جھاڑیاں آہستہ آہستہ کم ہوتی چلی گئیں۔ اور پھر ملی اور سپاٹ
زمین آتی گئی۔ اور پھر تھوڑی سی کوشش کے بعد وہ کنارے کے
قریب پہنچے۔ کامیاب ہو گئے۔ اب انہیں سمندر واضح طور پر
نظر آ رہا تھا اور وہ کنارے پر بیٹھے امید بھری نظروں سے ادھر ادھر
دیکھ رہے تھے۔ لیکن سمندر دور دور تک خالی تھا۔ کہیں بھی کوئی کشتی

اور اسی ایک لمحے میں موت انہیں اپنے سامنے مجسم طور پر نظر آ گئی۔ — ظاہر ہے ہاتھ اور پیر بندھے ہونے کے بعد اتنی بلندی سے سمندر میں گرنے کے بعد ان کے زندہ بچ جانے کا ایک فی صد بھی چانس باقی نہ رہا تھا۔ — لیکن وہ بے بس اور مجبور تھے انہوں نے آخری لمحے میں اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن وہ قیامت کا لمحہ گزر گیا اور دوسرے لمحے وہ قلابازیاں کھاتے ہوئے راکفل سے ٹکلی ہوئی گولی کی طرح سمندر کی پُرشور لہروں میں گرتے چلے گئے پھر ایک زوردار چھپا کے کی آواز سنائی دی اور وہ سر کے بل پانی کے اندر گرتے چلے گئے۔ — پہلے تو وہ تیر کی طرح گھرائی میں اترتے چلے گئے پھر پانی نے انہیں باہر کی طرف اچھالا۔ اور ایک لمحے کے لئے چپے ہی ان کا جسم پانی کی سطح پر آیا انہوں نے اپنے آپ کو ڈوبنے سے بچانے کی لاشعوری کوشش کی۔ — انہوں نے اپنے جسم کو اکڑا کر تختے کی صورت میں گرنے کی کوشش کی۔ لیکن ہاتھ پیر بندھے ہونے کی وجہ سے ان کی کوشش ناکام ہوئی۔ اور وہ ایک بار پھر پانی میں ڈوبتے چلے گئے۔ — پانی نے ایک بار پھر انہیں باہر کی طرف اچھالا اور اس بار صرف ان کا سر ہی پانی سے باہر نکل سکا اور یہ ان کے شعور کا آخری منظر تھا۔ — اس کے بعد ان کے ذہن پر تاریکی کی بیز چادر بھیلی چلی گئی۔ یہ تاریکی یقیناً موت کی ہی تاریکی تھی۔

یا لاپنج نظر نہ آرہی تھی۔ وہ کافی دیر تک بیٹھے امید بھری نظروں سے سمندر کی طرف دیکھتے رہے۔ — چوں کہ پیر اور ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے وہ کھڑے نہ ہو سکتے تھے۔ اس لئے بیٹھے رہنے پر ہی مجبور تھے۔ جب کافی دیر تک کوئی لاپنج یا کشتی انہیں نظر نہ آئی تو اچانک انہیں ایک خیال آیا۔ — کہ کہیں وہ غلط سائیڈ پر تو نہیں بیٹھے۔ ہو سکتا ہے ساحل جزیرے کی دوسری طرف ہو اور کشتیاں ادھر تک آکر واپس چلی جاتی ہوں۔ — لیکن دوسری طرف اس حالت میں جانا ان کے لئے بے حد تکلیف وہ تھا جس طرح وہ گھسٹے گھسٹے یہاں تک پہنچے تھے۔ اس کی وجہ سے بھی ان کا پورا جسم پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ اور پھر پورا جزیرہ کراس کر کے دوسری طرف جانا انتہائی صبر آزمایہ عمل تھا۔ — لیکن پھر انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ یہاں بیٹھے بیٹھے کوئی نہ آیا تو وہ بھوک اور پیاس سے ہی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں گے اس لئے کوشش تو کی جائے شاید زہرہ کی بچ جائے۔ — چنانچہ وہ زمین پر لیٹ کر کر دھیں بدل بدل کر اور گھسٹ گھسٹ کر کنارے کنارے ہوتے ہوئے دوسری طرف بڑھنے لگے۔ — کیوں کہ جھاڑیوں کی نسبت پتھر ملی زمین پر وہ نسبتاً زیادہ آسانی سے گھسٹ سکتے تھے۔ گھسٹے گھسٹے جب ایک بار انہوں نے کروٹ بدلی تو ان کا جسم تیزی سے نیچے کی طرف کھسکنے لگا۔ کیوں کہ وہاں جگہ گیلی تھی۔ انہوں نے اپنے کندھے سے سکوڑ کر اور جسم کو چٹانوں کے ساتھ چپکا کر اپنے آپ کو روکنا چاہا۔ — لیکن جسم تیزی سے نیچے کھسکا چلا جا رہا تھا اور پھر ایک لمحے کے لئے ان کی ٹانگوں کے نیچے سے زمین غائب ہو گئی۔

”کچھ حالات ایسے پیش آگئے تھے ہاربر کہ میں تم سے رابطہ قائم نہ کر سکا۔ تمہیں اپنے آدمیوں کی ہلاکت کی اطلاع تو مل چکی ہوگی۔ مجھے افسوس ہے وہ دونوں بالکل ہی کمزور نکلے۔“ جان میکنزو نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔۔۔ مل چکی ہے۔ لیکن واقعہ کیا ہوا تھا جناب۔ دولت آباد کا ایک مشہور غنڈہ بھی آپ کو پوچھتا ہوا میرے پاس آیا تھا۔“ ہاربر نے جواب دیا۔

”دولت آباد کا مشہور غنڈہ۔۔۔ اور مجھے پوچھتا ہوا آیا تھا۔“

میکنزو اس اطلاع پر بڑی طرح چونک پڑا۔
”ہاں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ قبل دولت آباد کا مشہور غنڈہ کو برا آیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ ریڈ فاکس سے اس کا تعلق ہے اور ریڈ فاکس نے اُسے ایک اہم پیغام دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے۔ وہ آپ سے فوری طور پر ملنا چاہتا تھا لیکن ظاہر ہے آپ غائب تھے۔ اس پر اس نے کہا کہ آپ جیسے ہی آئیں آپ کو اطلاع دے دی جائے۔ اس نے اپنا پتہ دینے سے گریز کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ وہ خود فون کر کے پوچھ لے گا۔“

ہاربر نے جواب دیا۔
”اوہ۔۔۔ وہ یقیناً کوئی غلط آدمی ہوگا۔ ریڈ فاکس نے کبھی کسی کو برے یا دولت آباد کا ذکر نہیں کیا۔ ویسے بھی اگر اُسے کوئی پیغام دینا تھا تو تو وہ مجھے براہ راست دے سکتا تھا۔“ جان میکنزو نے جواب

دیا۔
”ہو سکتا ہے جناب۔“ ہاربر نے جواب دیا۔

By Saad

وہ

جان میکنزو نیا میک اپ کرنے کے ساتھ ساتھ نیا لباس بھی پہن چکا تھا۔ اور اب اُسے آسانی سے پہچانا جاسکتا تھا۔ جیگور اُسے میک اپ کا سامان اور لباس دینے کے بعد جا چکا تھا۔ اُسے گئے ہوئے بھی کافی دیر ہو چکی تھی۔ جان میکنزو نے لباس تبدیل کرنے کے بعد میز پر پڑا ہوا ٹیلی فون اپنی طرف گھسیٹا اور ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”ایروکلب۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ اور جان میکنزو آواز سے ہی پہچان گیا کہ دوسری طرف سے بولنے والا بذاتِ خود ہاربر ہے۔

”ہاربر۔۔۔ میں وائلڈ بول رہا ہوں۔“ جان میکنزو نے پورا نام لینے کی بجائے آدھے نام پر ہی اکتفا کیا۔

”اوہ جناب۔۔۔ آپ کہاں چلے گئے۔ میں تو سخت پریشان ہوں۔“ ہاربر نے تیز اور جوشیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔۔۔ پہنچ جائے گا۔ مگر لینے والے کی کیا نشانی ہو گی؟"۔۔۔ باربر نے پوچھا۔

"وہ اس سے آکر ماچس مانگے گا۔ تمہارا آدمی جواب دے گا کہ لائٹر ہے جس پر وہ کہے گا کہ لائٹر ہے تو پھر سونے کا ہونا چاہیے۔"۔۔۔ جان میکنزون نے اُسے فوری طور پر کوڈ نما الفاظ بتا دیئے۔

"ٹھیک ہے جناب۔۔۔ ایسا ہی ہو گا؟"۔۔۔ باربر نے مطمئن ہونے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہاری رقم اور ٹرانسمیٹر کی قیمت سے ڈبل تمہیں ریڈ فاکس بھیج دے۔ رقم فکر نہ کرو چیزیں پہنچ جانی چاہئیں اور تعاقب وغیرہ سے اپنے آدمی کو ہوشیار کر دینا؟"۔۔۔ جان میکنزون نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جناب۔۔۔ آپ بے فکر رہیں؟"۔۔۔ باربر نے کہا۔

"او۔ کے؟"۔۔۔ جان میکنزون نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے سیور رکھ دیا۔ اب وہ مطمئن تھا کہ اس کا مشن مکمل طور پر کامیاب رہے۔ اُسے معلوم تھا کہ سیکرٹ سروس ضرور اس کے ملک میں سرور کو ہار کرانے کے لئے آئے گی۔ لیکن وہاں کے لئے اُسے کوئی فکر نہ تھی۔ کیوں وہاں اس کے پاس بے پناہ وسائل موجود تھے۔

تقریباً آدھا گھنٹہ بعد دروازہ کھلا اور جگوار اندر داخل ہوا۔ پہلے تو جان میکنزون کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ کیوں کہ جان میکنزون نے میک آپ

"سب انتظامات مکمل ہو گئے؟"۔۔۔ جان میکنزون نے اُسے ٹھٹھکتے

"کیا تم اُسے ذاتی طور پر جانتے ہو کہ وہ واقعی دولت آباد کا غنڈہ ہے؟"۔۔۔ جان میکنزون نے کچھ لمحے سوچنے کے بعد پوچھا۔

"ذاتی طور پر تو نہیں جانتا۔۔۔ صرف نام ہی اس کا سنا ہوا ہے۔"۔۔۔ باربر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ پھر یقیناً وہ سیکرٹ سروس کا آدمی ہو گا۔ اور اس طرح وہ تم سے میرا پتہ پوچھنا چاہتا ہو گا۔ بہر حال اب وہ خود آئے یا اس کا فون۔۔۔ تو تم نے اُسے ہی کہنا ہے کہ میرا تم سے کوئی رابطہ قائم نہیں ہوا۔"۔۔۔ جان میکنزون نے سخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔۔۔ میں ہی جواب دوں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔ میرے لائق کوئی خدمت؟"۔۔۔ باربر نے کہا۔

"سنو۔۔۔ مجھے فوری طور پر دو لاکھ روپے اور ایک وسیع جیلہ عمل کا ٹرانسمیٹر چاہیے۔ کتنی دیر میں بندوبست ہو سکتا ہے؟"

جان میکنزون نے کہا۔

"زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے میں جناب؟"۔۔۔ باربر نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ تم یہ دونوں چیزیں آدھے گھنٹے کے بعد ایک بیگ میں رکھ کر برا سم روڈ پر موجود سٹی کمرشل سٹور کے دروازے پر کسی آدمی کو دے کر بھیج دو۔۔۔ میرا آدمی اس سے وصول کرے گا۔ تمہارے آدمی نے نیلے رنگ کی ٹافی باندھ رکھی ہو۔ اور اس کے کوٹ کے کالر پر کوئی پھول لگا ہونا چاہیے۔"۔۔۔ جان میکنزون نے جواب

دیا۔

دیکھ کر پوچھا۔ اور اس کی آواز سن کر جگور بے اختیار مسکرا دیا۔
 "حیرت انگیز۔۔۔ کمال کا میک اپ کیا ہے آپ نے۔۔۔ میں
 تو بالکل سی نہیں پہچان سکا۔۔۔ جگور نے کہا۔
 "جو میں پوچھ رہا ہوں وہ بتاؤ۔۔۔ انتظامات ہو گئے۔

جان میکنز نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔
 "جی ہاں۔۔۔ سب انتظامات ہو گئے ہیں۔ ہم یہاں سے کار کے
 ذریعے جانی گوشت جانیں گے۔ وہاں ایک لایچ ہمارے منتظر ہوگی۔ اس
 لایچ کے ذریعے ہم جزیرے پر پہنچیں گے اور وہاں سے آپ کے آدمی کو
 لائیں گے اور اسے پھیرے کی کشتی میں آپ سمیت سمندر میں روانہ کر
 دیں گے۔ سامان بردار لایچ پر میں ہوں گا اور چینگ کے بعد
 اندرون سمندر آپ اور آپ کے آدمی کو لایچ پر سوار کر لوں گا اور لایچ
 آگے بڑھ جائے گی۔۔۔ جگور نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے
 کہا۔

"او۔ کے۔۔۔ پھر چلیں۔۔۔ جان میکنز نے مطمئن انداز میں
 سر ملاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے
 ہوئے کلب کے چھوٹے دروازے سے باہر سڑک پر نکل آئے۔
 "اس طرف میری کار موجود ہے۔۔۔ جگور نے ایک طرف
 گلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم کار لے کر سٹی کمرشل سٹور کے سامنے پہنچ جاؤ میں تمہیں وہاں
 ملوں گا۔ میں تمہارے لئے رقم کا بندوبست کر لوں۔۔۔ جان میکنز
 نے کہا۔

"ادہ۔۔۔ ٹھیک ہے جناب۔۔۔ جگور نے سر ملاتے ہوئے
 کہا اور پھر وہ تیزی سے گلی کی طرف مڑ گیا۔ جب کہ جان میکنز تیز
 قدم اٹھاتا کمرشل سٹور کی طرف بڑھتا چلا گیا۔۔۔ جب وہ سٹور کے
 برآمدے میں پہنچا تو اُسے ایک ستون کے ساتھ باربر کا آدمی کھڑا نظر آ
 گیا۔ ایک بیگ بھی اس کے ساتھ فرش پر پڑا تھا۔۔۔ اس کا انداز
 ایسا تھا جیسے وہ کسی ٹیکسی کی انتظار میں کھڑا ہو۔ اس نے نیلے رنگ کی
 ٹائی باندھ رکھی تھی اور کوٹ کے کالر پر پھول بھی اٹکار کھا تھا۔
 "ماچس مل سکتی ہے۔۔۔ جان میکنز نے اس آدمی کے قریب جا
 کر بڑے سنجیدہ لہجے میں پوچھا اور جان میکنز کا فقرہ سن کر وہ چونک پڑا۔
 "سواری۔۔۔ لائٹر ہے۔۔۔ اس آدمی نے غور سے جان میکنز
 کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"لائٹر ہے تو پھر سونے کا ہونا چاہیے۔۔۔ جان میکنز نے اپنا
 ہی بتایا ہوا کوڈ دوہراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ اس بیگ میں آپ کی مطلوبہ چیزیں موجود ہیں۔
 اس آدمی نے مطمئن انداز میں بیگ اٹھا کر جان میکنز کے ہاتھ میں دیتے
 ہوئے کہا۔

"باربر سے میرا شکریہ ادا کر دینا۔۔۔ جان میکنز نے مسکراتے
 ہوئے کہا اور بیگ اٹھائے تیزی سے واپس مڑا۔ اُسی لمحے ایک کار
 اس کے قریب آ کر رکی اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے جگور
 نے ہاتھ باہر نکال کر لہرایا تو جان میکنز تیزی سے کار کی طرف مڑا اور
 پھر کار کا دروازہ کھول کر وہ ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جگور نے کار

تیزی سے آگے بڑھا دی۔
 "رقم کا بند دبست ہو گیا ہے جناب۔" جگور نے کار کو
 چلاتے ہوئے بڑے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔
 "ہاں۔" ہو گیا ہے۔ سی۔ آئی۔ اے کے لئے رقم کوئی مسئلہ نہیں
 ہوتی۔" جان میکنز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور جگور
 نے بڑے مؤدبانہ انداز میں سر ہلادیا۔ اس کے چہرے پر مسرت کے
 آثار ابھر آئے تھے۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد کار شہر سے باہر جانے والی
 سڑک پر آگئی اور پھر وہاں سے ایک چھوٹی سڑک پر گھوم کر آگے بڑھتی
 چلی گئی۔ کھوڑی دور آگے جا کر سڑک ختم ہو گئی۔ اور اب کار
 ریت پر دوڑ رہی تھی۔ دور سمندر بھی نظر آ رہا تھا۔ کافی دیر تک ریت
 پر دوڑنے کے بعد پھیروں کی ایک بستی کے آثار نظر آنے لگ گئے۔
 "یہ جانی گوٹھ ہے جناب۔" پھیروں کی بستی۔" جگور نے
 جان میکنز سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور جان میکنز نے سر ہلادیا۔
 کھوڑی دیر بعد وہ بستی کے کنارے پر بنے ہوئے ایک کچے سے
 مکان کے سامنے جا کر رک گئی۔ مکان میں سے دو غنڈے ٹاپ آدمی
 نکل کر کار کی طرف آئے۔ ان کے کاندھوں پر مشین گنیں لٹکی
 ہوئی تھیں۔ جگور اور جان میکنز بھی نیچے اتر آئے۔ جان میکنز نے
 بیگ ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔
 "لاپنج ابھی نہیں آئی سو مار۔" جگور نے ایک مسلح شخص سے
 مخاطب ہوتے ہوئے حکمانہ لہجے میں پوچھا۔

"باس۔" لاپنج گھاٹ میں تیار کھڑی ہے۔ آپ حکم کریں تو ابھی
 یہاں پہنچ جائے گی۔" مسلح شخص نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے
 ہوئے کہا۔
 "جلدی منگواؤ۔" جگور نے سخت لہجے میں کہا اور جان میکنز
 کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ اس کے مکان کی طرف بڑھتا
 چلا گیا۔ جان میکنز بھی بیگ اٹھائے اس کے پیچھے چلتا ہوا مکان میں داخل ہو
 گیا۔

"اب آپ رقم میرے حوالے کر دیں جناب۔" جگور نے ایک
 کمرے میں رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
 "رقم اس وقت ملے گی جب تم پاکیشیا کی سمندر ہی حدود کو اس کو
 جاؤ گے اس سے پہلے نہیں۔" جان میکنز نے سپاٹ لہجے
 میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 پھر اس سے پہلے کہ جگور کچھ کہتا۔ ایک مسلح آدمی جو سو مار کے ساتھ
 مکان سے باہر آیا تھا تیز تیز قدم اٹھاتا اندر داخل ہوا۔
 "باس۔" آپ نے لاپنج جزیرے پر لے جانی تھی۔
 آنے والے نے کہا۔

"ہاں۔ کیوں؟" جگور نے پوچھا۔ جان میکنز بھی چونک پڑا۔
 "باس۔" جزیرے پر سے پھیروں نے ایک آدمی کو ڈوبتے
 ہوئے بچایا ہے۔ بوڑھا آدمی ہے۔ اس کے ہاتھ پیر رسیوں سے بندھے
 ہوئے تھے۔ مجھے ابھی ابھی اطلاع ملی ہے تو میں نے سوچا کہ کہیں
 وہ ہمارا مطلوبہ آدمی ہی نہ ہو۔" آنے والے نے مؤدبانہ لہجے میں

جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ — یقیناً وہی ہوگا۔ وہاں رسیوں سے بندھا ہوا وہی آدمی ہو سکتا ہے۔ مر گیا ہے یا زندہ ہے؟" — جان میکنز نے ایک جھٹکے سے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"زندہ ہے جناب۔ اگر پھیرے کچھ لمحے دیر سے پہنچے تب یقیناً مرجاتا۔ ویسے ابھی وہ پوری طرح ہوش میں نہیں آیا۔ بوڑھا حکیم اس کا علاج کر رہا ہے۔" — آنے والے نے جواب دیا۔

"اوہ — کہاں ہے وہ — چلو — مجھے لے چلو۔"

جان میکنز نے تیز لہجے میں کہا۔

"آپ بیٹھیں — اسے نہیں بولا لیتے ہیں۔ اس سستی پر ہماری چودہ ہر ہے؟" — جگپور نے جان میکنز سے کہا اور پھر وہ آنے والے سے مخاطب ہو کر بولا۔

"چکیو — تم اس بوڑھے کو یہاں لے آؤ۔ اور جو اُسے بچا لیا ہے

اُسے بھی بلا لاؤ۔" — جگپور نے تسکمانہ لہجے میں کہا۔

"بہت اچھا باس —" — چکیو نے جواب دیا اور تیزی سے

واپس مڑ گیا۔

"یہ تو اچھا ہوا کہ وہ زندہ بھی بچ گیا اور یہاں بھی پہنچ گیا ورنہ سارا مشن

فیل ہو جاتا۔" — جان میکنز نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں — جو ہوتا ہے اچھا ہی ہوتا ہے۔" — جگپور نے جواب

دیا لیکن اس کے لبوں پر ہلکی سی طنز یہ مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔ لیکن اس

مسکراہٹ کو جان میکنز دچک نہ کر سکا۔ کیوں کہ اس کی تمام تر توجہ

دروازے کی طرف سی تھی۔

تھوڑی دیر بعد چکیو سردار کو کاندھے پر لادے کمرے میں داخل ہوا۔

اس کے پیچھے ایک بوڑھا سا آدمی تھا جس نے ہاتھ میں ایک میلا سا بیگ

اٹھایا ہوا تھا۔ جب کہ دوسرا ایک نوجوان مچھرا تھا۔ ان دونوں

نے اندر آتے ہی جگپور کو انتہائی جھک کر سلام کیا۔ چکیو نے سردار کو

ایک طرف پڑی ہوئی پنج پر لٹا دیا۔ سردار اور بے ہوش تھے۔ لیکن

ان کی جلد کی رنگت تیار ہی تھی کہ وہ موت کے خطرے سے باہر آچکے ہیں۔

"بوڑھے — اس کی اب کیا حالت ہے۔ کیا اس کی جان کو تو کوئی

خطرہ نہیں؟" — جگپور نے تھیلے والے بوڑھے سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"نہیں مائی باپ — یہ اب بالکل ٹھیک ہے۔ میں نے اسے نیند

والی بوٹی کھلا دی ہے اب یہ کم از کم دو روز سو رہے گا۔ اس کے بعد

جب یہ لٹھے گا تو بالکل تندرست ہوگا مائی باپ۔" — بوڑھے نے

ہاتھ جوڑتے ہوئے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ یہ تو تم اپنا انعام۔" — جگپور نے جیب سے

پچاس روپے کا نوٹ نکال کر بوڑھے کی طرف اچھلتے ہوئے کہا۔ اور

بوڑھے نے نوٹ اٹھا کر یوں سلام کرنا شروع کر دیا جیسے اُسے سات

بادشاہوں کا خزانہ مل گیا ہو۔

"اسے تم لے آئے تھے؟" — جگپور نے اب نوجوان سے مخاطب

ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں مائی باپ — میں جدیرے سے پرے بھنور والے پانی میں

گیا تھا۔ وہاں میں نے بڑے کیکڑے کے لئے جال ڈالا ہوا تھا۔ کہ میری

والا مسیح آدمی جسے جگمور نے سوار کے نام سے مخاطب کیا تھا۔ اور جولائی
یعنے کے لئے گیا تھا اندر داخل ہوا۔

”باس — لاپنج آگئی ہے“ — سوما نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھہرو۔۔۔ ابھی لاپنج کی ضرورت نہیں ہے“۔۔۔ جیگور نے سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور سوار خاموش کھڑا رہ گیا۔

”دیکھیں جناب۔۔۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آدھی رقم آپ مشن شروع ہونے سے پہلے اور آدھی بعد میں دیں گے“۔۔۔ جیگور نے جان میکنز سے مخاطب ہو کر کہا۔

”دیکھیں جناب۔۔۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آدھی رقم آپ مشن شروع ہونے سے پہلے اور آدھی بعد میں دیں گے۔“ جیگور نے جان میکنز سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ٹھیک ہے دوں گا۔ میں کب اپنے وعدے سے مکر رہا ہوں؟“
جان میکنز نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

”لیکن پہلے میری تسلی کرا دیں کہ آپ کے پاس رقم ہے بھی سہی یا نہیں؟“ جیگور نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”رقم اس بیگ میں موجود ہے۔ اطمینان رکھو۔“ ہم کبھی وعدہ خلا فی نہیں کرتے۔۔۔ جان میکنز نے ساتھ رکھے ہوئے بیگ کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

”سنو مسٹر — معاملہ میری توقع سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ مجھے یہ آدمی انتہائی اہم لگ رہا ہے۔ اس لئے پہلا معاہدہ کیٹنل — اب میں بیس لاکھ روپے لوں گا۔ اور وہ بھی پہلے۔ ورنہ دوسری صورت میں یہ آدمی ہمارے پاس رہے گا۔ ہم یہاں کی حکومت سے سود ابادزی کر لیں گے۔“

جیگور نے یک لخت بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

طبعیت غراب ہو گئی۔ اس پر میں شکار چھوڑ کر واپس آ گیا۔ جزیرے کے قریب سے گزرتے ہوئے میں نے اسے اوپر سے گرتے اور پھر ڈوبتے دیکھا تو مائی باپ اسے بچا لیا۔ نوجوان نے بھی انتہائی عاجزانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ نو — یہ تمہارا انعام —“ جیگور نے پچاس روپے کا ایک نوٹ نکال کر اس نوجوان کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ اس نوجوان مجھیرے نے نوٹ اٹھا کر بڑے عاجزانہ انداز میں سلام کیا۔ اس کی آنکھوں میں نوٹ دیکھ کر بے حد حیرت آگئی تھی۔

”اور سنو۔۔۔ اس آدمی کے یہاں آنے کے متعلق کسی کو خبر نہیں
ہونی چاہیے ورنہ میں پوری بستی کو آگ لگا دوں گا۔“ جگمور نے
انتہائی کڑک دار لہجے میں بوڑھے اور نوجوان مچھیرے سے مخاطب ہو
کر کہا۔

ہم سمجھتے ہیں مائی باپ — آپ بے فکر رہیں — ان دونوں نے جواب دیا اور پھر جگور کے اشارے پر وہ سلام کرتے ہوئے تیزی سے باہر نکلتے چلے گئے — چکیو سمر داؤر کو پنج پر لٹا کر ایک طرف خاموش کھڑا تھا۔

”آپ نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے کہ یہی آپ کا مطلوبہ آدمی ہے۔
جسے سرحد سے باہر منتقل کرنا ہے۔“ جگپور نے اس بار جان میکنز
سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بالکل یہی ہے۔“ جان میکنز نے جواب دیا۔
پھر اس سے پہلے کہ جیگور کوئی اور بات کرتا۔ مکان سے باہر ملنے

”خبردار — ہاتھ اٹھا دو“ — اچانک جیگور نے ریو الوور کی نال جان میکنز کے سینے سے لگا دی۔ جان میکنز کے سنبھلنے کے وقفے میں وہ اس کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اور جان میکنز نے دونوں ہاتھ اٹھا لئے۔ کیوں کہ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔

”بولو — بیس لاکھ دے سکتے ہو یا نہیں؟“ — جیگور نے کمرخت لہجے میں کہا۔

”اگر تم بھد ہو تو ایسے ہی سہی — لیکن اس کے لئے مجھے فون کرنا پڑے گا“ — جان میکنز نے سرد لہجے میں کہا۔

”فون نہیں — اگر تم اپنے رقعہ پر منگوا سکتے ہو تو بولو“ — جیگور نے کمرخت لہجے میں کہا۔

”نہیں — رقعے پر کام نہیں ہو سکتا — بھاری رقم ہے“ — فون تو کرنا ہی پڑے گا“ — جان میکنز نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے — پھر تم چھٹی کرو۔ جو رقم تم لے آئے ہو ہمارے لئے فی الحال وہی کافی ہے۔ باقی ہم اس آدمی کے بدلے حکومت سے لے لیں گے۔“ — جیگور نے بڑے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

”سنو جیگور — اب بھی وقت ہے کہ لالچ نہ کرو۔ میں نے تمہاری عدم موجودگی میں کسی جگہ فون کیا ہے اور میرے آدمیوں کو سب معلوم ہے مجھے مارنے کے بعد تم میں سے ایک بھی زندہ نہیں رہ سکتا“ — جان میکنز نے کہا۔

”وہ بعد کی بات ہے۔ جیگور ایسی باتوں سے نہیں ڈرا کرتا۔ اور مجھے

”دیکھو جیگور — لالچ کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ جو تم سے معاہدہ ہوا اس پر قائم رہو۔ ورنہ ادنیٰ چھ لاکھ مارنے کی صورت میں حالات پلٹ بھی سکتے ہیں۔“ — جان میکنز نے سخت لہجے میں کہا۔ اور اس کا ہاتھ اپنی جیب کی طرف رینگنے لگا۔

”ہاتھ جیب سے پرے رکھو — ورنہ میں گولی چلا دوں گا“ — جیگور نے انتہائی پھرتی سے ریو الوور نکالتے ہوئے کہا اور جان میکنز نے ہاتھ پرے کر دیا۔ لیکن اس کا چہرہ سن ہو گیا تھا۔ اور آنکھوں میں موجود سرنخی اور گھری ہوئی تھی۔ اس کی چھٹی جس نے خطرے کا الارم بجانا شروع کر دیا تھا۔

”جیکو — اس کی تلاشی لو — اور سنو مسٹر — اگر کوئی چالاک دکھانے کی کوشش کی تو ڈھیر کر دوں گا“ — جیگور نے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور جیکو نے تیزی سے آگے بڑھ کر جان میکنز کو کپڑے اٹھانا چاہا۔ مگر دو سکر لے وہ اچھل کر قلابازی کھاتا ہوا جیگور کے اوپر جا گرا۔ جان میکنز و عین اُسی لمحے ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ سو مار نے تیزی سے کندھے سے ٹھکی ہوئی مشین گن اتارنے کی کوشش کی۔ لیکن جان میکنز بھوکے چیتے کی طرح اچھل کر اس سے جا ٹکرایا۔ اور اُسی لمحے فائر ہوا۔ لیکن گولی جان میکنز کی بجائے اس کے قریب سے گزرتی ہوئی دیوار میں جا گری۔ یہ فائر جیگور نے کیا تھا۔ لیکن اتنی دیر میں جان میکنز سو مار کو ٹپکا کر اس سے مشین گن چھیننے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ سیدھا ہوتا۔ جیکو پوری قوت سے اس سے اٹکرایا اور مشین گن اس کے ہاتھ سے بھی نکلتی چلی گئی۔

کی آوازوں کے باوجود اور کوئی آدمی اندر نہ آیا تھا۔ اس لئے جان میکنز وہ سمجھ گیا کہ یہاں جیگور کے یہ دو ساتھی موجود تھے۔ اور بستی والے شاید ایسی فائرنگ کے عادی رہے ہوں گے۔ چنانچہ ریوالور اس نے جب میں ڈالا ایک مشین گن اٹھا کر کاندھے سے لٹکائی اور پھر آگے بڑھ کر اس نے پنچ پر پڑے ہوئے سردار کو اٹھا کر کاندھے پر لاد لیا۔ اس کے بعد وہ مڑا اور اس نے دوسرے ہاتھ سے بیگ اٹھایا۔ اور تیز تیز دم اٹھاتا مکان سے باہر نکلتا چلا آیا۔

مکان سے باہر نکلتے ہی اسے سامنے ساحل پر ایک جدید ترین لاپنچ ٹری نظر آئی۔ لاپنچ پر کوئی آدمی نہ تھا۔ شاید ڈرائیور کو واپس بھیج دیا گیا تھا۔ بہر حال جان میکنز وہ بیگ اور سردار کو اٹھائے تیزی سے پنچ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے لاپنچ میں داخل ہوتے ہی سردار کو ایک طرف لٹایا اور لنگر اٹھا کر انجن کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے لاپنچ ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اور پھر تیزی سے سمندر میں تیرتی گئی۔ جان میکنز وہاب پوری طرح مطمئن تھا۔

کافی اندر آنے کے بعد جان میکنز نے لاپنچ کا انجن بند کر دیا۔ اور لاپنچ سمندر کی لہروں پر کشتی کی طرح تیرنے لگی تو اس نے قریب ہوا بیگ اٹھایا اور اس میں سے وسیع حیطہ عمل کا ٹرانسمیٹر نکال کر ریڈیو فاکس کی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔

پس۔۔۔ ریڈیو فاکس سپیکنگ اور۔۔۔ تھوڑی دیر کی

شش کے بعد ٹرانسمیٹر پر ریڈیو فاکس کی آواز ابھری۔

"وائلڈ بول رہا ہوں جناب اوور"۔۔۔ جان میکنز نے جواب دیا۔

سی۔ آئی۔ اے کی دھونس بھی نہ دینا۔ اتنا احمق میں نہیں ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ سی۔ آئی۔ اے مجھ جیسے آدمیوں سے کام نہیں لیا کرتی اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔۔۔ جیگور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سوچ لو۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں بعد میں پچھتانے کا بھی موقع نہ ملے

جان میکنز نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"سوچ لیا ہے۔۔۔ جاؤ"۔۔۔ جیگور نے کہا اور اس کی انگلی

نے ٹریگر پر حرکت کی مگر اُسی لمحے جان میکنز وہجلی کی سی تیزی سے نیچے

بیٹھ گیا۔۔۔ اور پھر کمرہ جیگور کی چنچ سے گونج اٹھا۔ کیوں کہ نیچے بیٹھتے

ہی جان میکنز نے ایک جھٹکے میں جیگور کو اٹھا کر اپنے پیچھے کھڑے ہوئے

چیکو اور سوار پر اچھال دیا اور جیگور چنچا ہوا ان دونوں سے جا ٹکرایا۔ اور

دو تینوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر نیچے جا گرے۔۔۔ اور پھر اس سے

پہلے کہ وہ سنبھلتے جان میکنز نے انتہائی پھرتی سے حبیب سے ریوالور

نکالا اور دوسرے لمحے کمرے میں لگاتار تین دھماکوں کے ساتھ تین چنچیں

گوںجیں۔۔۔ اور جیگور سمیت وہ دونوں فرش پر گر کر تر پنے لگے۔

"وائلڈ ٹائیگر کو تم نے چوہا سمجھ لیا تھا۔۔۔ گھٹیا بد معاش"

جان میکنز نے حقارت آمیز لہجے میں ایک طرف تھوکتے ہوئے کہا۔

سوار نے اٹھنے کی کوشش کی۔۔۔ لیکن اسی لمحے جان میکنز نے ایک

بار پھر ٹریگر دبا دیا۔ اور سوار ایک جھٹکے سے ساکت ہو گیا۔ جیگور اور

چیکو کو گولیاں سینے اور پہلو میں لگی تھیں۔ ان کی حرکات اب آہستہ آہستہ

سست پڑتی جا رہی تھی۔۔۔ اور چند لمحوں بعد وہ تینوں ساکت

ہو گئے۔ ان کے ارد گرد کی زمین خون سے سرخ ہو گئی۔ چوں کہ فائرنگ

سردار کو لے لیں اور۔۔۔ ریڈ فاکس نے پوچھا۔

”جناب۔۔۔ یہاں ساحل سے قریب ہی چھوٹے چھوٹے غیر آباد جزیرے ہیں۔ میں لاپنج میں وہاں پہنچ جاتا ہوں۔ سفارت خانے والے مجھے وہاں سے لے سکتے ہیں اور۔۔۔ جان میکنز نے کہا۔

”اور۔۔۔ تم وہاں پہنچنے کے بعد اپنی لاپنج کو چھپا دینا۔ میں سفیر سے کہوں گا کہ وہ اپنے مخصوص ہیلی کاپٹر کے ذریعے تم دونوں کو وہاں سے اٹھالے گا اور۔۔۔ ریڈ فاکس نے کہا۔

”اگر ایسا ہو جائے تو زیادہ اچھا ہے۔ ورنہ وہ لاپنج میں آئے تو ہو سکتا ہے سیکرٹ سروس والے مشکوک ہو جائیں اور۔۔۔ جان میکنز نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ایسا ہی ہوگا۔ وہاں ہمارے سفیر کے پاس ذاتی ہیلی کاپٹر ہے اور۔۔۔ ریڈ فاکس نے کہا۔

”اور۔۔۔ سردار اور۔۔۔ جان میکنز نے جواب دیا۔
”اور اینڈ آل۔۔۔ ریڈ فاکس نے کہا۔ اور جان میکنز نے ٹرانسمیٹر آف کر کے دوبارہ انجن چلا دیا اور پھر لاپنج کا رخ واپس جزیروں کی طرف کر دیا۔

”اوہ۔۔۔ کیا رپورٹ ہے اور۔۔۔ ریڈ فاکس کی اشتیاق بھری آواز سنائی دی اور جان میکنز نے جواب میں تمام صورت حال تفصیل سے بتا دی۔

”دیر ہی گڈ۔۔۔ تم پہلے مجھے کال کر لیتے تو تمہیں اس جنگیور کے پاس جانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ میں پاکیشیا میں اپنے سفارت خانے کو کال کر دیتا ہوں۔ وہ تمہیں اور سردار کو کور کر لیں گے اس کے بعد اسے وہاں سے نکالنا آسان ہو جائے گا اور۔۔۔ جان میکنز نے

حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔
”کیسے جناب۔۔۔ سیکرٹ سروس تو بھوکے کتوں کی طرح ہماری تلاش میں ہوگی اور۔۔۔ جان میکنز نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”اس کا طریقہ بھی میں نے سوچ لیا ہے۔ دو چار روز بعد سفارت خانے کے کسی ملازم کی اچانک موت کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اور پھر اس کے لاش کا تابوت ولسیٹن کارمن لایا جائے گا۔ لیکن اس تابوت میں اس ملازم کی لاش کی بجائے سردار اس ملازم کے میک اپ میں بے ہوش پٹے ہوں گے۔ بولو کیسا طریقہ ہے اور۔۔۔ ریڈ فاکس نے کہا۔

”دیر ہی گڈ باس۔۔۔ بہت خوب صورت طریقہ ہے۔ آپ واقعہ باس ہیں دیر ہی گڈ۔۔۔ جان میکنز نے کھلے دل سے ریڈ فاکس کی ذہانت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔
”اور۔۔۔ اب تم مجھے وہ جگہ بتاؤ تاکہ سفارت خانے والے تمہیں

ایک قلم پر پڑی۔ اس نے تیزی سے جھک کر وہ قلم اٹھالیا۔ اور دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گئی۔ قلم پر اُسی عیبار ٹری کا مخصوص نشان موجود تھا جس کے سربراہ سردار تھے۔ اس قلم کے ملنے کے بعد اب اس بات میں کوئی شک نہ رہا تھا کہ سردار اور وہ یہاں لایا گیا ہے۔ اور قلم کی اس طرح یہاں موجودگی سے یہ بات بھی واضح ہو گئی تھی کہ سردار وہی یہاں گھسٹتے رہتے ہیں اور اس وجہ سے یہ قلم ان کی جیب سے نکل کر گر رہا ہے۔ لیکن پھر سردار اور کہاں گئے۔ عمران نے ادھر ادھر دیکھا۔ گھسٹنے کے آثار اب جنوب کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ اور تھوڑی دور جانے کے بعد عمران ایک لخت رک گیا۔ کیوں کہ سامنے ایسی ڈھلوان موجود تھی۔ جس پر نہ صرف قلم موجود تھی بلکہ نمی کی زیادتی کی وجہ سے اس پر کافی سی جم گئی تھی۔ اور اس کا قلم پر موجود نشانات سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ گھسٹنے والا شخص یہاں پہنچے ہی کافی پر سے پھسلا اور پھر سمندر میں جا گر۔ اب ربات واضح ہو گئی تھی کہ سردار کو یہاں لاکر باندھ دیا گیا۔ اور سردار ہوش میں آنے کے بعد گھسٹتے ہوئے کنارے پر پہنچے اور ہر کافی پر سے پھسل کر سمندر میں گر پڑے۔ اس کے بعد سوچتے ہوئے عمران جیسے شخص کو بھی بے اختیار جھرجھری سی آگئی۔ کیوں کہ بندھے ہوئے شخص کا اتنی بلندی سے سمندر میں گرنے کے بعد جو حشر ہو سکتا تھا وہ اظہر من الشمس تھا۔

عمران چند لمحے وہاں کھڑا دانتوں سے ہونٹ کاٹتا رہا۔ پھر تیزی سے واپس مڑا۔ اور اس طرف بڑھتا چلا گیا جہاں لاپنج لنگر انداز تھی۔

عمران کے جزیرے پر گھومتا پھر رہا تھا۔ پورا جزیرہ غیر آباد اور خالی تھا۔ کہیں کوئی انسان نظر نہ آ رہا تھا۔ عمران نے سردار کا نام لے کر زور زور سے آوازیں بھی دیں۔ لیکن اس کی اپنی آواز ہی جزیرے میں گونج کر رہ گئی۔ اور کہیں سے کوئی جواب نہ آیا۔ گھومتے پھرتے اچانک عمران ایک جگہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس جگہ کسی چیز کے گھسٹنے کے آثار واضح تھے۔ مٹی تڑی جھاڑیوں سے صاف اندازہ ہوتا تھا کہ کوئی انسان ان پر سے گھسٹتا ہوا آگے بڑھتا ہے اور اس کے گھسٹنے کی وجہ سے ایک کیر سی بن گئی تھی۔ عمران اس کیر کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ جوں جوں عمران آگے بڑھتا چلا گیا گھسٹنے کے آثار بڑھتے چلے گئے۔ اور پھر عمران جزیرے کے شمالی کنارے تک پہنچ گیا۔ اور پھر اس کی نظر گھاس پر پڑے ہوئے

فرط مسرت سے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔
 "اوہ۔۔۔ چھوڑو اس بات کو۔۔۔ تم لاپنج کو شمالی سمت لے
 چلو۔۔۔ عمران نے بڑے بے نیازانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے
 کہا۔ جیسے اتنی بڑی رقم کی اس کی نظروں میں ذرہ برابر بھی حیثیت نہ
 ہو اور مالک نے سر ہلاتے ہوئے لاپنج آگے بڑھا دی۔ اب
 اس کے انداز میں عمران کے لئے احترام نمایاں ہو گیا تھا۔
 شمالی سمت پہنچ کر عمران نے اس جگہ لاپنج کو ادی جہاں اس کے
 اندازے کے مطابق سردار اور پھسل کر گرے ہوں گے۔ اور اب وہ
 غور سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

"آپ کیا دیکھ رہے ہیں جناب۔۔۔ مجھے بتائیے شاید میں آپ کی
 مدد کر سکوں۔" مالک نے کہا۔
 "اگر کوئی آدمی جس کے ہاتھ پر بندھے ہوئے ہوں۔ جزیرے پر سے
 سمندر میں گرے تو کیا وہ بچ سکتا ہے؟" عمران نے کہا۔
 "ایسی صورت میں تو ناممکن ہے بشرطیکہ اسے کوئی بچانے والا
 نہ آجائے۔" مالک نے جواب دیا۔
 "کیا ادھر سے مچھیرے یا دوسری لاپنجوں والے گزرتے ہیں؟
 عمران نے پوچھا۔

"نہیں جناب۔۔۔ مچھیروں کا تو یہ راستہ ہی نہیں ہے۔ اور عام
 طور پر تفریح کرنے والے ادھر نہیں آتے۔ یہ جگہ ساحل سے بہت
 دور ہو جاتی ہے۔" لاپنج کے مالک نے سر ہلاتے ہوئے
 جواب دیا۔

یہ جزیرے کی مشرقی سمت تھی۔ کیوں کہ اس طرف ہی ایسی چٹانیں موجود
 تھیں جہاں نہ صرف لاپنج کو لنگر انداز کیا جاسکتا تھا بلکہ وہاں سے جزیرے
 پر بھی چڑھا جاسکتا تھا ورنہ باقی ہر طرف سے جزیرے پر چڑھنا ناممکن تھا
 عمران تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھتا چلا گیا۔ مشرقی سمت پہنچے ہی
 وہ مختلف چٹانوں کو کھیلانگتے ہوئے لاپنج کے قریب پہنچ گیا۔ لاپنج کا
 مالک لاپنج پر غاموش کھڑا ہوا تھا۔ عمران کو دیکھتے ہی وہ چونک پڑا۔
 عمران جھپٹ لگا کر لاپنج میں سوار ہو گیا۔
 "کیا ہوا صاحب۔۔۔ کیا مال مل گیا؟" مالک نے اشتباہ

آمین لہجے میں پوچھا۔
 "نہیں۔۔۔ تم لاپنج کو شمالی سمت لے چلو۔" عمران نے سخت
 لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 "جناب۔۔۔ اگر آپ مجھے معاف فرمادیں تو یہ مجھ پر رحم ہو گا پہلے
 ہی میرا آج کا کاروبار نقصان ہو گیا ہے۔" مالک نے سنجیدہ
 لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں تم شریف آدمی ہو۔ میں جزیرے میں پر گیا اسی لئے
 تھا کہ اگر تم مجرم ہو تو تم مجھے وہاں چھوڑ کر ضرور بھاگ جاتے۔ اب تم
 فکر نہ کرو تمہیں معقول معاوضہ دیا جائے گا۔" عمران نے مسکراتے
 ہوئے کہا اور پھر اس نے جیب سے بڑے نوٹ کی ایک گڈی نکال
 کر مالک کی جیب میں زبردستی ٹھونس دی۔ اور مالک کا چہرہ اتنی
 بڑی گڈی کو دیکھ کر مسرت سے کھل اٹھا۔
 "اوہ جناب۔۔۔ یہ تو بہت بڑی رقم ہے۔" مالک نے

پر پہنچ گئے۔ عمران نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر لاپنج سے اتر کر وہ پارکنگ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کا ذہن بُری طرح الجھا ہوا تھا۔ نہ صرف الجھا ہوا تھا بلکہ اُسے یوں لگتا تھا جیسے اس کا ذہن ماؤف ہو کر رہ گیا ہو۔ اس نے بے خیالی میں کار کا دروازہ کھولا اور پھر دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ کیوں کہ کار کے سیٹرنگ کے ساتھ ایک پرچہ بندھا ہوا تھا۔ عمران نے پرچے کو جھپٹا اور پھر اس کی نظریں تیزی سے اس پر موجود تحریر پر دوڑنے لگیں۔ مگر دوسرے لمحے اس کے چہرے پر شدید جھجلاہٹ کے آثار ابھرے۔ اس کا خیال تھا کہ پرچہ اس کے کسی ساتھی کی طرف سے ہو گا۔ مگر یہ پرچہ ٹریفک سارجنٹ کی طرف سے تھا۔ جس میں اُسے ہدایت کی گئی تھی کہ کار کا دروازہ لاک نہ کرنے کی وجہ سے اس کی رچوری بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے آئندہ وہ محتاط رہے۔ اور عمران نے جھجلاہٹ میں پرچہ مروڑ کر باہر پھینکا اور دوسرے لمحے اس کی کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اور پھر شہر کی طرف تیز رفتاری سے دوڑتی چلی گئی۔

”اچھا۔ ٹھیک ہے۔ اب واپس چلو۔“ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے اب اس کے سوا اس کے پاس اور کوئی چارہ کار ہی نہ تھا۔ اس بار چکر سی ایسا چلا تھا کہ ہر قدم پر اُسے مایوسی سی ہو رہی تھی۔ سردار سمندر میں گمرے ضرور تھے۔ لیکن پھر ان کا کیا بنا۔ کیا وہ ڈوب کر سمندر میں مچھلیوں کی خوراک بن گئے یا انہیں بچا لیا گیا۔ وہ جان میکنز کہاں گیا۔ یہ ایسے سوالات تھے جن کا بظاہر کوئی جواب نہ تھا۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ عمران جان میکنز کو ڈھونڈھ نکالے۔ سردار کی طرف سے تو وہ مکمل طور پر مایوس ہو چکا تھا۔

”سردار۔ اگر آپ کہیں تو جانی گوٹھ جا کر پتہ کر لیں۔ کیوں کہ یہاں مچھروں کی قریبی بستی یہی ہے۔ ہو سکتا ہے گرنے والے کو کسی مچھیرے نے بچا ہی لیا ہو۔ کبھی کبھار شارٹ کٹ کی وجہ سے مچھیرے ادھر سے ہی کشتیاں لے کر گزرتے ہیں۔“ لاپنج کے مالک نے عمران کو خاموش دیکھ کر کہا۔ موٹی رقم پا کر اُسے اب عمران سے خصوصی دل چسپی پیدا ہو گئی تھی۔

”نہیں۔“ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم مجھے گھاٹ پر پہنچا دو۔“ عمران نے سر ملاتے ہوئے جواب دیا۔ اس نے اب ہی فیصلہ کیا تھا کہ سیکرٹ مر دس کی مدد سے اس پورے علاقے کو چھلانے گا۔ پھر شاید سردار کے بارے میں کوئی علم ہو سکے۔

اور مالک نے سر ملاتے ہوئے لاپنج آگے بڑھا دی۔ اور پھر مسلسل تیزی سے سفر کرنے کے بعد کچھ ہی دیر میں وہ واپس گھاٹ

کا اور پھر وہاں سے سفارت خانے چلا جائے گا۔ اس طرح کسی کو کانوں
 کان بھی خبر نہ ہوگی۔ اور سردار کو اس ملک سے اعوا کر لیا جائے گا۔
 اس نے سردار کے ہاتھ اور پیر ایک بار پھر رسی سے باندھے اور
 پھر تاج اٹھا کر وہ غار سے باہر نکل آیا۔ اب شام ہونے والی تھی۔
 اور اُسے خدشہ تھا کہ کسی بھی لمحے اندھیرا کافی زیادہ پھیل سکتا ہے۔ اس
 کی نظریں آسمان پر جمی ہوئی تھیں۔ اور وہ خاصا بے چین تھا۔ تقریباً آدھے
 گھنٹے بعد اس نے دور آسمان پر ایک چھوٹے سے ہیلی کاپٹر کو چپک کر لیا۔
 ہیلی کاپٹر خاصی بلندی پر تھا۔ اور تیزی سے اسی جزیرے کی سمت
 ہی بڑھا چلا آ رہا تھا۔ جان میکنز کی نظریں اس ہیلی کاپٹر پر جم گئیں۔
 ہیلی کاپٹر آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ نیچے بھی ہوتا جا رہا تھا۔ البتہ
 جان میکنز وہ سوچ رہا تھا کہ ہیلی کاپٹر شہر کی سمت سے آنے کی بجائے
 مخالف سمت کی طرف سے آ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر جزیرے
 کے اوپر پہنچ گیا۔ اور پھر تھوڑا سا آگے بڑھ کر اس نے ایک چکر کاٹا اور
 بر واپس جزیرے کی طرف بڑھ آیا۔ اب چوں کہ وہ کافی نیچے آ
 کا تھا۔ اس لئے جان میکنز نے اس پر بنے ہوئے اپنے ملک کے
 ہنڈے کو بخوبی پہچان لیا تھا۔ اور اس کا دل اس جھنڈے کو دیکھ کر
 یوں اچھلنے لگا۔ اس نے تیزی سے ہاتھ ہلانے شروع کر دیئے۔
 اسی چوں کہ اندھیرا پوری طرح نہ پھیلا تھا۔ اس لئے اُسے یقین تھا کہ
 ہیلی کاپٹر میں سے اُسے دیکھا جا رہا ہوگا۔ اور پھر ہیلی کاپٹر آہستہ
 آہستہ اس کے قریب آتا چلا گیا۔
 ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھلا اور پھر ایک نوجوان اچھل کر نیچے اترا اور

جہاز میکنز و انتہائی تیز رفتاری سے لاپنچ دوڑاتا ہوا واپس
 جزیرے پر پہنچ گیا۔ اس نے سردار کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور
 پھر چٹانوں کو پھلانگتا ہوا جزیرے پر چڑھ گیا۔ اُسے غار کا محل وقوع
 معلوم تھا اس لئے وہ سیدھا اس غار کی طرف بڑھا اور سردار کو
 غار میں لٹا کر وہ واپس لاپنچ پر آیا۔ لاپنچ سے ٹرانسمیٹر اور دیگر ضروری
 سامان لینے کے بعد وہ دوبارہ غار میں پہنچ گیا۔ پہلے اس کا خیال
 یہی تھا کہ وہ لاپنچ کا انجن چلا کر اُسے سمندر میں دھکیل دے گا۔ لیکن
 اب اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ کیوں کہ اس طرح خالی لاپنچ کسی بھی
 جگہ چپک ہو سکتی تھی۔ ورنہ ہو سکتا ہے اس طرح تلاش وغیرہ
 شروع ہو جائے۔ چنانچہ اس نے یہی فیصلہ کیا کہ سردار کو سفارت
 خانے ہیلی کاپٹر کے ذریعے بھیج کر وہ خود اس لاپنچ کے ذریعے شہر چائے

ہوں گے۔

"ٹھیک ہے۔ آئیے۔" جان میکنز نے کہا اور پھر آرٹلڈ کو لے کر وہ غار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ سردار ابھی تک بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔

"یہی وہ آدمی ہے جسے ویسٹرن کارمن پہنچانا ہے۔" جان میکنز نے جھک کر سردار کو الٹا کر کا ندھے پر لادتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ کوئی اہم آدمی ہے۔ ویسے سیاسی حلقوں میں تو یہ کبھی نظر نہیں آیا۔" آرٹلڈ نے کہا۔

"یہ اس ملک کا انتہائی قابل سائنس دان ہے۔ اس کا سیاست وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" جان میکنز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر سردار کو اٹھائے وہ آرٹلڈ سمیت غار سے باہر نکلا۔ اور ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہیلی کاپٹر کی کچلی سیٹ پر اس نے سردار کو لٹا دیا۔ ہیلی کاپٹر میں اور کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ "آئیے۔" آرٹلڈ نے پائلٹ سیٹ پر سوار ہوتے ہوئے کہا۔ "نہیں۔" میں واپس شہر جاؤں گا اور وہاں سے پھر سفارت خانے

پہنچوں گا۔ تم اسے احتیاط سے لے جاؤ۔ اور سنو۔ اس آدمی کی تلاش میں اس وقت پوری سیکرٹ سروس، اٹیلی جنس، پولیس اور ہو سکتا ہے ہر آدمی ہو۔ اس لئے انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔ دوسری بات یہ کہ ویسٹرن کارمن کے لئے اس آدمی کا زندہ وجود انتہائی قیمتی ہے۔ اس لئے اس بات کا ہر طرح سے خیال رکھا جائے کہ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے اور آخری بات یہ کہ یہ بین الاقوامی شہرت کے

تیزی سے جان میکنز کی طرف بڑھتا چلا آیا۔ "ریڈ فاکس۔" آنے والے نے قریب آکر زوردار ہلچے میں کہا۔

"وائلڈ ٹائیگر۔" جان میکنز نے جواب دیا۔ "ادہ۔" کہاں ہے وہ آدمی۔ جسے لے جانا ہے۔ آنے والے نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کون ہیں۔" جان میکنز نے احتیاطاً پوچھا۔ "میں سفارت خانے کا سیکرٹری سیکرٹری جارج آرٹلڈ ہوں۔ ریڈ فاکس کی کال آئی تھی۔ کہ ایک آدمی کو جزییرے سے سفارت خانے لے جانا ہے۔ اور پھر تابوت کے ذریعے اسے ویسٹرن کارمن پہنچانا ہے۔ اور یہ بھی بتایا کہ ریڈ فاکس کا ماتحت وائلڈ ٹائیگر وہاں موجود ہو گا۔" آرٹلڈ نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "لیکن آپ شہر کی سمت سے نہیں آئے۔ جب کہ سفارت خانہ شہر میں ہے۔" جان میکنز نے پوچھا۔

"ادہ۔" اس کی ہدایت بھی ریڈ فاکس نے کی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ پہلے ہیلی کاپٹر سمندر کی مخالف سمت شہر سے باہر چلے اور پھر کافی دور سے چکر کاٹ کر سمندر کے اندر جزییرے تک پہنچے اور اسی طرح واپس بھی ہو۔ تاکہ اس ملک کی سیکرٹ سروس یا اٹیلی جنس ہیلی کاپٹر کی منزل کو چیک نہ کر سکے۔" آرٹلڈ نے جواب دیتے ہوئے کہا اور جان میکنز نے اطمینان سے سر ہلا دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا۔ کہ ریڈ فاکس نے فطری احتیاط پسندی کی وجہ سے ایسے احکامات دیئے

سائنس دان ہیں۔ کوئی مجرم نہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ انتہائی ادب و احترام کا سلوک کیا جائے۔ جان میکنز نے آرنلڈ کو باقاعدہ ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”آپ فکر نہ کریں جناب۔ ہر طرح کا خیال رکھا جائے گا۔ ریڈ فاکس نے ہمیں اس سلسلے میں پہلے ہی ہدایات دے دی ہیں لیکن آپ کی باتوں سے صحیح وضاحت ہو گئی ہے۔“ آرنلڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور جان میکنز اُسے گڈ بائی کہتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ دوسرے لمحے پہلی کاپیٹر کا پیچھا حرکت میں آیا اور چند لمحوں بعد وہ آسمان کی طرف تیزی سے بلند ہوتا چلا گیا۔ کافی بلندی پر جا کر اس نے رخ بدلا اور پھر جس طرف سے آیا تھا اس طرف کو بڑھتا چلا گیا۔ جان میکنز اس وقت تک اُسے دیکھتا رہا جب تک وہ اُسے نظر آتا رہا۔ جب وہ نظروں سے غائب ہو گیا تو اس نے ایک طویل سانس لی۔ اس کا مشن مکمل طور پر کامیاب ہو گیا تھا۔ اس کے بے شمار کارناموں میں ایک اور کارنامے کا اضافہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا واپس غار کی طرف بڑھا۔ وہاں سے اس نے ٹرانسمیٹر اور رقم کا بیگ اور دوسرا سامان اٹھایا اور جزیرے کے اس کنارے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جدھر اس نے لاپنج باندھی ہوئی تھی۔

چند لمحوں بعد اس کی لاپنج انتہائی تیز رفتاری سے پانی کی سطح پر تیرتی ہوئی کنارے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اُسے چوں کہ یقین تھا کہ عمران اور سیکرٹ سروس پورے شہر میں اُسے تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے۔ اس لئے اس نے یہی فیصلہ کیا کہ سیدھا

سفارت خانے چلا جائے تاکہ سر داور کے ساتھ وہ بھی مکمل طور پر محفوظ ہو جائے۔ بھوڑی دیو بعد لاپنج گھاٹ پر پہنچ گئی۔ اور اس نے لاپنج کو ایک طرف ہٹا کر باندھا اور پھر سامان اٹھائے وہ لاپنج سے نیچے اتر آیا۔ ابھی اس نے لاپنج سے اتر کر چند ہی قدم اٹھائے ہوں گے کہ ایک لمبا ترنگا نوجوان ایک طرف سے نکل کر اس کی طرف بڑھتا چلا آیا۔

”لاپنج آپ لے آئے ہیں صاحب۔ سو مار کہاں ہے؟“ اس نوجوان نے تیزی سے جان میکنز کے قریب آتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

”وہ جانی گوٹھ میں ہی ہے۔ کیوں؟“ جان میکنز نے بھی سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مگر اس نے تو کہا تھا کہ وہ لاپنج خود واپس لائے گا اور کرایہ بھی ادا کرے گا۔“ نوجوان نے قدرے بگڑے ہوئے تیوروں میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو تمہیں کرایہ ادا نہیں ہوا۔ کیا تم مالک ہو اس لاپنج کے؟“ جان میکنز نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”کہاں ادا ہوا ہے۔ اس لئے تو میں آپ سے پوچھ رہا ہوں۔“ نوجوان نے جواب دیا۔

”تو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔ تمہیں کرایہ چاہیے کرایہ لے لو۔ بولو۔ کتنا کرایہ ہے۔ اور سنو۔ غلط بیانی نہ کرنا۔ ورنہ

جگہ کو جانتے ہو۔ لاپنج سمیت زندہ جلا دے گا۔“ جان میکنز نے تیز لہجے میں کہا۔ اس نے جان بوجھ کر یہ دھمکی دی تھی۔ تاکہ وہ لاپنج

تھے اور چنٹے پہلے جو پریشانی اور مایوسی اس کے چہرے پر چھائی ہوئی تھی۔ اس کا اب نام و نشان تک نہ تھا۔

”شکار تو اب بھی ہو رہا ہے۔ جنگلی جانوروں کا نہیں انسانوں کا۔ اب شکار کرنے والے مہذب ہو گئے ہیں۔ اس لئے ظاہر ہے مہذب انداز میں مہذب جنس کا ہی شکار کرتے ہیں۔“ بلیک زبرد نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ارے کہاں۔۔۔ اب بھی بلیک پتھر۔ اولڈ لائن۔ بلیو کیٹ۔ وائلڈ ٹائیگر اور ریڈ فاکس جیسے شکار اور شکاری پھر رہے ہیں۔ ہاں ریڈ فاکس کا شکار تو ہو سکتا ہے۔“ عمران نے ریڈ فاکس کا نام لیتے ہوئے چونک کر کہا۔

”ریڈ فاکس کا شکار۔ کیا مطلب۔“ بلیک زبرد نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”مطلب ابھی بتاتا ہوں۔“ عمران نے چپکتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں مخصوص قسم کی چمک ابھر آئی تھی۔ اور پھر اس نے تیزی سے ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے ویسٹرن کارمین کا ڈائریکٹ کوڈ نمبر گھما کر سیکرٹ سرورس کے چیف کے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ چوں کہ وہ پہلے اُسے فون کر چکا تھا اس لئے اُسے نمبر زبانی یاد تھے۔

”ہیلو۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے بھاری آواز گونجی اور آواز سنتے ہی عمران پہچان گیا کہ ریڈ فاکس بول رہا ہے۔ ”جناب۔۔۔ میں جان بول رہا ہوں۔“ عمران نے جان میکنز

بلیک زبرد حیرت سے عمران کو دیکھنے لگا۔ اس نے آج تک بڑے سے بڑے اور نازک سے نازک مقامات پر بھی عمران کو حوصلہ دارتے نہ دیکھا تھا لیکن اب عمران کی حالت اور اس کی مایوسانہ گفتگو سن کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ اصل عمران ہی نہ ہو۔

”آپ آخر اتنے مایوس کیوں ہو رہے ہیں۔ پہلے تو کبھی آپ پتہ یہ کیفیت ظاہر ہی نہیں ہوئی۔“ بلیک زبرد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مایوسی کی بات نہیں۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ سردار میری وجہ سے مارے گئے ہیں۔ اور شاید میں اس بات پر اپنے آپ کو زندگی بھر معاف نہ کر دوں۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مجھے یقین نہیں آتا کہ سردار ہلاک ہو گئے ہوں۔ ضرور کوئی چکر ہو گا۔“ بلیک زبرد نے کہا۔

”چکر کیسا۔۔۔ یہاں تو ہر چیز گھن چکر بن کر رہ گئی ہے۔ یہ جان میکنز تو مجھے کسی چکر باز دیوانہ قسم کی فلم کا ہیرو لگتا ہے۔ ویسے ایک بات ہے بلیک زبرد۔“ چکر کہاں نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ اگر چکر ایجاد نہ ہو ہوتا تو دنیا آج بھی غاروں میں رہ رہی ہوتی۔ اور وہاں نہ سیکرٹ سرورس ہوتی نہ ایک ٹوا اور نہ بلیک زبرد۔ بس پتھر اٹھائے جنگلی جانوروں کا شکار کرتے پھرتے۔ جانور سیٹک اٹھائے ہمارا شکار کرتے پھرتے۔“

عمران کی زبان چل نکلی۔ اور بلیک زبرد نے اطمینان کا ایک طویل سان لیا۔ عمران کے چہرے پر ایک بار پھر حماقت کے مخصوص آثار چھانکے

کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔ لہجے سے ہلکی سی گھبراہٹ نمایاں تھی۔
 ”کیا بات ہے جان میکنز؟“ تم گھبرائے ہوئے کیوں ہو۔ اور
 ٹرانسمیٹر کال کی بجائے فون کال کیوں کی ہے؟ دوسری طرف
 سے بولنے والے کے لہجے میں سختی کے ساتھ ساتھ حیرت بھی تھی۔
 ”باس۔ ٹرانسمیٹر غراب ہو گیا ہے۔ صحیح کام نہیں کر رہا۔
 اس لئے مجبوراً مجھے ایکسچینج سے کال کرنی پڑی ہے۔“ عمران نے
 دانستہ بہانہ بناتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ مگر تم ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر سفارت خانے کیوں نہیں
 چلے گئے تھے۔ جب کہ میں نے تمہیں کہا تھا۔ تم خواہ مخواہ لاپنج میں بیٹھ
 کر شہر چلے گئے۔ تمہیں سرداؤر کے ساتھ ہی سفارت خانے
 پہنچ جانا چاہیے تھا۔ اب بولو پریشانی کیا ہے۔ کیوں فون کیا ہے؟“
 ریڈ فاکس نے سخت لہجے میں کہا اور عمران کی آنکھوں میں چمک کے
 ساتھ ساتھ چہرے پر مسرت کے آثار بھی ابھر آئے تھے۔ ظاہر ہے
 سرداؤر کی زندگی کی خبر بھی مل گئی تھی اور کلیو بھی۔

”باس۔ کوئی خاص وجہ تو نہیں تھی۔ میں نے تو احتیاطاً ایسا
 کیا تھا۔ پریشانی سر اس بات کی ہے کہ مجھے اب شک پڑ رہا ہے کہ
 سرداؤر اصلی نہیں تھے۔ میں نے ابھی تھوڑی سی دیر پہلے ایک کار
 میں ایک شخص کو دیکھا ہے۔ جو بالکل سرداؤر سے ملتا جلتا تھا۔ اس
 بات سے میں مشکوک ہو گیا ہوں۔“ عمران نے تیزی سے ایک
 نئی بات سوچ کر کہہ دی ہے۔
 ”اوہ۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ عمران نے تمہیں خود تو اس سے

طلب کیا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ اس سے ملتا جلتا کوئی اور آدمی ہو۔“
 ریڈ فاکس نے چونک کر اور پریشان لہجے میں کہا۔

”سر۔۔۔ ہو تو سکتا ہے۔ لیکن میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ معاملہ
 گڑبڑ ہے۔ بہر حال مجھے اس کی تصدیق کرنی پڑے گی۔“ عمران
 نے دانستہ مول مول بات کرتے ہوئے کہا۔
 ”کیسے تصدیق کرو گے؟“ ریڈ فاکس نے پوچھا۔
 ”ظاہر ہے جناب کہ عمران کو ٹٹولوں گا۔“ عمران نے جواب

دیا۔

”اچھا ٹھیک ہے۔ تم تسلی کر لو۔ ویسے عمران ہے تو ایسا ہی
 آدمی اس سے کچھ بعید نہیں کہ اس نے کوئی حکم چلا دیا ہو۔ پھر میں سفارت
 خانے والوں کو کہہ دیتا ہوں کہ وہ سرداؤر کو ابھی نہ بھجوائیں جب تک
 تسلی نہ ہو جائے۔ تم کب تک یہ تسلی کر سکتے ہو؟“ ریڈ فاکس
 نے کہا۔

”سر۔۔۔ ایک دو روزہ تو لگ ہی جائیں گے۔“ عمران نے
 محتاط انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ لیکن ہوشیار رہنا۔ ایسا نہ ہو کہ عمران تمہارے
 ذریعے سفارت خانے پہنچ جائے۔ وہ انتہائی ہوشیار آدمی ہے۔“
 ریڈ فاکس نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں جناب۔ بہر حال مجھے تسلی کر لینے دیں۔ پھر
 میں آپ کو رپورٹ دوں گا۔“ عمران نے جواب دیا۔
 ”اوکے۔ میں تمہاری رپورٹ کا منتظر رہوں گا۔“ دوسری

ہوئے کہا۔

اور بلیک زیرو فوراً کی اس نئی اور دل چسپ توضیح پر بے اختیار کھلکھلا کر سنسن پڑا۔

”واقعی جتنا جدید معنی آپ جانتے ہیں کوئی نہیں جانتا“

بلیک زیرو نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اب سنو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سفارت خانے پر چھاپہ مارنے کے لئے باقاعدہ اجازت ضروری ہوگی۔ سر سلطان اور وزارت خارجہ

کے اعلیٰ افسران کو ہمراہ لے جانا ہوگا۔ بڑی سیاسی پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ اور دوسری بات یہ کہ اب ریڈ فاکس یقیناً سفارت

خانے والوں سے بات کرے گا۔ اور ظاہر ہے وہ اب سر داور کو وہاں رکھنے کی بجائے کسی خفیہ جگہ رکھیں گے۔ کیوں کہ اگر سر داور

ان کے سفارت خانے سے برآمد ہو گئے تو پھر پوری دنیا میں ویسٹرن کارمن بدنام ہو جائے گا۔“

”واقعی یہ بات تو ہے۔ لیکن سر داور کو تو چھڑوانا ہی ہے“

بلیک زیرو نے مسرہلاتے ہوئے کہا۔

”بالکل چھڑوانا ہے۔ بے چارے خواہ مخواہ عذاب بھگت رہے ہیں۔“

”ایک ٹو۔“

عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

طرف سے ریڈ فاکس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ اور عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور کرپٹل پر رکھ دیا۔

”دیکھا۔“

”کمر لیا ناں ریڈ فاکس کا شکار۔“

”سرد اور نہ صرف زندہ ہیں بلکہ ویسٹرن کارمن کے سفارت خانے میں موجود ہیں“

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”واقعی جو بات ناممکن لگ رہی تھی کتنی آسانی سے ممکن ہو گئی۔ میرا خیال ہے ہمیں فوراً سفارت خانے پر چھاپہ مار دینا چاہیے“

بلیک زیرو نے کہا۔

”بس اسی فوراً نے تو سارا کام خراب کر رکھا ہے۔ بھائی کالے یہ فوراً بڑے مسائل پیدا کر دیتا ہے۔ جانتے ہو فوراً کسے کہتے ہیں“

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”فوراً معنی جلدی۔“

بلیک زیرو نے بھی جواب میں مسکراتے ہوئے یوں جواب دیا جیسے کلاس میں بچے استاد کو سبق سناتے ہیں۔

”اسے۔“

وہ پرانے زمانے میں فوراً کا معنی جلدی ہوا کرتا تھا۔

اب جدید دور ہے۔ ہر لفظ کے جدید معنی ہو گئے ہیں۔ فوراً کا مطلب

ہے فوراً۔ فوراً کہتے ہیں چار کو اور دن ہماری مقامی زبان میں

کہتے ہیں عورت کو۔ یعنی فوراً کا مطلب ہوا چار عورتیں۔ اور جہاں

چار عورتیں ہوں وہاں جلدی بے چاری تو کہیں گھس بھی نہیں سکتی۔ اس

لئے فوراً کا مطلب ہوا لڑائی جھگڑا۔ نہ ختم ہونے والی باتیں۔

کہنا کہ جہاں فوراً یعنی چار عورتیں ہوں گی یا تو لڑائی جھگڑا ہوگا یا پھر نہ

ختم ہونے والی باتیں ہوں گی۔“

عمران نے وضاحت کرتے

"یس سر۔۔۔ جولیہا کا لہجہ یک لخت مودب ہو گیا۔

"جولیہا۔۔۔ تمام ممبروں کو کال کرو۔ اور تم سب نے ویسٹرن کارمن کے سفارت خانے کی نگرانی کرنی ہے۔ سرور اور ویسٹرن کارمن کے سفارت خانے میں موجود ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ انہیں سفارت خانے سے کسی بھی ذریعے سے نکال کر کہیں اور لے جائیں تو تم نے ہر کار اور ہر شخص کو چیک کرنا ہے۔ کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔" عمران نے کہا۔

"کس وقت جناب۔۔۔ جولیہا نے پوچھا۔

"جب تمہیں فرصت ملے۔ دو چار مہینے کیا دو چار سال بھی فرصت نہ ملے تو کوئی بات نہیں۔" عمران نے سخت اور انتہائی طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔۔۔ سوری جناب۔۔۔ میرا یہ مطلب نہ تھا۔ ٹھیک ہے جناب۔۔۔ میں ابھی پہنچ جاتی ہوں سر۔۔۔ جولیہا نے سخت گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ابھی جاؤ۔۔۔ اور سب ممبروں کو لے کر جاؤ۔ سب کے پاس گاڑیاں اور ڈرائیور اسمیٹر ہونے چاہئیں۔ نگرانی انتہائی خفیہ ہوگی۔ سفارت خانے والوں کو اس کا احساس نہیں ہونا چاہیے۔" عمران نے کہا۔

"بہتر جناب۔۔۔ جولیہا نے جواب دیا اور عمران نے اور کے کہہ کر ریور رکھ دیا۔

"ارے ہاں۔۔۔ مجھے یہ تو خیال بھی نہیں رہا کہ ریڈ فاکس نے

ہیلی کاپٹر کا بھی ذکر کیا تھا۔ اس کا مطلب ہے سفارت خانے والوں کا ذاتی ہیلی کاپٹر بھی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے سرور اور کو کہیں شفٹ کر دیں۔ اور ہمارے آدمی کاریں ہی چیک کرتے رہ جائیں۔" عمران نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔

"اب آپ دوبارہ ہدایت دے دیں۔ کہ اگر ہیلی کاپٹر یہ وار کرے تو اس کا بھی تعاقب کیا جائے۔" بلیک زیرو نے کہا۔

"نہیں۔۔۔ میں خود ہیلی کاپٹر کا خیال رکھوں گا۔ ٹھیک ہے۔" عمران نے کہا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بلیک زیرو بھی احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر عمران نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا آپریشن روم سے باہر نکلتا چلا گیا۔ چوں کہ وہ ابھی تک میک اپ میں تھا اس لئے گیارہ سے اس نے کار نکالی اور پھر چند لمحوں بعد اس کی کار دانش منزل سے نکل کر تیز رفتاری سے ویسٹرن کارمن کے سفارت خانے کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

تھا۔ کیوں کہ وہ وہاں موجود ایک مقامی شخص کے ساتھ مقامی زبان میں
 ہی گفتگو کر رہا تھا۔ چوں کہ وہ مصروف تھا اس لئے جان میکنز و
 سامان نیچے رکھ کر ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ جب ریسٹنٹ اپنے سامنے
 بیٹھے ہوئے مقامی آدمی سے فارغ ہو گیا تو وہ جان میکنز و سے مخاطب
 ہوا۔ جان میکنز و نے چوں کہ مقامی لوگوں جیسا میک اب کہہ رکھا
 تھا۔ اس لئے ریسٹنٹ نے اُسے مقامی سمجھ کر مقامی زبان میں ہی گفتگو شروع
 کی لیکن جان میکنز و مقامی زبان نہ جانتا تھا۔ اس لئے اس نے مسکراتے
 ہوئے ولیسٹرن کارمن زبان میں جواب دیتے ہوئے سیکنڈ سیکرٹری خارجہ
 لنڈ سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ ایک مقامی آدمی کے منہ سے
 ولیسٹرن کارمن زبان صحیح لہجے میں سنتے ہی ریسٹنٹ ٹرٹی طرح چونک پڑا۔
 اس کے چہرے اور آنکھوں سے شدید حیرت کے آثار چھلکنے لگے۔

”آپ حیران نہ ہوں میرا تعلق ولیسٹرن کارمن سے ہی ہے“

”مگر آپ تو مقامی ہیں پھر.....“ ریسٹنٹ نے حیرت بھرے

”یہ بات آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ آپ جارج آرنلڈ سے
 بری بات کرائیں۔“ جان میکنز و نے سپاٹ لہجے میں جواب
 دیتے ہوئے کہا۔

”آپ ان سے کیا بات کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے ہمیں بتائیں۔“

”آپ ان سے کہیں کہ وائلڈ ریسٹنٹ سٹیکسٹن میں موجود ہے۔ حوالے

ہاں میکنز و کی ٹیکسی جب سفارت خانے کے مین گیٹ کے
 سامنے جا کر رکی تو اُسے گھاٹ سے چلے ہوئے ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔
 راستے میں ٹریفک جنرل چکنگ کی وجہ سے آدھا گھنٹہ لگ گیا تھا ٹیکسی
 رکتے ہی جان میکنز و نے میٹر دیکھ کر اندر بیٹھے بیٹھے کرایہ کی رقم ادا
 کی۔ اور پھر وسیع حیطہ عمل ٹرانسمیٹر بیگ اور رقم کا بریف کیس بچے میں کہا۔
 اٹھائے وہ ٹیکسی سے نیچے اتر آیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے بھاری ٹپ ملنے کی
 وجہ سے اُسے باقاعدہ سلام کیا۔ اور پھر ٹیکسی تیزی سے آگے بڑھتی
 چلی گئی جب کہ جان میکنز و بیگ اور بریف کیس اٹھائے مین گیٹ کی
 سائیڈ پر بنے ہوئے استقبال کیسٹن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہ ایک
 خاصا بڑا کمرہ تھا جس میں ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک نوجوان بیٹھا
 ہوا تھا۔ وہ ولیسٹرن کارمن کا باشندہ تھا لیکن اُسے مقامی زبان پر عبور

”سُ— بات کیجئے“ — اس کے لہجے کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے بھی احترام جھکنے لگا تھا۔ جان میکنز نے مسکراتے ہوئے رسیور تھام لیا۔

”یس — ڈائلڈ بول رہا ہوں“ — رسیور لیتے ہی جان میکنز نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”آپ پہنچ گئے سُ—“ — دوسری طرف سے سیکنڈ سیکرٹری جارج آرنلڈ نے احترام بھرے لہجے میں کہا، شاید اب اُسے جان میکنز کی اصل پوزیشن کا علم ہو چکا تھا۔

”ہاں — پہنچ گیا ہوں — میرے پاس ایک بریف کیس ہے اس میں رقم اور ایک بیگ میں وسیع حیطہ عمل کا ٹرانسمیٹر ہے“ — جان میکنز نے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب — میں آپ کو لینے خود آ رہا ہوں۔ محترم سفیر صاحب آپ سے فوری ملنا چاہتے ہیں“ — سیکنڈ سیکرٹری نے جواب دیا۔

”اوہ — کیوں — کیا ہو گیا۔ مال تو بخیریت پہنچ گیا تھا ناں“ — جان میکنز نے چونکتے ہوئے قدرے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں — مال تو بخیریت پہنچ گیا ہے۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ مال میں کھوٹ ہے۔ بہر حال مجھے زیادہ تفصیل معلوم نہیں۔ سفیر صاحب کو علم ہے۔ آپ رسیور پشٹنٹ کو دے دیں“ — جارج آرنلڈ نے کہا۔

”اوہ! جان میکنز نے رسیور پشٹنٹ کی طرف بڑھا دیا۔ لیکن اب اس کے چہرے پر شدید تشویش کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ مال میں

کے لئے جزیرے کا لفظ استعمال کر دیں وہ سمجھ جائیں گے“ — جان میکنز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

پشٹنٹ اس عجیب و غریب حوالے پر چند لمحے تو حیرت سے جان میکنز کی صورت دیکھتا رہا پھر اس نے کندھے اچکاتے ہوئے اپنے سامنے پڑا ہوا ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور اس کا رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ نمبر ڈائل کرتے ہوئے بھی اس کی نظریں جان میکنز پر ہی جمی ہوئی تھیں اور آنکھوں سے حیرت اور الجھن کے طے جلے تاثرات نمایاں تھے۔

”ہیلو — پشٹنٹ روم سے بول رہا ہوں — جارج آرنلڈ صاحب سے ملا دیں“ — رابطہ قائم ہوتے ہی پشٹنٹ نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر چند لمحوں بعد وہ دوبارہ بولا۔

”سُ پشٹنٹ بول رہا ہوں۔ ایک مقامی نوجوان یہاں موجود ہے وہ کہتا ہے کہ اس کا تعلق ویسٹرن کارمن سے ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتا ہے۔ نام ڈائلڈ بتا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ حوالے کے لئے جزیرے کا لفظ کافی ثابت ہو گا۔“ — پشٹنٹ نے یوں ڈرتے ڈرتے کہا جیسے اس مضحکہ خیز پیغام پر اُسے دوسری طرف سے بُری طرح جھاڑ پڑنے کا خدشہ ہو۔ مگر دوسری طرف سے ہونے والے رد عمل نے اُسے بُری طرح چونکا دیا۔

”بب — بب — بہتر جناب — بات کر لیجئے جناب“ — پشٹنٹ نے کہا اور پھر اس نے رسیور جان میکنز کی طرف بڑھاتے ہوئے اس بار مکتوبانہ لہجے میں کہا۔

طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
 آپ بے فکر رہیں۔۔۔ سامان پہنچ جائے گا۔ میں نے انہیں فون پر ہدایات دے دی ہیں۔۔۔ جارج آرنلڈ نے ریسپنڈنٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور جان میکنز و نے اطمینان بھرے انداز میں سر ملایا اور پھر جارج آرنلڈ کے پیچھے چلتا ہوا اندرونی دروازہ کمر اس کمر کے ایک چھوٹی سی راہداری میں پہنچ گیا۔۔۔ راہداری کا اختتام ایک برآمدے میں ہوا۔ برآمدے سے گزرتے ہوئے وہ خاصا فاصلہ طے کرتے ہوئے ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچ گئے۔ کمرے میں داخل ہو کر جارج آرنلڈ نے دروازہ بند کیا۔۔۔ اور پھر سوئچ بورڈ کا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی کمرہ لفٹ کے سے انداز میں نیچے اترنا چلا گیا۔
 کیا سفیر صاحب کا تہہ خانوں میں دفتر ہے؟۔۔۔ جان میکنز نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔
 نہیں۔۔۔ دفتر تو اوپر ہے۔ لیکن وہ عام استعمال کے لئے ہے۔ مخصوص بات چیت کے لئے تہہ خانوں میں ایک کمرہ بنایا گیا ہے۔
 سفیر صاحب آپ سے وہیں ملاقات کریں گے؟۔۔۔ جارج آرنلڈ نے جواب دیا۔ اور جان میکنز نے سر ملایا دیا۔
 چند لمحوں بعد کمرہ رک گیا تو جارج آرنلڈ نے دروازہ کھولا اور پھر وہ دونوں باہر نکل آئے۔ اب وہ ایک پتلی سی گیلری میں آگئے تھے۔ گیلری کے اختتام پر ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔ اس دروازے کے اوپر سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا۔ اور اس کے سامنے ایک مسلح گارڈ بڑے چوکنے انداز میں کھڑا ہوا تھا۔ جارج آرنلڈ کو دیکھتے ہی اس

کھوٹ کے الفاظ نے اُسے حیرت زدہ کر دیا تھا۔ اس کا واضح مطلب یہی تھا کہ سردار اصل نہیں ہیں۔ لیکن یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ عمران نے اس کے سامنے لیبارٹری فون کمرے کے سردار سے بات کی تھی۔ اور سردار کو وہ عمران کے فلیٹ سے ہی لے آیا تھا۔ اس کے بعد اب سفارت خانے والوں کو کیسے علم ہو گیا کہ وہ اصل سردار نہیں ہیں بلکہ نقلی ہیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر واقعی سردار نقلی ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے زندگی میں سب سے بڑا دھوکہ کھایا ہے۔ لیکن بات اس کے حلق سے اتر نہ رہی تھی۔

”س۔۔۔ اگر کوئی گستاخی ہو گئی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔“
 اُسی لمحے ریسپنڈنٹ کی آواز سنائی دی اور جان میکنز و چونک پڑا۔
 ”اُدہ۔۔۔ کوئی بات نہیں۔ بہر حال ایک بات کا خیال رہے کہ بات لیک آؤٹ نہ ہو۔ معاملات انتہائی خفیہ ہیں۔“ جان میکنز و نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں جناب۔۔۔ میں سمجھ گیا ہوں۔“ ریسپنڈنٹ نے سر ملاتے ہوئے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ جان میکنز و کوئی اور بات کرتا۔ کیبن کا اندرونی دروازہ کھلا اور سیکنڈ سیکرٹری جارج آرنلڈ اندر داخل ہوا۔ ریسپنڈنٹ اُسے دیکھتے ہی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”آئیے جناب۔۔۔ جارج آرنلڈ نے اندر داخل ہوتے ہی جان میکنز و سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور جان میکنز و اٹھ کھڑا ہوا۔
 ”یہ سامان۔۔۔ جان میکنز و نے بیگ اور بریف کیس کی

نے بڑے مؤدبانہ انداز میں سیلوٹ کیا۔
 "سفیر صاحب پہنچ گئے ہیں" — جارج آرنلڈ نے گارڈ سے پوچھا۔

بس — آنے والے ہیں جناب — گارڈ نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ جارج آرنلڈ اور جان میکنز و آگے پیچھے چلتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ جسے دفتر کے سے انداز میں سجایا گیا تھا۔ ایک بڑی سی میز کے پیچھے اونچی نشست والی کرسی پڑی تھی۔ میز کے سامنے چار کرسیاں تھیں۔

"تشریف رکھئے" — سیکنڈ سیکریٹری نے میز کے سامنے پڑی ہوئی ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور جان میکنز و کرسی پر بیٹھ گیا۔ جارج آرنلڈ نے دوسری کرسی سنبھالی۔ چند لمحوں بعد ہی شمالی دیوار میں موجود دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر کی باوقار شخصیت اندر داخل ہوئی۔ جارج آرنلڈ انہیں دیکھتے ہی احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔ اور جان میکنز و بھی سمجھ گیا کہ آنے والے سفیر صاحب ہیں اس لئے وہ بھی احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

"جان میکنز و صاحب تشریف لے آئے ہیں جناب" جارج آرنلڈ نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے جناب" — تشریف رکھیں سفیر صاحب نے باقاعدہ مصافحہ کرتے ہوئے بڑے پُر خلوص لہجے میں کہا اور جان میکنز و بھی رسمی فقرے بول کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آپ کا تفصیلی تعارف ریڈ فاکس نے کر دیا ہے، اس لئے ہم آپ سے تفصیلی بات کر سکتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ویسٹرن کارمن اور پاکیشیا کے درمیان انتہائی دوستانہ تعلقات قائم ہیں — اور بے شمار معاہدے بھی ہیں۔ ان تعلقات کو ذرا ساقطان پہنچنے سے عالمی سطح پر بڑے سنجیدہ مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہم یہ بات بھی جانتے ہیں کہ ریڈ فاکس اور آپ ویسٹرن کارمن کی فلاح و بہبود کے لئے ہی کام کر رہے ہیں — چنانچہ جب ریڈ فاکس نے ہمیں بتایا کہ یہاں کے ایک معروف مائندسان سردار کو آپ نے اعوا کر لیا ہے۔ اور اسے سفارت خانے لے جا کر یہاں سے ویسٹرن کارمن پہنچانے ہے تو مجبوراً ہمیں حامی بھرنا پڑی۔ میں آپ کو اس بات کا اچھی طرح احساس ہونا چاہیے کہ سردار کی سفارت خانے میں موجودگی کا ہر لمحہ ہمارے لئے بارود کے ڈھیر پر بیٹھنے کے مترادف ہو گا۔" سفیر صاحب نے دھیمے لہجے میں بات فی شروع کی تو پوری تقریر یہی کر ڈالی۔

"میں سمجھتا ہوں جناب — لیکن اس کے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔" میکنز و نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے میں نہ چاہنے کے وجود ملکی سی تلخی بھی ابھر آئی تھی۔ کیوں کہ سفیر صاحب یوں بات کہتے تھے جیسے وہ شغل کے طور پر سائنسدانوں کو اعوا کرتے پھر رہے ہیں۔

ٹھیک ہے — لیکن ہماری بھی مجبوریاں ہیں۔ ہم سردار کو باہر سے پہلے سفارت خانے کے اندر نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے میں نے سفارت خانے سے ہٹ کر انتظام کر دیا ہے۔" — سفیر صاحب

نے دانست بھینچے ہوئے پوچھا۔

”میں آپ کی بات کو سمجھ رہا ہوں۔ مجھے ریڈ فاکس کی ہدایات بھی معلوم تھیں۔ اس لئے میں نے اس کا انتظام پہلے کر لیا تھا۔“ فضل حسین کو میں نے آگاہ کر دیا تھا۔ وہ خود کارلے کر شہر سے باہر ایک پہاڑی کے قریب موجود تھا۔ ہیلی کاپٹر وہاں اترا۔ سردار اور کو فضل حسین کی کار میں منتقل کر دیا گیا۔ اور پھر ہیلی کاپٹر یہاں واپس آ گیا۔ سفیر نے جواب دیا۔

”لیکن انہیں جب ملک سے منتقل کرنا ہوگا تب بھی تو انہیں سفارت خانے لایا جائے گا۔“ جان میکنز نے کہا۔

”ہاں۔“ اس کا انتظام بھی میں نے سوچ لیا تھا۔ جس روز ملازم کی موت کی خبر نشر کی جاتی اُسی روز انہیں خفیہ طور پر یہاں لایا جاتا لیکن اب تو سردار کی حیثیت ہی مشکوک ہو گئی ہے۔ اس لئے فی الحال تو باہر بھیجنے والے انتظامات بھی ملتوی کر دیئے گئے ہیں۔“ سفیر صاحب نے کہا۔

”حیثیت کیسے مشکوک ہو گئی ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ پلیز اس کی وضاحت کریں۔“ جان میکنز نے تیز لہجے میں پوچھا۔

”یہ آپ پوچھ رہے ہیں۔ حالاں کہ ریڈ فاکس نے آپ کی ہی کال کی وجہ سے اُسے مشکوک قرار دیا ہے۔ وہ بتا رہے تھے کہ آپ نے انہیں کال کر کے کہا ہے کہ سردار مشکوک ہے اور آپ اس کی تحقیق کریں گے۔“ سفیر نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

نے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سفارت خانے سے ہٹ کر کیا مطلب۔“ جان میکنز نے بڑی طرح چونک پڑا۔

”شہر سے باہر ایک مضافاتی کالونی میں ہمارے پاس ایک ایسی کوٹھی ہے۔ جس کا تعلق کسی طور پر بھی سفارت خانے کے ساتھ نہ ہے۔ اس کوٹھی میں امپورٹ ایکسپورٹ کا دفتر قائم ہے۔ جو ایک ایسے شخص کے ہے جسے ویسٹرن کارمن سے آئے ہوئے بیس سال ہو چکے ہیں۔ وہ بیس سالوں سے یہاں کا شہری ہے۔ اس لئے موجودہ حکومت اُسے ویسٹرن کارمن کی بجائے یہاں کا ہی باشندہ سمجھتی ہے۔ اس کا اصل نام تو میکنز لڈ تھا۔ لیکن یہاں آکر اس نے مقامی مذہب بھی غائب طور پر اختیار کر رکھا ہے اور اپنا نام بھی مقامی رکھا ہوا ہے۔ اب اس کا نام فضل حسین ہے۔ یوں سمجھو کہ سیاسی اور سماجی طور پر ہمارا بہترین مخبر ہے۔ یہاں کے سیاسی سماجی اور اعلیٰ طبقوں میں اس کا خاص اثر و مقام ہے۔ اور وہ درپردہ ہمارا بہترین اور با اعتماد آدمی ہے۔ اس کوٹھی کے ایک حصے میں وہ خود بھی رہتا ہے۔ اس کوٹھی کے نیچے خفیہ تہ خانے ہیں۔ ہم نے سردار کو وہاں رکھا ہوا ہے۔ تاکہ انہیں یہاں کی سیکرٹ سروس کسی بھی وجہ سے سفارت خانے سے مشکوک نہ ہو جائے تو کم از کم سردار اور سفارت خانے سے دستیاب نہ ہو سکے۔ سفیر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”آپ نے انہیں یہاں سفارت خانے سے دیاں بھیجا ہے یا براہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے جزیرے سے دیاں پہنچایا ہے۔“ جان

”اوہ — ضرور کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے۔ میں نے تو انہیں کال نہیں کیا۔ میرا ٹرانسمیٹر منگوائیں میں ان سے بات کرتا ہوں“

جان میکنز نے انتہائی تیز لہجے میں کہا۔

”آپ نے کال نہیں کی تو پھر.....“ — سفیر کی آنکھیں حیرت سے چوڑی ہوتی چلی گئیں۔ ساتھ بیٹھا ہوا جارج آرنلڈ بھی حیران نظر آ رہا تھا۔

”آپ ٹرانسمیٹر منگوائیں — پلیز جلدی“ — جان میکنز نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”ٹرانسمیٹر کی کیا ضرورت ہے۔ آپ فون پر ان سے بات کر سکتے ہیں“ — سفیر نے سامنے پڑے ہوئے سرخ رنگ کے فون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں — ٹیلی فون لائن کچھ بھی ہو سکتی ہے“ — جان میکنز نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”جی نہیں — یہ ہاٹ لائن ہے۔ اسے کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ آپ اطمینان سے فون کر سکتے ہیں“ — سفیر نے کہا۔ اور جان میکنز نے ہاٹ لائن کا سنتے ہی سرخ رنگ کے فون کو جھپٹ کر اٹھایا۔ اور اسے سامنے رکھ کر اس کا ریسیور اٹھالیا۔

”کوڈ کیا ہے — ویسٹرن کارمن کا“ — جان میکنز نے پوچھا۔

”ہاٹ لائن پر کوڈ کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ریڈ فاکس کے نمبر ڈائل کریں۔ سلسلہ مل جائے گا“ — سفیر نے جواب دیا اور

جان میکنز نے سر ہلاتے ہوئے تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”یس — ریڈ فاکس“ — چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے ریڈ فاکس کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”سر — میں وائلڈ بول رہا ہوں“ — جان میکنز نے تیز لہجے میں کہا۔

”ہاں — کیا رپورٹ ہے۔ سردار کے متعلق کچھ پتہ چلا کہ وہ اصلی ہیں یا نقلی“ — دوسری طرف سے ریڈ فاکس نے اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

”جناب — آپ کو کس نے کہا ہے کہ وہ نقلی ہیں یا مشکوک ہیں“ — جان میکنز نے سخت لہجے میں کہا۔

”کس نے کہا ہے — کیا مطلب — تھوڑی دیر پہلے تم نے تو ٹیلی فون کال کر کے خود کہا ہے۔ اب پوچھ رہے ہو کس نے کہا ہے“ — ریڈ فاکس نے غصیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں نے تو آپ کو ٹیلی فون پر کال نہیں کیا جناب — ٹرانسمیٹر پر بات ہوئی تھی۔ سردار کو جزیہ لے پر لے جانے سے پہلے۔ البتہ اب میں سفارت خانے سے آپ کو ہاٹ لائن پر فون کر رہا ہوں“ — جان میکنز نے لہجے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے — تمہاری آواز اور لہجہ پہچانتا ہوں۔ ٹیلی فون پر میں نے خود تم سے پوچھا تھا تم نے جواب دیا تھا کہ ٹرانسمیٹر غراب ہو گیا ہے اور خود ہی بتایا تھا کہ چوں کہ میں نے ایک کار میں سردار کے چلے جیسا شخص گزرتے ہوئے دیکھا ہے — اس لئے

کیوں کہ اب عمران کم از کم سفارت خانے سے مشکوک ہو گیا ہے۔ اب وہ ملازم کی موت کا سن کر تابوت چیک کرانے سے بھی باز نہیں آئے گا۔ ریڈ فاکس نے قدرے سنبھلتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔
 "ہاں۔۔۔ آپ کی یہ بات تو درست ہے۔ ویسے تم کیسے لاجواب تھی اب سردار کا اس ملک سے باہر نکالنا مسئلہ بن جائے گا۔
 جان میکنز نے کہا۔

"ٹھہرو۔۔۔ مجھے سوچنے دو۔۔۔ دوسری طرف سے ریڈ فاکس کی آواز سنائی دی۔ اور سیوریہ پر خاموشی طاری ہو گئی۔ جان میکنز کے ساتھ ساتھ جارج آرٹلڈ اور سفیر بھی خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ تقریباً پانچ منٹ تک مکمل خاموشی طاری رہی۔ پھر ریڈ فاکس کی آواز سنائی دی۔

"وائٹڈ۔۔۔ کیا تم لائن پر ہو۔۔۔ ریڈ فاکس کی آواز میں اس بار اطمینان بھرا ہوا تھا۔

"یس سر۔۔۔ جان میکنز نے موڈ بانہ لہجے میں کہا۔
 "سنو۔۔۔ میں نے نیا پروگرام سوچ لیا ہے۔ اب سردار کو ایک اور طریقے سے نکالا جائے گا۔ پاکیشیا کے ساتھ ایک ملک ہے آران۔۔۔ سردار کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے اس ملک کی سرحد پر پہنچایا جائے گا۔ جہاں سے اس ملک کا سفارت خانہ اُسے لے لے گا۔ اور پھر وہاں سے آسانی سے اُسے ویسٹرن کارمن پہنچا دیا جائے گا۔
 ریڈ فاکس نے کہا۔

"لیکن سر۔۔۔ ہیلی کاپٹر کی سرحد کی طرف پرواز اور پھر اس کا

سردار مشکوک ہو گئے ہیں اور تم اس بات کے لئے عمران کو ٹو لو گے۔
 ریڈ فاکس نے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 "اوہ سر۔۔۔ یہ ضرور خوف ناک چکر ہے۔ میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی، میں تو جزییرے سے سردار کو ہیلی کاپٹر پر سوار کر کے سیدھا سفارت خانے میں آیا ہوں۔ آپ نے عمران کا نام لیا ہے۔ تو یہ یقیناً عمران ہو گا۔۔۔ جان میکنز نے جواب دیا۔ اس کے چہرے پر اب شدید ترین الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔

"اوہ۔۔۔ اگر ایسا ہے تو پھر تو واقعی مشن سخت خطرے میں ہے۔
 اوہ۔۔۔ میں نے تو اس سے سفارت خانے اور ہیلی کاپٹر کا بھی ذکر کر دیا تھا۔ اور سردار کا بھی ذکر آیا تھا۔ اس کا مطلب ہے اُسے پوری طرح علم ہو گیا کہ سردار اور سفارت خانے میں لائے گئے ہیں وہ تو فوراً وہاں چھاپہ مارے گا۔۔۔ ریڈ فاکس کے لہجے میں اس بار شدید گھبراہٹ تھی۔

سر۔۔۔ آپ گھبراہٹیں نہیں، ہمارے سفیر صاحب نے پہلے سمجھ داری سے کام لیا ہے۔ انہوں نے سردار کو سفارت خانے میں نہیں رکھا بلکہ ایک خفیہ جگہ رکھا ہے۔ جس کا سفارت خانے سے تعلق ثابت نہیں ہو سکتا۔ بہر حال وہ اصل سردار ہیں۔
 جان میکنز نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔۔۔ پھر تو ٹھیک ہے۔ ورنہ اگر سردار اور سفارت خانے سے براہمد ہو جاتے تو انتہائی پیچیدگیاں بین الاقوامی سطح پر پیدا ہو جاتیں لیکن اب ان کے باہر نکالنے کے لئے کوئی نیا پروگرام سوچنا پڑے گا۔

”آپ کرائے کے مہیلی کا پٹر کا بند و سبت کر سکتے ہیں۔ لیکن انتہائی
نخیزہ طریقے پر۔“ ریڈ فاکس نے پوچھا۔

”یہاں اس ملک میں ایسی کوئی سروس نہیں جو کرائے پر مہیلی کا پٹر
دیتی ہو۔“ سفیر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ادھر۔۔۔ پھر تو سفارت خانے کا ہی مہیلی کا پٹر استعمال کرنا
پڑے گا۔ مگر۔۔۔۔۔“ ریڈ فاکس نے پریشان ہو کر کہا۔

”آپ جانتے کیا ہیں۔۔۔ مجھے بتائیں۔۔۔ شاید میں کوئی بہتر
حل تلاش کر لوں۔“ سفیر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”میں چاہتا ہوں کہ فوری طور پر سردار کو آران اور پاکیشیا کی
مشترکہ سرحد پر پہنچا دیا جائے۔ لیکن یہ ذریعہ انتہائی تیز رفتار اور
محفوظ ہو۔“ ریڈ فاکس نے کہا۔

”ایسی صورت میں کار استعمال کی جاسکتی ہے۔“ سفیر نے
جواب دیا۔

”نہیں۔۔۔ سفارت خانے کی کار فوراً چیک کر لی جائے گی۔
اور کرائے کی ٹیکسی سے کام حل نہیں سکتا۔ دوسری بات یہ کہ جنرل
چیکنگ میں بھی کار بھنس سکتی ہے۔“ ریڈ فاکس نے کہا۔

”جناب۔۔۔ آپ بے فکر رہیں۔ جس کو بھی میں سردار موجود ہیں
وہ ایک ایسے آدمی کی ہے جو انتہائی بااعتماد ہے۔ اور ویسٹرن کارڈین
کا خاص آدمی ہے۔ اس کی یہاں کی سیاسی سماجی اور اعلیٰ

حلقوں میں انتہائی احترام و عزت ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ
وی۔آئی۔ پی ہے۔ اگر آپ حکم کریں تو وہ اپنی کار میں سردار کو

وہاں اتنا فہاں کے راڈ آرچیک کر لیں گے۔“ جان میکنز نے
کہا۔

”نہیں۔۔۔ اگر احتیاط کی جائے تو ان کے ہوشیار ہونے سے
پہلے ہی کام ہو سکتا ہے۔“ ریڈ فاکس نے جواب دیتے ہوئے
کہا۔

”مگر۔۔۔ مہیلی کا پٹر تو سفارت خانے میں موجود ہے۔ جیسے
ہی مہیلی کا پٹر یہاں سے پرداز کرے گا وہ لوگ ہوشیار ہو جائیں گے
کیوں کہ آپ انہیں پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ سردار کو لے جانے کے لئے
ہمارے سفیر صاحب کا مہیلی کا پٹر استعمال ہوا ہے۔“ جان میکنز
نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ تمہاری بات درست ہے۔ لیکن۔۔۔۔۔“
ریڈ فاکس بات کرتے کرتے یوں خاموش ہو گیا۔ جیسے کچھ سوچنے
لگ گیا ہو۔

”سفیر صاحب کہاں ہیں۔ کیا وہ تمہارے پاس ہیں۔“
چند لمحوں بعد ریڈ فاکس نے پوچھا۔

”جی ہاں۔۔۔ میرے پاس ہی تشریف رکھتے ہیں۔“
جان میکنز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”انہیں رسیور دو۔“ ریڈ فاکس نے کہا اور جان میکنز
نے سر ہلاتے ہوئے رسیور سفیر صاحب کی طرف بڑھا دیا۔

”یس۔۔۔ سفیر صاحب نے رسیور لیتے ہی انتہائی
سنجیدہ لہجے میں کہا۔

سرحد تک پہنچا سکتا ہے۔ اس کی کارچیک بھی نہیں ہوگی۔ سفیر نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ کارسہر حد تک

کتنی دیر میں پہنچ جائے گی۔“ ریڈ فاکس نے پوچھا۔

”زیادہ سے زیادہ چار گھنٹوں میں جناب۔۔۔ سفیر نے جواب دیا۔

”او۔۔۔ آپ سرور کو سرحدی چوکی پر پہنچا دیں وہاں سے اُسے لے لیا جائے گا۔ میں وہاں کا انتظام کر دوں گا۔“

ریڈ فاکس نے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کوئی کوڈ وغیرہ طے کر لیں جناب۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ سرور غلط

باتھقوں میں پہنچ جائیں۔“ سفیر نے کہا۔

”آپ جان میکنز صاحب کو بھی کار میں سی بھجوا دیں۔ اس کی موجودگی

میں کوڈ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا اسسٹنٹ وہیں موجود ہو گا۔“

ریڈ فاکس نے جواب دیا۔

”اور کے۔۔۔ میں ابھی بندوبست کرتا ہوں۔“

سفیر نے مطمئن انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”رسیور وائلڈ کو دیں۔“ ریڈ فاکس نے کہا اور سفیر صاحب

نے رسیور جان میکنز کی طرف بڑھا دیا اور خود اٹھ کر اُسی دروازے

کی طرف بڑھ گئے جدھر سے آئے تھے۔

”یس۔۔۔“ رسیور لیتے ہی جان میکنز نے

کہا۔

”جان۔۔۔ تم کار میں ساتھ آنا۔ انتہائی ہوشیاری کی ضرورت

ہے۔ سرحدی چوکی پر پہنچنے کی بجائے اس سے شمال مغرب کی طرف چل

پڑنا۔۔۔ تقریباً تیس میل دور ایک پرانا قلعہ ہے۔ وہاں تمہیں ہوپ

ملے گا۔ وہاں میں اُسے خصوصی طیارے پر آراں بھیج رہا ہوں۔ وہ آراں

میں ہمارے سفارت خانے کی کار لے کر وہاں پہنچ جائے گا۔ وہاں

سے خصوصی طیارے کے ذریعے تم سرور کو لے کر یہاں ویسٹرن کار میں

پہنچ جاؤ گے۔“ ریڈ فاکس نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب۔۔۔ جان میکنز نے کہا۔

”جب کار وہاں سے روانہ ہو تو سفیر صاحب مجھے اطلاع دیں گے تا

کہ مجھے صحیح اندازہ ہو سکے۔“ ریڈ فاکس نے کہا۔

”بہتر۔۔۔ میں سفیر صاحب کو کہہ دیتا ہوں۔“ جان میکنز نے

جواب دیا۔

”او۔۔۔ کے۔ گڈ بائی۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور

اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا اور جان میکنز نے ایک طویل سانس

لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

”سفیر صاحب کہاں گئے ہیں۔“ جان میکنز نے رسیور رکھ

کر جارج آرنلڈ سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ جواب تک مسلسل خاموش

بیٹھا ہوا تھا۔

”میرے خیال میں انتظامات کے لئے گئے ہیں۔ فضل حسین سے ان

کا ہی براہ راست تعلق ہے۔“ جارج آرنلڈ نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ جان میکنز نے سر ہلاتے ہوئے جواب

۲۱۶

سہ

وہ

دیا۔ اور کمرے میں خاموشی طاری ہو گئی۔
 "اب میرا فضل حسین کی کوٹھی تک پہنچنا مسئلہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ
 سفارت خانے کی نگرانی کی جا رہی ہو۔" چند لمحوں بعد جان میکنز
 نے چونکتے ہوئے کہا۔ اُسے اچانک اس بات کا خیال آ گیا تھا۔
 "اوہ۔۔۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ بہر حال آپ فکر نہ کریں سفارت
 خانے سے ایک خفیہ سرنگ یہاں سے تیسری کوٹھی میں جاتی ہے۔ آپ
 کو اس سرنگ کے ذریعے اس کوٹھی تک پہنچا دیا جائے گا۔ اور
 پھر وہاں سے آپ کو کار کے ذریعے بھجوا دیا جائے گا اس طرح نگرانی
 کرنے والوں کو بالکل شک نہ ہو سکے گا۔" آرنلڈ نے کہا۔
 "پھر ٹھیک ہے۔" جان میکنز نے اطمینان بھرے انداز
 میں کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایک آدمی کو ملک سے نکلنے کے لئے کتنی
 پریشانی اٹھانی پڑ رہی ہے۔ ویسے وہ دل ہی دل میں عمران کی بے پناہ
 ذہانت کا قائل ہو گیا تھا کہ کس طرح اس نے اس کی آواز اور لہجے کی
 نقل کر کے نہ صرف ساری بات معلوم کر لی بلکہ ریڈ فاکس جیسے گایاں
 شخص کو بھی چکڑے دے دیا۔

عمران نے کارولیسٹرن کارمن کے سفارت خانے سے تقریباً
 ایک بلاک پہلے روک دی اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ چند
 لمحے تو وہ غور سے سفارت خانے کی عمارت اور اسی کے ارد گرد کے
 محل کو چیک کرتا رہا۔ سفارت خانہ ایک بڑی عظیم الشان
 کوٹھی میں بنایا گیا تھا۔ کوٹھیوں کی ایک طویل قطار تھی جس کے تقریباً
 درمیان میں سفارت خانے والی کوٹھی تھی۔ ہر کوٹھی کے درمیان
 گز کا فاصلہ تھا۔ اور درمیانی پلاٹ کو صرف باغ کے لئے چھوڑا
 گیا تھا۔ سفارت خانے کی دیواریں خاصی اونچی تھیں۔ گیٹ
 سے باہر دو مسلح افراد بڑے چونکنے انداز میں کھڑے تھے۔ عمران
 زری سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ ابھی وہ تھوڑی سی دور چلا ہو گا کہ اچانک
 اندر نے اُسے پکارا۔۔۔ صفدر کی آواز اُسے ادھر سنائی دی

صفر نے کہا۔

”ادہ۔۔۔ تبھی تو میں آئینہ دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ آخر میری عمر
سینکڑوں سال کیسے ہو گئی۔ اور اگر ہو گئی ہے تو پھر اتنی موسمیاتیاں
کہاں سے لاؤں گا کہ ساگرہ مناسکوں۔۔۔ اس کے لئے تو پہلے مجھے
موسمیاتی بنانے والا کارخانہ لگانا پڑے گا۔۔۔ عمران نے سر ہلانے
کے کہا اور صفر ایک بار پھر ہنس پڑا۔ اس کے چہرے سے صاف
ظاہر ہو رہا تھا کہ نگرانی سے ہونے والی تمام کوفت عمران کی دوہری باتوں
سے ختم ہو گئی ہے۔

”اچھا اب یہ بتاؤ کہ یہاں کیسے بیٹھے ہو۔۔۔ کیا سامنے والی کوٹھی
میں کسی کو ٹائم دے رکھا ہے۔۔۔ عمران نے بڑے رازدارانہ لہجے
میں پوچھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے کسی خاص راز کو ٹھول رہا ہو۔
”اچھا۔۔۔ تو آپ شاید ٹہلتے ٹہلتے ادھر آئے ہیں۔۔۔ صفر
نے طنز یہ لہجے میں جواب دیا۔

”میں تو آج کل شہر کا نقشہ بنا رہا ہوں۔ میں نے سوچا کہ چلو شہر کا نقشہ
ڈالو۔ شاید کبھی ہزاروں لاکھوں سالوں بعد نقشہ دریافت ہو جائے۔
اس زمانے کے آثار قدیمہ والوں کو نہ یادہ دماغ سوزی نہ کرنی پڑے
۔۔۔ انہیں پتہ لگ جائے گا کہ یہاں ایک شہر ہوتا تھا اور اس
یہ نقشہ ہوتا تھا اور پھر نیچے لکھا ہوا وہ میرا نام بھی پڑھ لیں گے۔ اس
میرا نام کتابوں میں لکھا جائے گا۔۔۔ اور تمہیں معلوم ہے۔
اس کا نام کتابوں میں لکھا جائے وہ نام کبھی نہیں مٹ سکتا۔
ان نے جواب میں باقاعدہ تقریر کر ڈالی۔

تھی۔ اس لئے اس نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا تو اوپر ایک گیلری میں اسے
صفر بیٹھا نظر آ گیا۔ یہ ایک کیفے تھا۔ اس لئے عمران اندر داخل ہوا
اور پھر سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر صفر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
صفر گیلری میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے رکھی ہوئی میز پر چائے
کی پیالی اور اخبار پڑا تھا۔

”آئیے عمران صاحب۔۔۔ اب تو آپ مستقل میک اپ میں
رہنے لگے ہیں۔ کیا بات ہے۔ آپ کو اپنی شکل پسند نہیں ہے؟“
صفر نے عمران کے قریب پہنچتے ہی مسکراتے ہوئے کہا۔
”مجھے تو بڑی پسند ہے۔ لیکن آج کل کی لڑکیوں کو بالکل پسند نہیں
کہتی ہیں تم تو شکل صورت سے عقل مند لگتے ہو۔ جب کہ ہمیں تو احمق
شکلوں والے پسند ہیں۔۔۔ بطور آئیڈیل وہ تمہارا چہرہ حوالے کے
طور پر پیش کر دیتی ہیں۔ اب بتاؤ میں کیا کروں؟“ عمران نے ساتھ
والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور صفر بے اختیار
کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”تو آپ کا کیا خیال ہے اس میک اپ میں آپ احمق لگتے ہیں
صفر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”لگتا۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ میرے بھائی ہو گیا ہوں۔ اب دیکھ
احمق نہ ہوتا تو تم مجھے اس میک اپ میں اتنی آسانی سے کیسے پہچان
لیتے۔۔۔ عمران نے بڑا سامنے بناتے ہوئے جواب دیا۔

”ادہ۔۔۔ یہ بات نہیں عمران صاحب۔ آپ کا یہ میک اپ
میرے لئے نیا نہیں۔ آپ نے بلا مبالغہ سینکڑوں بار کیا ہو گا؟“

”ضرور بتائیں۔ بس ایک خیال رکھیں کہ نقشے میں اپنے فلیٹ کا حدود اور بعد ضرور درج کر دیجئے گا۔ تاکہ ہزاروں سال بعد کے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ نقشہ نویس بے چارہ اتنے تنگ سے فلیٹ میں زندگی گزارنے پر مجبور تھا۔“ صفدر نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کو فی جواب دیتا۔ ویٹر ٹیلی فون سید اس کے قریب لے کر آگیا۔

”صاحب۔ آپ کا فون ہے۔“ اس نے سیٹ میز پر رکھتے ہوئے ریور صفدر کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے کہا۔

”ادہ۔“ تھینک یو۔“ ہیلو۔“ سعید سپیکنگ۔“ صفدر نے ویٹر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

”جولیا بول رہی ہوں۔ تم کیسے میں ہو اس لئے میں نے ٹرانسمیٹر کال مناسب نہیں سمجھی۔“ سناؤ کیا رپورٹ ہے۔“ دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

”رپورٹ کیا۔“ بس بود ہو رہا تھا۔ کار تو ایک طرف۔ تین پہیوں والی سائیکل بھی ٹارگٹ سے برآمد نہیں ہوتی۔ اتنے میں عمران صاحب ٹہکتے ہوئے نظر آگئے۔ اب ان سے کہیں ہانک رہا ہوں۔“ صفدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”عمران۔“ ادہ عمران۔“ وہاں موجود ہے۔ اُسے ریور دہا جولیا نے عمران کا نام سنتے ہی چونکتے ہوئے کہا۔

”لیجئے صاحب۔“ اب بنالیجئے نقشہ۔“ صفدر نے

عمران کی طرف ریور بڑھاتے ہوئے آہستہ سے کہا اور عمران اس کے نماز پر بے اختیار مسکرا دیا۔

”ہیلو۔“ لاکھوں سال بعد دریافت ہونے والا نقشہ نویس مل رہا ہے۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”یہ کیا بکواس ہے۔ تمیز سے بات کرو۔“ جولیا نے جھلائے لئے انداز میں کہا۔

”کمزور بات۔“ کہاں ہے مس تمیز۔“ عمران نے ب دیا۔

”ادہ۔“ تم سنجیدہ نہیں ہو سکتے۔ صفدر کا وقت ضائع نہ کرو۔“ تنہا فی اہم ڈیوٹی پر ہے۔“ جولیا نے اب اُسے باقاعدہ

نقشے ہوئے کہا۔ وہ تو مجھے بھی معلوم ہے۔ سامنے والے کوشی میں ایک خوب صورت

ی رہتی ہے۔ اور خوب اشارے چل رہے ہیں ہو سکتا ہے وہی تمیز ہو۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”شٹ اپ۔“ میں باس سے تمہاری شکایت کروں گی۔“ تم حد سے بڑھتے جا رہے ہو۔“ جولیا نے غصے سے چیختے ہوئے

تم حد کا تعین ہی نہیں کرتیں۔ اس لئے کبھی کبھار قدم آگے پیچھے پڑ

ہے۔ بہر حال اس چوتھے سے ضرور کہنا شاید اشتعال میں آکر

مے باہر آجائے۔ یقین کرو ایک بار باہر آجائے پھر اُسے .. ارے ارے سنو تو سہی۔“ عمران نے اچانک

پہلی بار اس کی سمجھ میں آیا ہو۔

”چوں کہ وہ دونوں مقامی ہیں اس لئے ہم نے کوئی پرواہ نہیں کی۔“
صغیر نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

”یعنی اگر کوئی غیر ملکی مقامی لوگوں کا میک اپ کرے تو اس کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ خوب شہ — عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

ادہ — کیا کہہ رہے ہیں آپ — ادہ — ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ بہر حال تمہیں کار کے تعاقب کا حکم ملا ہے اور کار ابھی تک کوئی باہر نہیں نکلی۔ — صفدر نے خفت مٹانے کے لئے جواب دے دئے کہ۔

”کوئی تیلی کا پٹر“ — عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں سوال کرتے ہوئے کہا۔

”ہیلی کا پٹر — اوم — نہیں — ہیلی کا پٹر بھی نہیں نکلا“
صغیر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”او۔ کے۔۔۔ پھر نکلا کیا۔ ایک مقامی آدمی۔ بس ٹھیک ہے۔
 بیٹھے مکھیاں مارتے رہو۔۔۔ عمران نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے
 کہا۔ جیسے اُسے بڑھی مایوسی کا سامنا ہوا ہو۔ اور پھر صفدر کے روکنے
 کے باوجود وہ نیچے اتر کر کیفے سے باہر آگیا۔۔۔ وہ تو

چھینے ہوئے کہا مگر جو لیا دوسری طرف سے رسیور رکھ چکی تھی۔

”کمال ہے۔۔۔ عورت ذات چاہے کی برائی کرے۔۔۔“
چوبے کا ذکر آتے ہی بدک جاتی ہے۔۔۔ عمران نے دسیور رکھتے
ہوئے کہا اور صفحہ ۱۰ ایک بار پھر کھلکھلا کر منہس پڑا۔
”اچھا اب بتنا چکے کیا ہے۔ یہ کس ڈیوٹی کی بات ہو رہی ہے؟“
عمران نے رٹے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

عمران نے بڑے جید جواب دیں۔
 "آپ کو واقعی علم نہیں ہے؟" — صفدر نے شدید حیرت
 بھرے لہجے میں کہا۔
 "اب میں اتنا بھی عقلمند نہیں ہوں کہ اشارے سے بات سمجھ

اب میں اس نے کہا۔ "جہاں نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔
جاؤں؟" — عمران نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔
ادہ۔ واقعی حیرت ہے۔ بہر حال مسئلہ یہ ہے کہ اگر
نے پوری ٹیم کو ویسٹرن کارمن کے سفارت خانے کی نگرانی کا حکم
ہے۔ اس میں سے جو کاریا آدمی نکلے۔ اس کا تعاقب ہونا ہے۔ جہاں
سمیت باقی سب افراد ادھر ادھر اپنی اپنی کاروں سمیت تیار کر
ہیں۔ میری ڈیوٹی یہاں لگائی گئی ہے تاکہ اندر جاتے اور آ
لوگوں کو چیک کر سکوں؟ — صفدر نے تفصیل بتاتے ہوئے
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

پھر کچھ برآمد ہوا۔ — عمران نے تسکین سے ہنسنے لگا۔

”یعنی حساب برابر۔۔۔ واہ خوب حساب ہے۔ ایک انا
 باصرہ۔۔۔ عمران نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ جیسے بہت بڑا

سی بھی اس پر سفارت خانے کا نشان بھی موجود نہ تھا۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ایک مقامی آدمی بیٹھا ہوا ہے۔ اس کا قد و قامت بالکل وہی ہے جس کی تلاش میں آپ نے مجھے بھیجا تھا۔ تعاقب کے دوران ایک بار پھر اس نے ریٹ واپس میں وقت دیکھنے کے لئے جیسے ہی آستین اونچی کی۔ اس کے میک اپ کا راز کھل گیا۔ کیوں کہ کلانی سے اوپر کی جلد غیر ملکیوں جیسی تھی۔ چنانچہ اسی بنا پر مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ شخص ایتھامیک اپ میں ہے۔ چنانچہ میں نے سوچا آپ کو کال کر کے بات کر لوں کہ تعاقب کروں یا نہیں اور۔۔۔ ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور عمران ٹائیگر کی ذہانت پر دل ہی دل میں داد دینے پر مجبور ہو گیا۔

”تم نے انہیں کس مقام پر چیک کیا تھا اور ان کا رخ کس طرف ہے اور۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ویسٹرن کارمن کے سیکنڈ سیکرٹری کا حوالہ بتا رہا تھا کہ شاید ٹائیگر نے صحیح آدمی کو ہی چیک کیا ہے۔

”برسٹن چوک پر۔۔۔ ٹریفک لائٹ کی وجہ سے کارر کی تو میری کار بھی ساتھ ہی جا کر رکی اور میں نے اُسے چیک کیا۔ وہ عالمگیر روڈ کی طرف سے آ رہا تھا اور میرا خیال ہے کہ وہ مضافاتی کالونی خیابان کی طرف جا رہے ہیں اور۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”او۔۔۔ کے۔۔۔ ٹھیک ہے۔ ان کا تعاقب جاری رکھو۔ لیکن انتہائی احتیاط سے۔ اور ہاں اس میک اپ والے کا حلیہ تفصیل سے بتا دو اور۔۔۔ عمران نے اچانک ایک خیال کے تحت پوچھا۔

کو کار کی بجائے ہیلی کاپٹر میں ہی لے جائیں گے۔

”ابھی اُسے وہاں بیٹھے آدھا گھنٹہ گزرا ہو گا کہ اچانک کار کے ڈیش بورڈ میں نصب خفیہ ٹرانسمیٹر سے ہلکی آواز مگر مخصوص انداز میں بجنے والی سیٹی کی آواز سنائی دی۔ اور عمران نے چونک کر ڈیش بورڈ کی طرف دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمایاں ہوئے پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر ڈیش بورڈ کے نیچے لگا ہوا بٹن دبا دیا۔

”ہیلو۔۔۔ ہیلو۔۔۔ ٹائیگر کالنگ اور۔۔۔ بٹن دبتے ہی ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”یس۔۔۔ عمران سیکنگ اور۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔ البتہ ٹائیگر کی اچانک کال نے اُسے حیران کر دیا تھا۔

”سر۔۔۔ میں ایک کار کا تعاقب کر رہا ہوں۔ مجھے شک ہے کہ اس میں وہ آدمی موجود ہے جس کی چکنگ کے لئے آپ نے مجھے نیٹو کلب بھیجا تھا اور۔۔۔ ٹائیگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اوہ۔۔۔ شک کا کیا مطلب اور۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”جناب۔۔۔ آپ نے اس کا تعلق ویسٹرن کارمن سے بتایا تھا۔

اس وقت جس کار میں وہ شخص موجود ہے اُسے ویسٹرن کارمن کا سیکنڈ سیکرٹری جارج آرئلڈ خود چلا رہا ہے۔ میں اُسے ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ میں اُسے دیکھتے ہی چونک پڑا تھا کیوں کہ جارج آرئلڈ انتہائی

موزوں قسم کا آدمی ہے۔ وہ کبھی بھی ڈرائیور کے بغیر باہر نہیں نکلتا اس لئے اُسے خود کار چلانے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ پھر کار بھی عام

اور جواب میں ٹائیگر نے تفصیل سے حلیہ بتا دیا۔

”اوسکے — ٹھیک ہے۔ وہ جہاں جائیں وہاں پہنچ کر مجھے رپورٹ دینا اور اینڈ آل —“ عمران نے کہا اور پھر ہاتھ بڑھا کر ٹرائسٹیک کا بٹن آف کر دیا۔ اس کے بعد اس نے کلائی کی گھڑی کا ونڈ بٹن کھینچا اور اُسے دو تین بار دبا کر کھینچ لیا۔ — تیسری بار دباتے ہی ڈائل پر بارہ کا ہندسہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ عمران خاموش بیٹھا ہندسے کو جلتا بجھتا دیکھتا رہا۔ چند لمحوں بعد مکینکٹ اس کا جلتا بجھنا ختم ہو گیا اور اب وہ مسلسل چمک رہا تھا۔

”میلو — میلو —“ صفدر — میں عمران بول رہا ہوں اور —“ عمران نے گھڑی کو منہ سے لگاتے ہوئے کہا اور پھر اُسے کان سے لگا لیا۔ اوم — عمران صاحب آپ — میں نے سمجھا جو لیا کی کال ہے۔ مجھے ہاتھ روم تک آنے میں دیر ہو گئی۔ فرمائیے اور —“ صفدر کی آواز سنائی دی۔

”تم نے جس مقامی آدمی کو سفارت خانے سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کا حلیہ یاد ہے اور —“ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں — یاد ہے — بتاؤں اور —“ صفدر نے با اعتماد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہاں تفصیل سے بتانا اور —“ عمران نے پوچھا۔ لیکن جب جواب میں صفدر نے اس کا حلیہ بتایا تو عمران کو بے حد مایوسی ہوئی۔ کیوں کہ اس کا حلیہ تو ایک طرف رہا۔ اس کا قد و قامت بھی مختلف تھا۔ — اچانک اُسے ایک اور خیال آیا۔

”اوم — ٹھیک ہے۔ اب وہ مقامی آدمی جو سفارت خانے میں گیا تھا۔ کیا وہ باہر گیا ہے اور —“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں —“ وہ ابھی تک باہر نہیں نکلا اور —“ صفدر نے جواب دیا۔

”اس کا حلیہ بتاؤ۔ لیکن خوب سوچ کر — غلط نہیں ہونا چاہیے اور —“ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”غلط کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں جو چہرہ ایک بار دیکھوں پھر اُسے نہیں بھولتا۔ اس وجہ سے تو میں نے آپ کو میک اپ کے باوجود پہچان لیا تھا اور —“ صفدر نے ناراض سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوم — میں نے تو بس ویسے ہی کہہ دیا تھا۔ تم تو بوڑھے نوہر کی نوجوان بیوی کی طرح روٹھ گئے اور —“ عمران نے جواب دیا اور ساتھ ہی وہ بے اختیار مسکرا دیا۔ کیوں کہ اُسے یقین تھا کہ عمران کی بات سن کر صفدر بھی بے اختیار ہنس پڑا ہو گا۔

”تو بوڑھے شوہر صاحب — حلیہ سن لیجئے —“ صفدر نے کہا اور پھر اس نے تفصیل سے حلیہ بتانا شروع کر دیا اور حلیہ سنتے ہی عمران کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ کیوں کہ ٹائیگر اور صفدر کے بتائے ہوئے حلیے بالکل ایک جیسے تھے۔

”گڈ شو —“ تھینک یو — اب آرام سے بیٹھے نگرانی کرتے ہو اور اینڈ آل —“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی ونڈ بٹن دبا کر اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اب وہ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ

اب اس کا رخ خیابان کی طرف تھا۔



جان میکنز و سفارت خانے میں داخل تو ہوا لیکن پھر نکلا چھپ کر رہے تھے اس کا مطلب ہے کہ اُسے سفارت خانے کی نگرانی کا علم ہو گیا ہو گا اور اب اُسے یقین ہو گیا تھا کہ سردار سفارت خانے میں موجود نہیں ہیں۔۔۔ ورنہ جان میکنز و کبھی اس طرح باہر نہ نکلتا۔ اب وہ انتظار میں بیٹھا تھا تاکہ ٹائیگر کی طرف سے اطلاع ملے پر وہ مزید کارروائی کر تقریباً پندرہ منٹ بعد ٹائیگر کی دوبارہ کال آئی۔

سفرات خانے کا سینڈ سیکر ٹری اور وہ مشکوک آدمی خیابان کی ایک کوٹھی الحرام میں داخل ہوئے ہیں۔ یہ کوٹھی فضل حسین کی ہے۔ ٹائیگر نے اطلاع دیتے ہوئے کہا۔

اور۔۔۔ تم وہاں نگرانی کرو۔ میں خود وہیں آ رہا ہوں اور عمران نے کہا۔ اور پھر اس نے ٹائیگر سے رابطہ ختم کر کے فریڈنسی تبدیل کر کے بلیک زیرو سے رابطہ قائم کیا۔

یس۔۔۔ ایک ٹو اور۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک ٹو کی آواز سنائی دی۔

عمران بول رہا ہوں۔ سفارت خانے سے نگرانی ہٹا لو۔ وہ لوگ وہاں سے نکل چکے ہیں۔ اور ممبروں کو الرٹ کر دینا میں کسی بھی وقت انہیں بطور ایک ٹو احکامات دے سکتا ہوں اور۔۔۔ عمران نے حکمانہ لہجے میں کہا۔

یس سر اور۔۔۔ بلیک زیرو نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور عمران نے اور اینڈ آل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا اور دوسرے لمحے اس کی کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھی۔ اور

”مجھے شک ہے کہ ہماری کار کا تعاقب کیا گیا ہے۔“

جان میکنز نے جارج آرئلڈ اور فضل حسین سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ دونوں جان میکنز کی بات سنتے ہی بڑی طرح چونک پڑے وہ نوں اس وقت خیابان کی کوٹھی الحرام کے ایک کمرے میں موجود تھے۔ جان میکنز اور جارج آرئلڈ ابھی ابھی پہنچے تھے۔

اور۔۔۔ مگر راستے میں تو آپ نے کوئی بات نہیں کی۔ جارج آرئلڈ نے چونک کر کہا۔

”میں نے کہا ہے کہ مجھے شک ہے۔ اگر مجھے یقین ہو جاتا تو میں کر کرتا۔“ جان میکنز نے بڑا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

اور۔۔۔ پھر تو میں نظروں میں آ جاؤں گا۔ یہ تو بہت بُرا

ہوا۔۔۔ فضل حسین کا رنگ زرد پڑ گیا۔

”گھبراؤ نہیں۔۔۔ کیا تمہاری کوکھی سے باہر نکلنے کا کوئی خفیہ راستہ ہے۔۔۔“ جان میکنزو نے کہا۔

”جی ہاں۔۔۔ ہے تو سہی۔۔۔ مگر اس میں کار نہیں جاسکتی پید آدمی جاسکتا ہے۔۔۔“ فضل حسین نے جواب دیا۔

”تم ایسا کرو۔ کہ اپنے کسی آدمی کو کاروں کے کسی ایسے سٹاپ پر بھجو دو جہاں سے وہ آسانی سے ہمیں لے لے۔ میں سرداؤ کو اکٹھا کر

اس خفیہ راستے سے نکل جاتا ہوں۔۔۔ اگر اس کوکھی پر چھاپہ بھی مارا گیا تو اس طرح کچھ برآمد نہیں ہوگا۔۔۔“ جان میکنزو نے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب۔۔۔“ فضل حسین نے بے چین لہجے میں اور پھر اس نے تیزی سے مینز پر پڑا ہوا ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا۔

”سیور اکٹھا کر کسی کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔“ عابد علی سپیکنگ۔۔۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف

ایک کرخت آواز سنائی دی۔

”عابد علی۔۔۔ میں فضل حسین بول رہا ہوں۔ بلیو بڈ لے کر فوراً بلیک پوائنٹ پر پہنچ جاؤ۔ وہاں سے تم نے دو افراد کو لینا ہے

کوڈ والٹ ٹائیگر ہوگا۔۔۔ تم نے آران کی سرحدی چوکی دیکھی ہو ہے۔ تم ان دونوں افراد کو لے کر وہاں تک جاؤ گے۔ اور دیکھو

یہ انتہائی اہم کام ہے۔ اس لئے تمہیں نہ صرف پوری طرح مسلح ہونا چاہیے بلکہ ہوشیار اور محتاط بھی۔۔۔“ فضل حسین نے سچنے لہجے میں کہا۔

”بہتر باکس۔۔۔ آپ بے فکر رہیں۔ عابد علی کے لئے ایسے کام بائیں ہاتھ کا کھیل ہیں۔۔۔“ دوسری طرف سے بڑے با اعتماد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا گیا۔

”او۔۔۔ کے۔۔۔ تم پہنچے والے ہو۔ اور دیکھو ہر لحاظ سے محتاط رہنا۔ گڈ بائی۔“ فضل حسین نے ایک بار پھر کہا اور اس کے ساتھ ہی

رسیور رکھ دیا۔

”عابد علی میرا خاص آدمی ہے۔ انتہائی زبردست لڑاکا خطرناک حد تک سچا نشانہ باز۔ بہادر۔ دلیر اور ذہین آدمی ہے۔ آپ اس پر مکمل

اعتماد کر سکتے ہیں۔“ فضل حسین نے رسیور رکھ کر کسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔“ سرداؤ کہاں ہیں۔ کیا وہ ہوش میں آپ کے ہیں۔“ جان میکنزو نے بھی اٹھتے ہوئے پوچھا۔

”وہ ہوش میں آگئے تھے۔ لیکن میں نے انہیں دوبارہ بے ہوشی کا انجکشن لگا دیا ہے۔ کیوں کہ ذاتی طور پر وہ مجھ سے واقف ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ انہیں بے ہوش ہی رکھا جائے۔“

فضل حسین نے جواب دیا۔

”او۔۔۔ کے۔۔۔ اچھا کیا۔۔۔ ان کا بے ہوش رہنا ہی ہمارے لئے بہتر ہے۔ کہاں ہیں وہ۔۔۔“ چلیے۔۔۔ ہمیں فوراً یہاں سے

نکل جانا چاہیے۔“ جان میکنزو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”میرے ساتھ آئیے۔“ فضل حسین نے کہا اور پھر وہ جان میکنزو اور جارج آرنلڈ کو لے کر مختلف کمروں سے گزر کر ایک چھوٹے سے

گھرے میں داخل ہوا۔ جہاں بیڈ پر سرد اور بے ہوشی کے عالم میں بیٹے ہوئے تھے۔ جان میکنز نے آگے بڑھ کر پہلے سرد اور کی نبض چیک کی اور نبض کو معمول کے مطابق پا کر اس نے اطمینان سے سر ہلا دیا۔ اس کے بعد اس نے جھک کر سرد اور کو اٹھا کر کانٹھے پر لادا۔

"اب وہ سرنجک بتا دیجئے" جان میکنز نے کہا اور فضل حسین سر ہلاتے ہوئے مڑا۔ اور پھر ایک اور گھرے میں داخل ہو کر اس نے سوئچ بورڈ پر نصب ایک بٹن دبایا تو گھرے کا فرش شمالی کونے سے ہٹتا چلا گیا۔ اور نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں نظر آنے لگیں۔ فضل حسین۔ جارج آرنلڈ اور جان میکنز سیڑھیاں اتر کر نیچے ایک دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ فولاد کا بنا ہوا تھا۔ اور بند تھا۔ فضل حسین نے سائیڈ کی دیوار پر ایک مخصوص جگہ پر اپنا انگوٹھا رکھ کر اسے زور سے دبایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ آگے ایک تنگ سی طویل سرنجک نظر آرہی تھی۔

"اس سرنجک کا اختتام بلیک پوائنٹ پر ہوگا۔ یہ قریبی پہاڑی کا وہ ہے۔ وہاں بیرونی شہر جانے والی بڑی شاہراہ قریب ہے۔ فضل حسین نے جان میکنز سے مخاطب ہو کر کہا۔

"لیکن یہ سرنجک تو تاریک ہے۔" جان میکنز نے سرنجک میں چھائے ہوئے گھرے اندھیرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں ٹاپرچ لے آیا ہوں۔" فضل حسین نے کہا اور پھر اس نے کوٹنگی اندرونی جیب سے ٹاپرچ نکال کر جان میکنز کے ہاتھ میں پکڑا دی۔

"اس سرنجک کے اختتام پر کیا ہے؟" جان میکنز نے پوچھا۔

"اس کے اختتام پر بھی ایک بڑی چٹان ہے۔ آپ اس چٹان کی جڑ پر جب پیر سے تین بار ٹھوکر ماریں گے۔ ایک بار زور سے دوسری بار ہلکی اور تیسری بار پھر زور سے تو یہ چٹان کھل جائے گی اور آپ پہاڑی درہ میں پہنچ جائیں گے۔ وہاں عابد علی کا رہنے والا موجود ہوگا۔ کوڈ آپ کو معلوم ہی ہے؟" فضل حسین نے کہا۔

"اور کسے۔" اب میں چلتا ہوں۔ لیکن ایک بات یاد رکھئے۔ اگر سیکرٹ سروس یا حکومت کی کوئی ایجنسی آپ سے پوچھ گچھ کرے تو آپ نے کم از کم چار پانچ گھنٹوں تک اپنے آپ کو کوئی بات بتانے کو کہا ہے۔ تاکہ میں آران کی سرحد میں داخل ہو سکوں۔ جان میکنز نے سخت لہجے میں فضل حسین سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب۔ اس ملک میں میرے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ مجھ پر کوئی انگلی اٹھانے کی بھی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں تو صرف اس لئے گھبرا رہا تھا کہ آپ برآمد نہ ہو جائیں۔ اس صورت میں میری حیثیت کمزور ہو جاتی تھی۔ اب آپ کے جانے کے بعد میں شیر ہوں۔ ویسے بلیو برڈ آپ کو سرحد تک صرف تین گھنٹوں میں لے جائے گی۔ عابد علی ماہر ڈرائیور ہے۔"

فضل حسین نے با اعتماد لہجے میں کہا۔ "اور کسے۔" گڈ بائی۔" جان میکنز نے اطمینان بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے سرنجک میں قدم رکھ دیئے۔ ٹاپرچ کی تیز روشنی

کسی سے نہیں ملتا پھر تم نے اُسے ڈرائنگ روم تک آنے کی اجازت کیسے دی؟ — فضل حسین نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔
مجھے تو معلوم نہیں صاحب — گیٹ والوں نے بھیج دیا ہے۔ — ملازم نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ڈم ڈم ڈومارو آف تھا پنگر — یہ کیا بات ہوئی؟“
فضل حسین نے ملازم کی بات سے بغیر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کی نظریں کارڈ پر جمی ہوئی تھیں۔
”کیا کہہ رہے ہیں آپ؟“ — جارج آرنلڈ نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

”عجیب نام ہے۔ ریاست کا نام بھی پہلی بار سنا ہے۔ دیکھیں“
فضل حسین نے کارڈ جارج آرنلڈ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔
اور جارج آرنلڈ بھی کارڈ پڑھ کر حیرت زدہ نظر آنے لگا۔
”عجیب و غریب نام ہے۔ اب تو میں بھی ملوں گا اس آدمی سے؟“ — جارج آرنلڈ نے کہا۔

”ہاں — ملنا چاہیے۔ دیکھیں تو سہی یہ ڈم ڈومارو کیا چیز ہیں؟“ — فضل حسین نے کہا اور پھر وہ دونوں تیزی سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

ڈرائنگ روم کا پردہ ہٹا کر سب سے پہلے فضل حسین اور اس کے بعد جارج آرنلڈ اندر داخل ہوئے تو سامنے صوفے پر ایک احمق سانو جوان اکڑوں بیٹھا اُتو کی طرح دیدے گھما کر ہر چیز کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار

سرنگ میں بکھر گئی تھی۔ فضل حسین اور جارج آرنلڈ اُسے جلتے دیکھتے رہے۔ فضل حسین نے دروازہ بند کیا اور سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ واپس کمرے میں آئے۔ — فضل حسین نے بٹن دبا کر فرش برابر کیا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئے۔

”اچھا — اب مجھے اجازت دیجیے“ — جارج آرنلڈ نے کہا۔

”ارے — اتنی بھی کیا جلدی ہے۔ آپ میرے پاس آئے ہیں۔ کچھ پی پلا کر ہی جاتیے“ — فضل حسین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں — مجھے جلدی ہے۔ اب مجھے اجازت ہی دیجیے۔ میں نے سفیر صاحب کو اطلاع دینی ہے کہ کارڈ سر داور کو لے کر روانہ ہو چکی ہے۔“ — جارج آرنلڈ نے جواب دیا۔

”اور کے — جیسی آپ کی مرضی — آئیے پھر میں آپ کو کارٹک چھوڑ آؤں؟“ — فضل حسین نے کہا۔ لیکن جیسے ہی وہ پورچ میں جانے کے لئے برآمدے میں پہنچے۔ ایک باوردی ملازم نے آگے بڑھ کر بڑے مؤدبانہ انداز میں ایک کارڈ فضل حسین کی طرف بڑھایا۔

”یہ صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ڈرائنگ روم میں موجود ہیں۔“ — ملازم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
”مجھ سے — لیکن تمہیں معلوم ہے کہ میں بغیر پیشگی وقت دیئے

یہ ساز و سامان دیکھ رہا ہو۔ فضل حسین اور جارج آرنلڈ کو دیکھتے ہی وہ بڑی طرح اچھلا۔ اور پھر اٹھ کر کھڑے ہونے کی کوشش میں قالین پر ڈھیر ہو گیا۔

”مم۔۔۔ مم۔۔۔ معافی چاہتا ہوں۔“ نوجوان نے بڑے عاجزانہ انداز میں ہکلاتے ہوئے کہا اور پھر اٹھ کر کپڑے جھاڑنے میں یوں مصروف ہو گیا جیسے وہ کمرے میں اکیلا ہو۔
”کون ہو تم۔“ فضل حسین نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔
”لگ۔۔۔ لگ۔۔۔ کون۔۔۔ میں یا تم۔“ نوجوان نے چونک کر فضل حسین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
”میں پوچھ رہا ہوں کون ہو تم۔“ اور یہاں کیوں آئے ہو۔“ فضل حسین نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

”مم۔۔۔ مم۔۔۔ میرا نام ڈم ڈم ڈم ڈومارو ہے اور میرا تعلق ریاست تھا پنگر سے ہے۔ میں نے ایک آدمی سے ملنا ہے۔ جو ان صاحب کے ساتھ ابھی کار میں آئے ہیں۔ میں نے ان کی رقم دینی ہے۔“ اس نوجوان نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔
”میرے ساتھ۔۔۔ کیا بکواس ہے۔ میرے ساتھ تو کوئی یہاں نہیں آیا۔ کیا تم پاگل ہو۔“ جارج آرنلڈ نے چونکتے ہوئے کہا۔ فضل حسین بھی چونک پڑا تھا۔

”ارے۔۔۔ کمال ہے۔ لوگ ان کو ڈھونڈتے ہیں جن سے قرضہ لیا ہوتا ہے۔ اور وہ چھپ جاتے ہیں۔ یہاں میں رقم دینے آیا ہوں اور آپ اُسے چھپا رہے ہیں۔ آپ رقم مجھ سے لے لیں اور

ان صاحب کو دے دینا۔ مجھے آپ پر اعتماد ہے۔“ نوجوان نے حیرت بھرے انداز میں سر جھٹکتے ہوئے کہا۔
”چلو۔۔۔ نکلو یہاں سے گٹ آؤٹ۔“ فضل حسین نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

”رقم تو لے لو۔ پھر انگریزی بولتے رہنا۔“ نوجوان نے کہا۔ اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ جیب سے باہر آیا تو فضل حسین اور جارج آرنلڈ دونوں لڑکھڑاکر ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ نوجوان کے ہاتھ میں ایک خوف ناک ریوالت نظر آ رہا تھا۔ ظاہر ہے اس کا رخ ان دونوں کی طرف ہی ہو سکتا تھا۔

”اب بولو۔“ کہاں ہے وہ جان میکنز اور مسٹر جارج آرنلڈ مجھ سے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا نام ڈم ڈم ڈومارو ہے۔“ نوجوان کا لہجہ یک لخت انتہائی سخت ہو گیا۔ اس کے چہرے پر چھائی ہوئی طاقت یک لخت یوں غائب ہو گئی تھی جیسے پہلے کبھی رہی ہی نہ ہو۔

”جان میکنز۔۔۔ کیا مطلب۔“ فضل حسین نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ جارج آرنلڈ کے چہرے کا رنگ بھی اڑ گیا تھا۔

”تو تم جان میکنز کو نہیں جانتے۔ پھر تو تم سردار کو بھی نہ جانتے ہو گے۔ میں تمہیں آخری مہلت دے رہا ہوں۔ اپنی ہڈیاں تڑوانے سے باز آ جاؤ۔ ورنہ جب میں ٹکڑے مارتا ہوں تو ڈم کی آواز آتی ہے۔ اور جب میں نے ہاتھ چلانے شروع کئے تو میری

بجائے تم ڈم ڈم ڈم ڈم مار دین چکے ہو گے۔۔۔ نوجوان نے انتہائی سر دلیجے میں کہا۔

”تم اس طرح مجھے میرے گھر میں نہیں دھمکا سکتے۔ میرا نام فضل حسین ہے۔ میں ابھی ایس بی کو فون کرتا ہوں۔۔۔ میں تمہیں جبل میں سڑا دوں گا۔۔۔ فضل حسین نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”تم کیا کہتے ہو سڑا جاؤ آرٹلڈ سیکنڈ سیکرٹری سفارت خانہ ویسٹرن کارمن۔۔۔ نوجوان نے بڑے طنز یہ لہجے میں جارج آرٹلڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تو تم مجھے جانتے ہو۔ پھر بھی مجھے دھمکا رہے ہو۔ مجھے سفارتی تحفظ حاصل ہے۔۔۔ جارج آرٹلڈ نے جواب میں ہتھوک جھگٹے ہوئے کہا۔

”جس آدمی کو تم نے اغوا کیا ہے اُسے تم سے زیادہ تحفظ حاصل تھا۔ اور میں نے اُسے واپس حاصل کرنا ہے۔ بولو کہاں ہے وہ؟“ نوجوان نے انتہائی گرجت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ ریوالور لئے قدم بڑھا کر ان کی طرف چلا۔ اُسے اپنی طرف یوں بڑھتے دیکھ کر وہ دونوں ہی سمٹ کر ایک طرف ہوئے اور نوجوان نے ایک ہاتھ سے ڈرائنگ روم کا دروازہ بند کر کے اس کی چٹخنی چڑھا دی۔

”یہ تم کیا کر رہے ہو؟“ فضل حسین نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

”تمہیں ڈم ڈم ڈم ڈم مار دینے کے لئے تیاری کر رہا ہوں۔“ نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی ریوالور واپس جیب میں رکھ لیا۔ جیسے ہی اس نے ریوالور جیب میں رکھا۔ فضل حسین نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالنا چاہا۔ مگر دوسرے لمحے کمرہ تھپڑ کی زوردار آواز کے ساتھ ہی فضل حسین کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔۔۔ نوجوان کا تھپڑ پوری قوت سے فضل حسین کے پیٹ پر پڑا تھا اور وہ جارج آرٹلڈ سے ٹکرا کر اُسے لیتا ہوا صوفے پر جا گرا۔

”بولو۔۔۔ کہاں ہے جان میکنز؟“ نوجوان نے آگے بڑھ کر ایک ایک ہاتھ سے ان دونوں کی گردنیں پکڑتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے کمرے میں بیک وقت دو چیخیں برآمد ہوئیں۔ نوجوان نے پوری قوت سے ان دونوں کے سر ایک دوسرے سے ٹکرا دیئے تھے۔ یہ ٹکراتی بھر پور تھی کہ وہ دونوں ہی بے حس ہو کر نیچے گر پڑے۔ اُسی لمحے نوجوان کی لات پوری قوت سے جارج آرٹلڈ کی کینٹینی سے ٹکرائی اور جارج آرٹلڈ کا جسم بڑی طرح پھٹکنے لگا۔ اس لمحے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔۔۔ وہ کینٹینی پر لگنے والی رپڑ چوٹ کی وجہ سے بے ہوش ہو چکا تھا۔

پھر نوجوان نے فضل حسین کو گمہ دن سے پکڑ کر اوپر اٹھایا۔ اور دوسرے لمحے کمرہ ایک بار پھر تھپڑ کی تیز آواز سے گونج اٹھا۔ فضل حسین چیخ مار کر بڑی طرح پھٹکنے لگا۔

بتاؤ۔۔۔ کہاں ہیں یہ لوگ۔۔۔ ورنہ جان سے مار دوں

ہاں۔ تم اس کو اٹھا کر نیچے بڑے کمرے میں لے چلو۔ اسے اچھی طرح باندھ دو۔ میں اس کی ایک ایک ہڈی اپنے ہاتھوں سے توڑوں گا۔ فضل حسین نے دانت بھینچے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب!۔۔۔ آنے والے تھے کہا۔ اور پھر اس نے جھک کر قالین پر بے ہوش پڑے ہوئے نوجوان کو اٹھایا اور اسے کاندھے پر لاد کر تیزی سے دروازے سے باہر نکلتے چلے گئے۔

”اگر تجھے عین موقع پر ہوش نہ آجاتا تو یہ نوجوان تمہیں لے ڈوبتا۔ جارج آرنلڈ نے آگے بڑھ کر فضل حسین کو بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ تمہارا بے حد شکریہ۔ آج تم نے میری جان بچالی ہے۔ اب میں اس ڈم ڈم سے ایسا انتقام لوں گا کہ اس کی نسلیں بھی اس کے حشر سے عبرت حاصل کرتی رہیں گی۔

فضل حسین نے بڑے تکلیف بھرے انداز میں دروازے کی طرف چلتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ نوجوان ہے کون۔۔۔ یہ تو بہت سے واقعات سے واقف ہے۔ جارج آرنلڈ نے کہا۔

”یہ بھی وہ بتائے گا۔۔۔ تم نہیں جانتے۔ میرے پاس دو آدمی ایسے ہیں جو پتھروں کو بھی بولنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

فضل حسین نے ڈرائنگ روم سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

”دیکھو فضل حسین۔۔۔ اس آدمی کو ہر قسم پر تین چار گھنٹے تک روکے رکھو۔ تاکہ جان میکنز و سمر داو کو لے کر اطمینان سے

آران کی سرحد کے اندر پہنچ جائے۔ اس کے بعد جو چاہو کرتے رہو۔ جارج آرنلڈ نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں۔۔۔ اب یہ ہمیشہ کے لئے رک گیا۔ اب اس کی روح ہی باہر جائے گی۔ اس کا جسم اب اس کوٹھی میں ہی دفن رہے گا۔ فضل حسین نے سر دلچے میں جواب دیا۔

”تو پھر زیادہ جگہ میں مت پڑو۔ اسے بے ہوشی کے عالم میں گولی مار کر دفن کر دو۔ جارج آرنلڈ نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔۔۔ پہلے میں اس سے اپنا انتقام لوں گا اس کے بعد گولی ماروں گا۔ ورنہ مجھے ساری عمر عین نہیں آئے گا۔ فضل حسین نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ایسا نہ ہو کہ وہ کسی طرح نکل بھاگے۔ مجھے یہ شخص انتہائی خطرناک دکھائی دیتا ہے۔ جارج آرنلڈ نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”اس وقت میں غفلت میں مار کھا گیا تھا۔ اب تم دیکھنا میں اس کا کیا حشر کرتا ہوں۔ فضل حسین نے بڑے با اعتماد لہجے میں کہا۔

”میرا خیال تو جانے کا تھا۔ لیکن اب میں چاہتا ہوں کہ یہ معلومات حاصل کر کے جاؤں کہ آخر یہ شخص کون ہے۔ اور کس طرح اتنی معلومات رکھتا ہے۔ جارج آرنلڈ نے کہا۔

۲۴۴
 "تو آؤ میرے ساتھ — پھر تماشا دیکھو — ابھی سب
 معلومات حاصل ہو جائیں گی۔" فضل حسین نے کہا۔ اور
 پھر وہ راہداری مرگ کر نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں اترتے
 چلے گئے۔

عمران کو جب فضل حسین کی کوٹھی میں گئے ہوئے کافی
 دیر ہو گئی تو ٹائیگر کے دل میں بے چینی کی لہریں سی اٹھنے لگیں۔ گو
 عمران باقاعدہ کسی ملاقاتی کے طور پر اندر گیا تھا — اور جلتے وقت
 ٹائیگر کو یہ کہہ کر گیا تھا کہ اگر ضرورت پڑی تو وہ ریڈ کاشن دے کر
 اُسے بلالے گا۔ لیکن نجانے کیوں اچانک اس کے دل میں بے چینی
 مٹی پیدا ہونے لگ گئی تھی — وہ کچھ دیر کوٹھی کے گیٹ کے
 سامنے ایک درخت کی آڑ میں چھپا سوچتا رہا۔ پھر اس نے اندر جانے
 کا حتمی فیصلہ کر لیا تاکہ صورت حال کا خود اندازہ کر سکے۔ یہ
 فیصلہ کرتے ہی وہ درخت کی آڑ سے نکلا اور پھر آگے بڑھتا چلا گیا۔
 کافی فاصلے پر جانے کے بعد وہ مڑا اور ایک درمیانی جگہ سے
 ہوتا ہوا کوٹھی کی پشت پر آ گیا — لیکن پشت کی دیوار خاصی

تھی۔ اور اس پر بجلی کی ننگی تاریں نصب تھیں۔ اسے پار کرنا اور وہ بھی
 میں خاصا مشکل کام تھا۔ ٹائیگر ادھر ادھر دیکھتا ہوا آگے بڑھتا
 گیا۔ اور چند قدم چلنے کے بعد اچانک اس کی نظریں گلی کی سائیڈ میں
 بنے ہوئے گٹر کے دہانے پر گئی۔ گٹر کے دہانے کا انداز بتا رہا تھا۔
 کہ گٹر کوٹھی کے اندر سے باہر آکر بڑے گٹر میں مل رہا ہے۔ ٹائیگر
 نے اس گٹر کے ذریعے کوٹھی کے اندر جانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اس
 نے ادھر ادھر دیکھ کر جب کسی کو نہ پایا تو جھک کر گٹر کے دہانے پر
 موجود لوہے کے ڈھکن کے کنڈوں میں ہاتھ ڈال دیئے۔ دوسرے
 لمحے ایک زوردار جھٹکے سے ڈھکن اٹھتا چلا گیا۔ اور ساتھ ہی بدبو کے
 تیز بھیکے ٹائیگر کی ناک سے ٹکرائے۔ ٹائیگر نے ڈھکن ایک طرف
 رکھا۔ اور پھر گٹر کے اندر جاتی ہوئی لوہے کی سیڑھیوں پر قدم
 رکھ کر اندر اترتا چلا گیا۔ بدبو اب انتہائی تیز رفتار اور ناقابل
 برداشت ہو گئی تھی۔ لیکن ٹائیگر نے پرواہ نہ کی جب اس
 کا سر گٹر کے اندر ہو گیا تو اس نے گھسیٹ کر ڈھکن کو دوبارہ
 دہانے پر جمادیا لیکن اسے پوری طرح بند نہ کیا۔ بلکہ ایک سائیڈ
 پر دوسری رہنے دی تاکہ گیس نکلنے کا راستہ رہ جائے۔ پھر اس نے
 جیب میں ہاتھ ڈال کر ہنگامی حالات میں کام آنے والی نیشل ٹاپرچ
 نکالی اور اُسے جلا لیا۔ ایک ڈنک ٹاپرچ کی تیز روشنی نے
 ماحول کو قدرے اجاگر کر دیا۔ گٹر میں گندہ پانی بہہ رہا تھا۔ گٹر
 خاصا بڑا تھا اور پانی کی مقدار بہت کم تھی اس لئے وہ درمیانی
 پٹی میں بہہ رہا تھا۔ دیواروں کی سائیڈوں میں خاصی جگہ

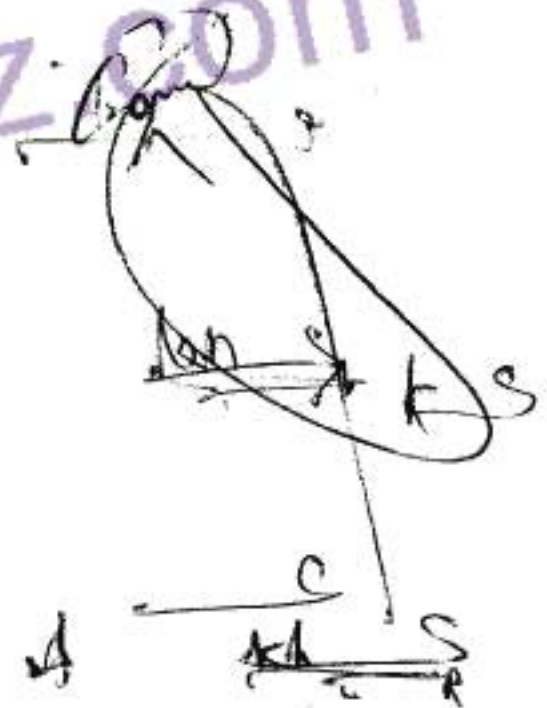
خشک پڑی ہوئی تھی۔ ٹائیگر اس خشک جگہ پر چلتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا
 اس نے سانس روکا ہوا تھا۔ کیوں کہ تیز بلو میں سانس لیتے ہی دماغ
 حکمران لگتا تھا۔ جب بہت ضرورت ہوتی تو وہ ناک بند کر کے
 تھوڑا سا سانس لے لیتا۔ تقریباً بیس پچیس قدم چلنے کے بعد ہی گٹر
 کا دوسرا دہانہ اُسے نظر آ گیا۔ یہاں بھی لوہے کی سیڑھیاں اور پہرہ کو جا
 رہی تھیں۔ وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر پہنچا اور پھر کاندھے کے
 ایک زوردار جھٹکے سے وہ ڈھکن کو ہٹانے میں کامیاب ہو گیا۔ ڈھکن
 ہٹتے ہی تازہ ہوا کا جھونکا اس کی ناک سے ٹکرایا۔ اور اُسے یوں
 محسوس ہوا جیسے وہ دوزخ سے نکل کر اچانک جنت میں پہنچ گیا ہو۔
 اس نے چند لمحے رک کر زور زور سے سانس لیئے۔ جب اس کے
 پیچھے پڑے تازہ ہوا سے پوری طرح بھر گئے تو اس نے آہستہ سے
 سر باہر نکالا۔ وہ کوٹھی کے پائیں باغ میں تھا۔ پائیں باغ خالی
 پڑا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ اچھل کر باہر آ گیا اور پھر اس نے ڈھکن کو
 دوبارہ اپنی جگہ پر جمایا اور تیزی سے عمارت کی پشت کی طرف بڑھتا
 چلا گیا۔ ٹاپرچ بند کر کے اس نے جیب میں رکھ لی اور جیب
 سے ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا۔ عمارت کی پشت پر موجود
 ٹاپرچ کی مدد سے وہ چند ہی لمحوں میں عمارت کی چھت پر چڑھتا چلا
 گیا۔ وسیع و عریض چھت کے ایک کونے میں نیچے جاتی
 ہوئی سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں۔ چنانچہ چھت کو اس کے وہ بڑی احتیاط
 سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ عمارت چوں کہ ایک منزلہ تھی۔
 اس لئے سیڑھیوں کی تعداد کم تھی۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ایک

دروازہ تھا جو بند نظر آ رہا تھا۔ ٹائیگر دروازے کے قریب جا کر رک گیا۔ اس نے کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ سامنے ایک طویل و عریض برآمدہ نظر آ رہا تھا۔ جس میں دو مسلح افراد موجود تھے۔ ان کے کاندھوں سے ملکی مشین گنیں لٹکی ہوئی تھیں۔ ٹائیگر نے آہستگی سے دروازے کو کھولنے کی کوشش کی تو دروازہ کھلتا چلا گیا اسے دوسری طرف سے لاک نہیں کیا گیا تھا۔ بھڑکی سی جھری گمر نے کے بعد ٹائیگر رک گیا۔ اور اس نے جبیں ٹٹولنی شروع کر دیں۔ دوسرے لمحے اس نے اندرونی جیب میں سے ایک چھوٹا سا پستول نکال لیا۔ اس پستول کا دھانہ کسی بھونپو کی طرح کھلا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے اس دھانے کو جھری سے نکال لیا۔ اور پستول کا رخ اس طرح کر لیا کہ پستول سے نکلنے والی چیز برآمدے کے باہر جا گرے۔ اور پھر اس نے ٹائیگر دبا دیا۔ ہلکی سی ٹھک کی آواز ابھری۔ اور چند لمحوں بعد خاصے فاصلے پر پٹاخہ سا چھوٹا اور ٹائیگر نے پھرتی سے پستول واپس جیب میں ڈال لیا۔

”پٹاخے کی آواز سنتے ہی برآمدے میں کھڑے ہوئے دونوں افراد بُری طرح اچھلے اور پھر ٹائیگر کی توقع کے عین مطابق وہ دونوں بیک وقت دوڑتے ہوئے باہر کی طرف پکے۔ اور ہی ٹائیگر چاہتا تھا۔ اس نے بڑی تیزی مگر احتیاط سے دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے سانپ کی سی تیزی سے وہ دروازے سے نکلا اور ایک ستون کی آڑ میں ہو گیا۔ برآمدے سے باہر پورچ میں دو کاریں موجود تھیں جن میں سے ایک کار وہ تھی جس کے تعاقب میں وہ

یہاں تک آیا تھا۔ دونوں مسلح افراد کاروں کی دوسری طرف پٹخنے کی تحقیق میں مصروف تھے۔ ٹائیگر نے انہیں مصروف دیکھا تو تیزی سے آگے بڑھ کر اندر جاتی ہوئی راہداری میں دوڑتا چلا گیا۔ راہداری کے آغاز میں چوں کہ ایک دروازہ سا بنا ہوا تھا۔ اس لئے اُسے یقین تھا کہ دیوار کے ساتھ ساتھ بھاگتے ہوئے اُسے باہر سے چیک نہ کیا جاسکے گا۔ راہداری کے آخر میں سیڑھیاں نیچے جارہی تھیں۔ اور کوئی راستہ بھی نہ تھا۔ اس لئے وہ سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ سیڑھیاں آگے جا کر مڑیں۔ اور پھر وہ ایک کمرے میں پہنچ کر ختم ہو گئیں۔ کمرہ خالی پڑا ہوا تھا۔ ٹائیگر اس کمرے میں داخل ہو کر حیرت سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اُسے سیڑھیوں کے انداز سے یقین تھا کہ اس کمرے سے ضرور کوئی خفیہ راستہ جاتا ہوگا ورنہ اس طرح ایک چھوٹے سے کمرے کا سیڑھیوں کے اختتام پر تعمیر کرنا اس کے حلق سے نہ اتر رہا تھا۔ ابھی وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا کہ اچانک اُسے اپنے قدموں کے نیچے سے فرش کھسکتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے تیزی سے اچھل کر کمرے سے باہر نکلنے کی کوشش کی لیکن فرش کی حرکت اس کی سوچ سے کہیں زیادہ تیز تھی چنانچہ وہ باہر نکلنے کی بجائے منہ کے بل فرش پر گرا۔ اور عین اُسی لمحے فرش اُس جگہ سے ہٹتا چلا گیا۔ اور ٹائیگر قلابازیاں کھاتا ہوا بیٹھے ہوئے فرش سے نمودار ہونے والی سیڑھیوں پر پھسلتا ہوا نیچے گرتا چلا گیا۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی اور عین اُسی لمحے جب وہ اپنے

آپ کو سنبھالنے میں کامیاب ہوتا۔ وہ کسی انسان کے قدموں میں
موجود تھا۔ ٹائیگر نے پھرتی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن
دوسرے لمحے اس کے سر پر زوردار ضرب پڑی اور اس کے
ذہن میں ایک لمحے کے لئے رنگین ستارے چمکے۔ دوسرے
لمحے اس کا ذہن اٹھا ہوا تاریکیوں میں ڈوبا چلا گیا۔



عمران کے کو جب ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک
بڑے سے کمرے کے وسط میں ایک لوہے کی کرسی پر بیٹھے ہوئے
پایا۔ اس کے دونوں سپر اور ہاتھ اس کرسی کے ساتھ لگے
ہوئے لوہے کے کڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اور انہیں اتنی
سختی سے جکڑا گیا تھا کہ وہ انہیں معمولی سی جنبش دینے سے بھی
قاصر تھا۔ کمرے میں دو مسلح افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ان
کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ کمرے کی دیواروں پر تشدد کے
جاری ترین آلات نظر آ رہے تھے۔ عمران نے یہ دیکھتے ہوئے
طویل سانس لی۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ فضل حسین کی کوٹھی کے کسی تہہ خانے
میں موجود ہے۔ ٹائیگر نے جب اُسے فضل حسین کی کوٹھی کے متعلق
بتایا تو وہ سمجھ گیا کہ فضل حسین ویسٹرن کارمن کا ایجنٹ ہے کیونکہ

اُسے یہ معلوم تھا کہ وہ اصل میں ولیسٹن کارمن سے ہی آیا تھا۔ اور یہاں آکر اس نے مذہب کے ساتھ ساتھ نام بھی بدل لیا تھا اور اب وہ اس ملک کے ایک شہری کی طرح رہتا تھا۔ اس کا وسیع و عریض کاروبار تھا۔ اور اعلیٰ حلقوں میں اس نے خاصا مقام بنایا ہوا تھا۔ چوں کہ فضل حسین کے متعلق کبھی کسی ناجائز کام میں ملوث ہونے کی رپورٹ نہ ملی تھی۔ اس لئے عمران نے یہی سوچا کہ وہ شخص آسانی سے قابو آجائے گا۔ چنانچہ اس بار اس نے وہ کارڈ استعمال کیا جو اس نے خاص طور پر شعبہ بے بازی کے لئے بنوایا تھا۔ اس کارڈ کی مدد سے وہ بعض اوقات اچھی خاصی محفلوں میں مرکز توجہ بن جاتا تھا۔ اور پھر ہلکے ہلکے شعبہ بے دکھا کر وہ اپنے مطلب کے لوگوں سے میل ملاپ پیدا کر کے اپنا مقصد حاصل کر لیتا تھا۔ ظاہر ہے تھا پھر نگر کے ڈم ڈم ڈم ڈم مارو سے ہر آدمی دل چسپی لینے پر مجبور ہو جایا کرتا تھا۔ چنانچہ وہی ہوا۔ اس کارڈ کی دل چسپی کی وجہ سے اُسے ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا گیا۔ اور پھر اس نے جارج آرنلڈ کو بے ہوش کر کے فضل حسین سے راز اگلوانا چاہا لیکن اس سے معمولی سی غفلت ہو گئی۔ کہ اس نے ایک تو جارج آرنلڈ کی بے ہوشی کا غلط اندازہ لگایا۔ دوسرا اس کی طرف اس کی پشت ہو گئی۔ اس طرح جارج آرنلڈ کو اس پر داکر نے کام موقع مل گیا۔ ورنہ وہ فضل حسین سے راز اگلوانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اُسے فضل حسین کے آخری فقرے یاد تھے۔ کہ وہ دونوں یعنی جان میکنز و اور سردار چلے گئے ہیں۔ اس فقرے سے تو یہی

ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کوٹھی سے نکل گئے ہیں۔ لیکن ٹائیگر نے بتایا تھا کہ کوٹھی سے کوئی باہر نہیں نکلا۔ اس کے بعد اُسے ہوش اس کمرے میں آیا تھا۔ اس کی کلائی میں بندھی ہوئی گھڑی میں ٹائیگر کو ریڈ کاشن دینے کا سسٹم موجود تھا لیکن اب وہ اس سے کام لینے میں قاصر تھا۔

ابھی وہ یہ باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ سامنے موجود بند دروازہ کھلا اور پھر فضل حسین اور جارج آرنلڈ دونوں اندر داخل ہوئے۔ فضل حسین کی چال میں لنگڑاہٹ سی تھی۔ لیکن چہرے پر انتقام کے سائے لرز رہے تھے۔

”تمہیں ہوش آگیا ڈم ڈم ڈم مارو۔“ فضل حسین نے بڑے طنزیہ انداز میں عمران کے سامنے آکر اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ دونوں پہلوؤں پر ہاتھ رکھے بڑے فاخرانہ انداز میں کھڑا تھا۔ جب کہ جارج آرنلڈ اس سے دو قدم پیچھے کھڑا تھا۔

”سنو فضل حسین۔ تم نے مجھے یوں قید کر کے اپنی اصلیت کھول دی ہے۔ اب تم اس ملک میں شریف شہریوں کی طرح نہیں رہ سکتے۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”تم فکر نہ کرو۔ اب تم زندہ کبھی باہر نہ نکل سکو گے میں تم سے اپنی بے عزتی کا ایسا انتقام لوں گا کہ تمہاری روح بھی صدیوں تک سسکتی اور دکھتی رہے گی۔“ فضل حسین نے سمجھوتے ہوئے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم سے جو ہوتا ہے کر لو۔ بہر حال یہ بات ملے

ہے کہ تمہارے سانس گنے جا چکے ہیں: — عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔ اور اس کے اطمینان کو دیکھتے ہوئے فضل حسین اور زیادہ ہنسنے لگے۔

”ماکھم — اس نے چیخ کر ایک مسلح آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس باس — ایک مسلح آدمی نے تیزی سے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

”جاک — اوپر سے مالٹی اور شیرت کو بلا لاؤ۔ تاکہ میں اس کی ایک ایک ہڈی تڑوا سکوں — فضل حسین نے چیختے ہوئے کہا۔

”یس باس — ماکھم نے کہا اور پھر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”تم درحقیقت کون ہو اور جان میکنز و کے بارے میں کیسے جانتے ہو؟ اس بار جارج آرنلڈ نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

”سنو جارج آرنلڈ — مجھے معلوم ہے کہ جان میکنز و ویسٹرن کارمن سیکرٹ سروس کا خطرناک ایجنٹ ڈائلڈ ٹائیگر ہے۔ اور وہ یہاں سرور کو اغوا کرنے کے لئے آیا تھا۔ میں نے اُسے سیکرٹ ایجنٹ سمجھتے ہوئے اس پر اعتماد کیا اور اس نے میرے اعتماد کو دھوکہ دیا۔

اب مجھے اس کی تلاش ہے۔ جس لمحے بھی وہ مجھے مل گیا میں اُسے بتاؤں گا کہ ڈائلڈ ٹائیگر دراصل کسے کہتے ہیں — اور اگر وہ سرور کو لے کر ویسٹرن کارمن بھی پہنچ گیا تب بھی وہ میرے ہاتھوں سے باہر نہ ہوگا — عمران نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے اُسے

ڈائلڈ ٹائیگر کے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔ عمران کا لہجہ ایسا تھا کہ جارج آرنلڈ کے جسم میں سردی کی لہریں دوڑنے لگیں۔

”کیا تم سیکرٹ ایجنٹ ہو؟ — اس نے پوچھا۔

”نہیں — میں ڈم ڈم ڈم مارو ہوں — عمران نے جواب دیا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ جارج آرنلڈ یا فضل حسین کوئی بات کہتا۔

ماکھم دوبارہ کمرے میں داخل ہوا — اس کے کاندھے پر کوئی بہوش شخص لٹکا ہوا تھا۔ اس بے ہوش شخص کو دیکھتے ہی عمران نے ایک طویل سانس لیا کیوں کہ وہ اُسے ایک نظر دیکھتے ہی پہچان گیا تھا کہ وہ ڈائلڈ ٹائیگر ہے۔

”یہ کون ہے؟ — فضل حسین نے حیرت بھرے انداز میں ماکھم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”باس — میں نے جب اوپر والے کمرے میں جلنے کے لئے فرش ہٹانے کے لئے بٹن دبایا تو یہ سیڑھیوں پر فلا بازیاں کھاتا ہوا میرے قدموں میں آگرا — میں نے اس کے سر پر مشین گن کے دستے کا وار کر کے اسے بے ہوش کر دیا ہے۔ یہ شاید اس کمرے میں موجود تھا کہ اچانک فرش ہٹنے کی وجہ سے نیچے آگرا۔ ماکھم نے ڈائلڈ ٹائیگر کو فرش پر لٹاتے ہوئے کہا۔

”یہ یقیناً اس ڈم ڈم کا ساتھی ہوگا اور اس کا یہاں اندر تک آ جانے کا مطلب ہے کہ ہم یہاں محفوظ نہیں ہیں — جارج آرنلڈ نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

”تم دونوں باہر جاؤ — اور جا کر چیک کرو۔ اس کے اور

بتاؤ کیا کہتے ہو؟ — فضل حسین نے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر وہ
 قدم بڑھاتا ہوا عمران کے قریب پہنچ گیا۔
 "میری جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک پکیٹ نکال لو۔" عمران
 نے کہا اور فضل حسین نے اس کی جیب میں ہاتھ ڈالنے کے لئے ہاتھ
 بڑھایا۔ اُسی لمحے عمران نے اپنے جسم کو انتہائی تیزی سے پیچھے کی
 طرف جھٹکا دیا۔ اور دوسرے لمحے وہ فضل حسین کو ساتھ لیتے
 ہوئے پشت کے بل فرش پر جا گرے۔ کرسی چوں کہ زمین میں نصب
 نہ تھی۔ اس لئے جھٹکے کے ساتھ ہی الٹ گئی۔ اور اب فضل
 حسین نیچے تھا۔ اور عمران کرسی سمیت اس کے اوپر پڑا ہوا تھا۔ کرسی
 کی پشت اوپر کی طرف تھی۔
 فضل حسین نے نیچے گرتے ہی اپنے آپ کو نیچے سے نکالنے کی
 جدوجہد کی۔ لیکن عمران نے پوری قوت سے اس کے سر پر اپنا
 سر مار دیا۔ اور فضل حسین بڑی طرح پھڑکنے لگا۔
 فضل حسین کے اس طرح پھٹنے ہی جارج آرنلڈ اُسے چھڑانے
 کے لئے تیزی سے اس کی طرف بیکا۔ اس نے کرسی کو اٹھانے
 کے لئے اس کے پائے پکڑ کر اُسے کھینچنا چاہا۔ اور اُسی لمحے کرسی
 کی تیز آواز سے عمران کے ہاتھوں اور پیروں میں بندھے ہوئے
 لوہے کے کڑے کھلتے چلے گئے۔ عمران نے یہ اندھا دوا کھیلا
 ہی اس لئے تھا کہ اُسے اندازہ تھا کہ جارج آرنلڈ فضل حسین کو
 بچانے کے لئے آگے بڑھے اور ظاہر ہے اُسے عمران کو ہٹانے
 اور کھینچنے کے لئے کرسی کو پکڑ کر کھینچنا پڑے گا۔ اور اس

قسم کی کرسی میں کڑوں کا کسم پسم چوں کہ ہمیشہ کرسی کے پچھلے پاؤں
 میں رکھا جاتا ہے۔ اس لئے اُسے پوری امید تھی کہ نادانستگی
 میں اس کا ہاتھ بٹن پر پڑے گا۔ اور عمران آزاد ہو جائے گا۔ چنانچہ
 وہی ہوا۔ جیسے ہی کرسی کھلے جارج آرنلڈ خالی کرسی سمیت پشت
 کے بل نیچے جا گرے۔ کیوں کہ اس نے کرسی کو پوری قوت سے
 کھینچا تھا۔ اس کے نیچے گرتے ہی عمران انتہائی تیزی سے اچھلا اور
 دوسرے لمحے اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ریوالور نکال لیا۔
 اس کی تلاشی لینے کا کسی کو خیال تک نہ آیا تھا۔ اس لئے عمران
 کی سب چیزیں اس کی جیبوں میں موجود تھیں۔ ریوالور باہر نکلتے ہی
 وہ تیزی سے پیچھے ہٹا اور دوسرے لمحے کمرہ ایک زوردار دھماکے
 سے گونج اٹھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک چیخ بلند ہوئی اور
 دروازے میں داخل ہونے والا ایک شخص پشت کے بل دروازے کی
 دہلیز میں جا گرے۔ یہ شاید مالٹی تھا جو اسی لمحے اندر داخل ہوا تھا۔ عمران
 نے دوسری بار ٹریگر دبایا۔ اور اس بار گولی جارج آرنلڈ کے
 سینے میں گھستی چلی گئی۔ جو کرسی پھینک کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔
 اب عمران نے ریوالور کا رخ فضل حسین کی طرف کر دیا۔ جو
 حیرت اور خوف سے آنکھیں پھاڑے فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔
 "اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ فضل حسین۔ ورنہ جسم گولیوں سے
 پھلنی کر دوں گا۔" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔
 "مم۔۔۔۔۔ مجھے مت مارو۔۔۔۔۔ مجھے مت مارو۔"
 فضل حسین نے گھکیاے ہوئے انداز میں کہا۔ اس کا چہرہ ہلہل

کی طرح زرد پڑ گیا تھا۔

”اگر تم نے ذرا بھی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھو تمام گولیاں تمہارے جسم میں گھس جائیں گی۔“ — عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں کوئی غلط حرکت نہ کروں گا۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔ میں آئندہ کسی جگہ میں ملوث نہ ہوں گا۔“

فضل حسین نے کھڑے ہو کر بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

”سنو۔۔۔ اگر تم مجھے اور میرے ساتھی کو اس کوٹھی سے

صحیح سلامت باہر نکالنے کا وعدہ کر دو تو میں تمہاری جان بخشی کر سکتا

ہوں۔ مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ لیکن۔۔۔۔۔۔“

عمران نے جان بوجھ کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

”میں نکال دوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں۔ اسی کمرے سے باہر نکال

دوں گا۔ کسی کو پتہ بھی نہ چلے گا۔“ فضل حسین نے موت کے

خوف سے فوراً وعدہ کرتے ہوئے کہا۔

”اور۔۔۔ کے۔۔۔ آگے بڑھو۔“ عمران نے سر ملاتے ہوئے

کہا اور فضل حسین دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ جب وہ دروازے

کے قریب پہنچا تو عمران نے اُسے رکنے کے لئے کہا اور خود وہ فرش

پر بے ہوش پڑے ہوئے ٹائیگر پر جھپک گیا۔ اور ایک لمحے

کے لئے اس کی توجہ فضل حسین سے مبٹ گئی۔ اور اس ایک لمحے سے

فضل حسین نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ اس نے پلک جھپکنے میں ہاتھ

بڑھا کر دروازے کے ساتھ دیوار پر نصب سوپرچ بورڈ کا ایک بٹن

دبا دیا۔ بٹن دبے ہی فرش کا وہ حصہ جہاں عمران اور ٹائیگر موجود

تھے۔ یک لخت کھل گیا۔ عمران نے سنسنیلے کی کوشش کی لیکن

بے سود۔ اور پلک جھپکنے میں وہ ٹائیگر سمیت فرش کے سٹپنے سے

بننے والے خلا میں سر کے بل گر تا چلا گیا۔ ٹائیگر چوں کہ بہوشی

کے عالم میں گرا تھا۔ اس لئے اس کی رفتار عمران سے زیادہ تیز تھی۔

اور دوسرے لمحے وہ دونوں یکے بعد دیگرے ایک زوردار چھپکے

سے پانی میں گرے۔ اور عمران اتنی بلندی سے نیچے گرنے لگی

وجہ سے پانی کے اندر ڈوبتا چلا گیا۔ مگر دوسرے لمحے پانی نے اُسے

اچھالا تو وہ دوبارہ سطح پر آ گیا۔ اُسی لمحے اُسے ٹائیگر کے

گرنے کی آواز سنائی دی۔

”ٹائیگر۔۔۔ کیا تم ہوش میں ہو؟“ عمران نے گھپ

اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتے ہوئے زوردار آواز میں کہا۔

”اوہ۔۔۔ باس۔۔۔ آپ ہم کہاں ہیں؟“ ٹائیگر کی

کی حیرت زدہ آواز قریب سے سنائی دی۔

”چاہ بابل میں۔۔۔ جہاں ماروت ماروت کواٹھا لٹکایا گیا تھا۔

ہماری ذرا زیادہ عزت کی گئی ہے کہ ہمیں لٹکانے کی بجائے آزاد

کر دیا گیا ہے۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب

دیتے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے لمحے وہ چونک پڑا کیوں کہ گھپ

اندھیرے میں جگنو سا چمکا۔ اور پھر روشنی پھیل گئی۔ یہ ایک ٹونک پنسل

کارچ کی روشنی تھی جسے ٹائیگر نے جلایا تھا۔

”اوہ۔۔۔ واقعی۔۔۔ یہ تو واقعی چاہ بابل ہے۔“ ٹائیگر

ٹاپرچ کی روشنی پانی کے اندر بھی قائم تھی۔ اور پانی کے اندر عمران نے ٹاپرچ کی روشنی کی مدد سے دیواروں کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ جب اس کا سانس روکنا محال ہو جاتا تو وہ دوبارہ سطح پر آ جاتا۔ اور پھر پھیلپروں میں سانس بھر کر پانی کے اندر چلا جاتا۔ اس طرح وہ تیزی سے جائزہ لینے میں مصروف رہا جب کہ ٹائیگر خاموشی سے پانی کی سطح پر تیرتا رہا۔

”کچھ پتہ چلا عمران صاحب؟“ ٹائیگر نے امید بھرے لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا جو تیسری بار سانس لینے کے لئے سطح پر آیا تھا۔

”ہاں۔۔۔ اتنا پتہ چلا ہے کہ کنویں میں بھی مچھلیاں ہوتی ہیں۔ اور میرے خیال میں اس انکشاف پر مجھے ڈاکٹریٹ کی ڈگری تو ضرور مل جائے گی۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مچھلیاں اور کنویں میں؟“ ٹائیگر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ ایک سطح پر تیر رہی ہے۔ دوسری ڈبکیاں لگا رہی ہے۔ کیوں ہے نا ڈاکٹریٹ والا انکشاف؟“ عمران نے کہا۔ اور پھر پانی میں ڈبکی لگا گیا۔ اور ٹائیگر اس قدر خوف ناک ماحول میں بھی عمران کی اس بات پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

چند لمحوں بعد عمران ایک بار پھر سطح پر ابھرا۔ اس بار چوں کہ وہ معمول سے پہلے اوپر آیا تھا اس لئے ٹائیگر چونک پڑا۔

کی آواز سنائی دی اور اب عمران نے بھی دیکھا کہ وہ واقعی ایک پرانے سے کنویں میں موجود ہیں جس کی تہہ میں خاصا پانی تھا۔ اور یہیں دور اس کی پھٹت تھی۔ جواب بند تھی۔ کنویں کی دیواریں پرانی اینٹوں کی تھیں اور ان کی حالت خاصی خستہ تھی۔ البتہ پانی تازہ تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کنویں کا پانی نکالا جاتا ہو۔ عمران پانی میں تیرتا ہوا دیواروں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ وہ دیواروں کا بغور معائنہ کر رہا تھا۔ تازہ پانی کا مطلب تو یہی تھا کہ اس کی نکاسی کا کہیں نہ کہیں ضرور راستہ ہو گا جہاں سے پانی نکالا جاتا ہو گا ورنہ تو پانی کھڑے کھڑے ضرور سٹرجاتا۔ عمران نے یہی انداز لگایا تھا۔ کہ فضل حسین اپنے دشمنوں کو اس کنویں میں پھینک دیتا ہو گا۔ اور جب وہ بھوک پیاس سے مر جاتے ہوں گے تو پھر کوئی راستہ کھول کر لاشوں کو پانی سمیت کہیں باہر دھکیل دیا جاتا ہو گا۔ اس طرح لاشیں ملتی بھی ہوں گی تو لگی مٹری۔ اور پھر طبی معائنے سے سے بھی ثابت نہ ہوتا ہو گا کہ انہیں تشدد سے مارا گیا ہے یا قتل کیا گیا ہے۔ اس لئے فضل حسین پر کوئی الزام نہ آتا ہو گا۔ وہ نکاسی کے اسی راستے کو تلاش کر رہا تھا۔ کیوں کہ وہ اب جلد از جلد یہاں سے نکل کر معرکہ دار کے پیچھے جانا چاہتا تھا۔

جب اس نے کنویں کا ایک چکر مکمل کر لیا تو اچانک اسے ایک خیال آیا کہ نکاسی کا راستہ پانی کی سطح کے نیچے ہو گا۔ تبھی تو پانی اس راستے سے نکلتا ہو گا۔ چنانچہ اس نے آگے بڑھ کر ٹائیگر کے ہاتھ سے ٹاپرچ لی اور پھر پانی کے اندر ڈبکی لگا دی۔ ایک ٹونک

"اؤ میرے ساتھ۔۔۔ اور تیرے رہنے سے تم پانی کے اندر تیرا بھول جاؤ گے۔۔۔" عمران نے اُسے بازو سے پکڑ کر کہا اور پھر اس سے پہلے کہ ٹائیگر کچھ کہتا عمران اُسے کھینچتا ہوا پانی کے اندر چلا گیا۔ ٹاپرچ کی روشنی میں وہ کنوئیں کی تہہ تک پہنچ گئے۔۔۔ ٹائیگر نے بھی سانس روکا ہوا تھا۔ تہہ کے قریب دیوار میں ایک بڑی سی گول سی لکڑی نصب تھی۔ عمران نے خالی ہاتھ سے لکڑی کو ایک طرف سے زور سے دبایا تو دیوار کا ایک بڑا سا حصہ کسی کھڑکی کی طرح کھلتا چلا گیا۔ اور پھر پانی پوری قوت سے اس خلا میں داخل ہوا اور عمران اور ٹائیگر بھی پانی کے ہمراہ ہی اس کے منہ میں کھینچے چلے گئے۔ ان کی رفتار خاصی تیز تھی۔۔۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی تنگ سی سرنگ میں انتہائی تیز رفتاری سے گزر رہے چلے جا رہے ہوں۔ ٹائیگر کا سانس اب بھولنے لگا تھا۔۔۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے اس کا سینہ بم کی طرح پھٹ جائے گا۔ لیکن یہاں سانس لینے کا مطلب تھا پانی کو پھینچنے والوں کے اندر لے جانا۔ اور پھر یقینی موت۔ اس لئے وہ سانس روکے رہا۔ چند لمحوں بعد ایک لمخت تازہ ہوا کا جھونکا سا انہیں محسوس ہوا اور پھر وہ ایک بڑے سے گٹر میں جا گرے۔۔۔ یہ گٹر خاصا چوڑا تھا۔ اور پھر ایک دو پلٹیاں کھانے کے بعد وہ کھڑے ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ پانی کی رفتار خاصی تیز تھی۔ اس لئے ان کے قدم لڑکھڑاہے تھے۔۔۔ انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے وہ ایک بار پھر تیز رفتاری سے بہتے ہوئے پانی میں گر پڑیں گے۔ مگر ایک

دوسرے کو پکڑ کر انہوں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور پھر پانی کے تیز دھارے سے ہٹ کر وہ گٹر کے کنارے کی طرف ہو گئے۔ یہاں پانی کی رفتار تیز نہ تھی۔۔۔ اس لئے وہ آسانی سے آگے بڑھتے رہے۔ ٹاپرچ ابھی تک عمران کے ہاتھوں میں تھی۔ کچھ دور چلنے کے بعد اچانک انہیں چھت پر سے روشنی کی ایک لکیر سی نیچے دکھائی دی۔ اور ساتھ ہی لوہے کی سیڑھیاں بھی ادھر کو جا رہی تھیں۔

"یہ گٹر کا وہ دہانہ ہے جو فضل حسین کی پھلی دیوار سے باہر گلی میں ہے۔" ٹائیگر نے اس روشنی کو دیکھتے ہی بے اختیار کہا۔

"اچھا۔۔۔ وہ کیسے؟" عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور ٹائیگر نے اُسے بتایا کہ وہ اس گٹر کے راستے اندر داخل ہوا تھا اور بیرونی دہانے کا ڈھکن اس نے دانستہ بھوٹا سا کھلا رکھا تھا۔۔۔ اس کھلی جگہ سے روشنی اندر آرہی ہے۔ اور پھر وہ دونوں سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر دہانے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ عمران ادبہ تھا۔ اس لئے اس نے کندھے کا زور لگا کر ڈھکن کو ایک طرف ہٹایا اور پھر سر باہر نکال کر دیکھا۔

"تمہارا اندازہ درست ہے ٹائیگر۔۔۔ ہم واقعی کوٹھی کے باہر گلی کے سرے پر ہیں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر دوسرے لئے وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا ہوا باہر نکل گیا۔ ٹائیگر نے بھی اس کی پیروی کی۔ اور چند لمحوں بعد وہ گلی میں پہنچ گئے۔ لیکن ان دونوں کی حالت یہ تھی کہ پورے کپڑے پانی

سے شہر ابور تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کپڑوں سمیت غسل کرتے رہتے ہوں اور پھر اسی طرح غسل خانے سے باہر نکل آتے ہوں۔
”اوچلیں — پہلے ہی وقت بہت ضائع ہو گیا ہے“

عمران نے باہر نکلتے ہی کہا اور وہ دونوں تیزی سے گلی میں سے ہوتے ہوئے مختلف کوٹھیوں کے عقب کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ وہ دانستہ میں روڈ کی طرف نہ جا رہے تھے تاکہ ان کی اس حالت سے کوئی مشکوک نہ ہو جائے۔ جب وہ فضل حسین کی کوٹھی سے کافی دور آ گئے تو عمران مڑا اور پھر وہ اس گلی میں داخل ہو گیا جو میں روڈ کی طرف نکلتی تھی۔ ٹائیگر خاموشی سے اس کے پیچھے چلا جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ میں روڈ پر پہنچ گئے۔ لیکن وہ درختوں کی آڑ لیتے ہوئے واپس اپنی کاروں کی طرف چل پڑے۔ جو فضل حسین کی کوٹھی سے کچھ فاصلے پر درختوں کی آڑ میں ہی روکی گئی تھیں۔ درختوں کی آڑ میں چلتے ہوئے وہ جلد ہی اپنی کاروں تک پہنچ گئے۔

”ٹائیگر — اب تم اپنے ہوٹل جاسکتے ہو“ — عمران نے اپنی کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ اور ٹائیگر نے سر ہلا دیا۔ لیکن وہ اس وقت تک اپنی جگہ پر کھڑا رہا جب تک عمران نے اپنی کار میں سوار ہو کر اُسے سٹارٹ نہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ اپنی کار کی طرف مڑ گیا۔ عمران کی کار انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی خیابان کالونی سے نکل کر شہر کی طرف جانے والی سڑک پر دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ عمران بار بار اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر نظریں ڈال رہا تھا اور اس کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔ تقریباً

آدھے گھنٹے بعد اس نے کار دانش منزل کے گیٹ پر روک دی۔ اور پھر نیچے اتر کر اس نے کال ہیل کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد جب پھاٹک کھل گیا تو عمران کا راندہ لیتا چلا گیا۔ کار کو آپریشن روم کے باہر بنے ہوئے برآمدے کے سامنے روک کر وہ تیزی سے آپریشن روم میں داخل ہو گیا۔

”ادہ عمران صاحب — یہ کیا ہوا؟“ — آپریشن روم میں موجود بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”پچھلیوں پر ریسرچ کرتا رہا ہوں“ — عمران نے جواب دیا اور پھر ر کے بغیر ہاتھ روم میں گھستا چلا گیا۔ تقریباً دس منٹ بعد جب وہ باہر نکلا۔ تو وہ لباس بدل چکا تھا۔ میک اپ بھی صاف تھا۔ اور اب وہ اپنے اصل روپ میں تھا۔

اس نے باہر آتے ہی ٹیلی فون کا رسیڈر اٹھایا اور پھر تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

”یس — ایریس تھری فائیو“ — رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک سخت آواز سنائی دی۔

”دنگ کمانڈر صدیقی سے بات کراؤ۔ ایک ٹو“ — عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

”ادہ — یس سر — ہو لڈ سر“ — دوسری طرف سے بولنے والا ایک ٹوکا نام سنتے ہی بُری طرح گھبرا گیا۔

”یس — صدیقی بول رہا ہوں جناب“ — چند لمحوں بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔ لہجہ بے حد مودبانہ تھا۔

"نہیں۔۔۔ اتنا وقت نہیں ہے۔۔۔" عمران نے تیز لہجے میں کہا۔ اور پھر تقریباً بھاگتا ہوا آپریشن روم کے دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار دانش منزل سے نکل کر گولی کی سی رفتار سے ایئر بیس کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ عمران اب بھی بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا۔۔۔ اس کے اندازے کے مطابق کافی سے زیادہ وقت گزر چکا تھا۔ لیکن کچھ بھی ہو۔ اس نے سرِ داؤد کو جان میکنز کے پنجے سے چھڑانا تھا۔۔۔ یہ اس کا فیصلہ تھا اور ظاہر ہے عمران ایک بار جو فیصلہ کر لے پھر اس سے پیچھے ہٹنا ناممکن تھا۔

مختصر ہی دیر بعد اس کی کار ایئر بیس کے گیٹ پر پہنچ گئی۔ ونگ کمانڈر صدیقی بذاتِ خود گیٹ پر موجود تھے۔ عمران کی شکل دیکھتے ہی انہوں نے ہاتھ لہرایا۔ اور پھر تیزی سے کار کا دروازہ کھول کر وہ ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

"یار۔۔۔ میں خود گیٹ پر آ گیا ہوں۔ تمہارے اس ایکسٹوسے ڈاؤرنگتا ہے۔۔۔" صدیقی نے سیٹ پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"ایکسٹوسے۔۔۔ وہ کون ہے؟" عمران نے کار کو آگے کھینچتے ہوئے بڑے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

ادھر سے۔۔۔ تم ایکسٹو کو نہیں جانتے۔ جس نے تمہیں بھیجا وہ۔۔۔ صدیقی نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

اب۔۔۔ اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ تم اُسے ایکسٹو کہتے ہو۔ میں تو اُسے

"مسٹر صدیقی۔۔۔ مجھے فوری طور پر ایک تیز رفتار ہیلی کاپٹر چاہیے۔" عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

"لیں سر۔۔۔ مل جائے گا سر۔۔۔" ونگ کمانڈر نے جواب دیا۔

"او۔۔۔ کسے۔۔۔ میرا آدمی ایئر بیس پر آ رہا ہے۔ اس کا نام علی عمران ہے۔ ہیلی کاپٹر تیار رکھو۔ ٹینک قفل ہونے چاہئیں۔ وہ خود اُسے اڑا کر لے جائے گا۔ اُسے کہیں روکا نہ جائے۔ کیوں کہ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔" عمران نے کہا۔

"اوہ۔۔۔ ٹھیک ہے جناب۔۔۔" عمران صاحب کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ انہیں نہیں روکا جائے گا۔ میں گیٹ پر ہدایات دے دیتا ہوں سر۔۔۔" ونگ کمانڈر نے جواب دیا۔

"او۔۔۔ کسے۔۔۔" ٹینک یوٹھ۔ عمران نے کہا اور ریسور

کر یڈل پر پھینک دیا۔

"میں جا رہا ہوں۔۔۔" سرِ داؤد کو ایک کار کے ذریعے آراں لے جایا جا رہا ہے۔ اب کار میں ان کے تعاقب کا وقت نہیں ہے۔

ہاں۔۔۔ تم جو لیا کو ہدایت کر دو کہ وہ ممبروں کو لے جا کر خیابان میں واقع فضل حسین کی کوٹھی پر چھاپہ مارے۔ وہاں ہر شخص کو گرفتار کر لیا جائے اور کوٹھی کی مکمل تلاشی لی جائے۔" عمران نے کہا۔

"کسی ممبر کو ساتھ لیتے جائیں۔ باقی میں انتظام کرالوں گا۔" بلیک زیرو نے کہا۔

بھائی جان کہہ کر پکارتا ہوں۔ بے چارہ جب بھی میرے فلیٹ میں
آتا۔ میرے لئے ٹافيوں کا ایک ڈبہ اور کہانیوں کی کتابوں
کا ایک بنڈل لے آتا ہے۔ — عمران نے بڑے معصوم سے
ہجے میں کہا۔ اور صدیقی بے اختیار قہقہہ مار کر منہس دیا۔

بلیو برڈ کار انتہائی تیز رفتاری سے آران کی سرحد کی
طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ سٹیزنگ پر ایک سڈول جسم کا
نوجوان عابد علی بیٹھا ہوا تھا۔ گھنٹی موچھوں اور بھری ہوئی دائرہ نے اس
کے چوڑے چہرے کو خاصا رعب دار بنا رکھا تھا۔ اس نے
ٹاف بازو کی پوشیدہ اور جینز پہن رکھی تھی۔ گلے میں سونے کی
زنجیر کے ساتھ ایک قیمتی مہیرا لٹک رہا تھا۔ ساتھ والی سیٹ پر
جان میکنز بیٹھا ہوا تھا۔ سر داؤر کو انہوں نے بڑی کار
کی کھلی ڈگی میں بند کر دیا تھا۔ سر داؤر کے ہاتھ پر بندھے ہوئے تھے۔
اور منہ میں رومال دے کر منہ بھی بند کر دیا گیا تھا۔ انہیں
دارالحکومت سے نکلے ہوئے دو گھنٹوں سے زائد ہو چکے تھے۔ اور
اب تک وہ راستے میں کہیں بھی نہ رکے تھے۔ راستے میں

جتنی بھی چیک پوشیں آئیں وہاں عابد علی نے صرف شکل دکھائی اور انہیں کلیرنس کا اشارہ مل گیا۔
 ”یہ تمام چیک پوشوں والے تمہارے واقف ہیں۔“
 جان میکنز نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہمارا بزنس ہی ایسا ہے صاحب۔ کہ سب سے دوستی بنانی پڑتی ہے۔“ عابد علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”میرا خیال ہے ڈگی میں بند سردار کو چیک کر لیا جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دم گھٹنے سے ہی مر ہی جائے۔ اس کی موت ہمارے لئے بے حد نقصان دہ ہوگی۔“ جان میکنز نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”آپ پہلے بھی کئی بار اس خدشے کا اظہار کر چکے ہیں۔ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ اس بات کا کوئی خدشہ نہیں۔ اس کار کی ڈگی گولی سے ہی حالات کے لئے خصوصی طور پر تیار کیا گیا ہے۔ اس میں مسلسل تازہ ہوا داخل ہوتی رہتی ہے۔“ عابد علی نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے کار کی رفتار آہستہ کرنی شروع کر دی۔

”آپ پھر بھی تسلی کر لیں۔“ عابد علی نے ایک سائیڈ پر کار روکتے ہوئے کہا۔ سڑک انسان ٹپ می تھی۔ اس لئے وہ اطمینان سے نیچے اترے۔ پھر عابد علی نے چابی لگا کر ڈگی کا ڈھکن اٹھا دیا۔ جان میکنز نے آگے جھک کر دیکھا۔ سردار آڑھے ترچھے انداز میں ڈگی میں پڑے ہوئے تھے۔ وہ ہوش میں آچکے تھے۔

ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ پورا جسم پسینے سے تر تھا۔ اور چہرے پر شدید تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔ البتہ وہ ناک کی مدد سے سانس بالکل صحیح لے رہے تھے۔

”اور کے۔“ ٹھیک ہے۔“ جان میکنز نے مطمئن انداز میں سمجھتے ہوئے کہا۔ اور عابد علی نے مسکراتے ہوئے ڈگی بند کی اور وہ دوبارہ کار میں آ بیٹھے۔ دوسرے لمحے کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھی اور تھوڑی دیر بعد پہلے والی سپیڈ پر دوڑنے لگی۔
 ”کیا ہمیں براہ راست سرحدی چوکی پر پہنچنا ہے؟“ عابد علی نے چند لمحوں بعد پوچھا۔

”نہیں۔“ سرحدی چوکی سے تیس میل شمال مغرب میں میرا آدمی کار لئے موجود ہوگا۔“ جان میکنز نے جواب دیا۔
 ”سرحدی چوکی سے تیس میل شمال مغرب میں۔“ اوہ۔ جہاں پرانا قلعہ ہے۔“ عابد علی نے سوچتے ہوئے کہا۔
 ”بالکل وہی جگہ۔ جہاں پرانا قلعہ موجود ہے۔“ جان میکنز نے تیز لہجے میں کہا۔

”پھر تو ہمیں ذرا دور سے بائی روڈ پر جانا ہوگا۔ ورنہ سرحدی چوکی پر پہنچنے کے بعد تو ہم ادھر نہیں جاسکیں گے۔“ عابد علی نے کہا۔

”اچھا۔“ یہ تم بہتر سمجھ سکتے ہو۔“ جان میکنز نے کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔“ اچھا ہوا میں نے پوچھ لیا۔ ورنہ ہمیں چوکی

سے پھر واپس آنا پڑتا۔ اور خاصا لمبا چکر پڑ جاتا۔ عابد علی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”ادھر پرانے قلعے کو کوئی باقاعدہ سڑک جاتی ہے۔“
 جان میکنز نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ پہلے چوکی اس قلعے میں تھی۔ لیکن پھر قلعہ جب خطرناک ہو گیا تو وہاں سے تیس میل دور اُسے نیا بنایا گیا اور سڑک بھی تعمیر کی گئی۔ اب وہ سڑک ناقابل استعمال ہے اور خاصی ٹوٹ پھوٹ چکی ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس علاقے میں خاصے گھنے جنگل نما ذخیرہ بھی موجود ہے۔ خاصا وقت لگ جائے گا۔“
 عابد علی نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ تو یہ بات ہے۔“ جان میکنز نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار ابھر آئے۔
 ”آپ فکر نہ کریں جناب۔ جب گاڑی بلیو بڑ ہو۔ اور سٹیئرنگ عابد علی کے ہاتھ میں ہو تو پھر تشویش کی بات باقی نہیں رہتی۔“ عابد علی نے بڑے با اعتماد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم پہلے اس طرف سے گزرے ہو۔“ جان میکنز نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں تشویش کا عنصر ابھی تک باقی تھا۔
 ”جناب۔۔۔ سینکڑوں بار گزر چکا ہوں۔ یہ جنگل تو سمگلنگ کا مال رکھنے کا گڑھ ہے۔“ عابد علی نے جواب دیا اور جان میکنز کے چہرے پر اس بار اطمینان کے آثار ابھر آئے۔

”دس منٹ بعد عابد علی نے کار ایک شکستہ سی اور چھوٹی سی سڑک پر موڑ دی اور ساتھ ہی سچید بھی آہستہ کر دی۔ کیوں کہ سڑک کی حالت خاصی خستہ تھی۔ اور جان میکنز کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کار کی بجائے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر سفر کر رہا ہو۔ اس کا جسم مسلسل اچھل رہا تھا۔“
 ”اوہ۔۔۔ یہ سڑک تو بہت ہی خراب ہے۔“ جان میکنز نے کہا۔

”آگے جا کر اور بھی زیادہ خراب ہو جاتی ہے۔“ عابد علی نے کہا۔ اور جان میکنز نے ہونٹ بھینچ لئے۔ اب وہ دل سی دل میں دعا کر رہا تھا کہ اس سڑک پر سے کار بخیریت گزر جائے۔ تھوڑا سا آگے جانے کے بعد جنگل سا شروع ہو گیا۔ اور کار جنگل کے اندر بنے ہوئے ٹیڑھے میڑھے راستے پر دوڑنے لگی۔ سڑک اب واقعی بہت زیادہ خراب ہو چکی تھی۔ کار کا انجنہ بخر ڈھبلا ہو رہا تھا۔ اور وہ مسلسل اچھل رہی تھی۔ عابد علی واقعی ایک ماہر ڈرائیور تھا۔ جو اس سڑک پر بھی کار کو کنٹرول میں کئے ہوئے تھا۔ ورنہ عام ڈرائیور کے بس کاروگ یہ سڑک ہرگز نہ تھی۔

تقریباً دس بارہ میل کا سفر طے ہوا ہو گا کہ اچانک ایک دھماکہ ہوا۔ اور عابد علی یک لخت سٹیئرنگ سے زور آزمائی میں مصروف ہو گیا۔ اور پھر کار الٹے الٹے بچی۔ دوسرے لمحے کار رک گئی۔ اور عابد علی نے بے اختیار سیٹ سے پشت لگا کر گہرے گہرے سانس لینے شروع کر دیئے۔

”یہ کیا ہوا ہے؟“ جان میکنز نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ٹائمر برسٹ ہو گیا ہے۔ بڑی مشکل سے کار سنبھالی ہے۔ ورنہ یہ الٹ کر کسی درخت سے جا ٹکراتی۔“ عابد علی نے جواب دیا اور پھر دروازہ کھول کر وہ نیچے اتر آیا۔ جان میکنز بھی تیزی سے نیچے اتر آیا۔ پچھلا ایک ٹائمر واقعی فلیٹ ہو چکا تھا۔

”پرہیز بدلنا پڑے گا۔“ جان میکنز نے کہا۔

”صاحب۔۔۔ یہی تو مسئلہ ہے۔ سٹینی تو ساتھ ہے ہی نہیں؟“ عابد علی نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

”سٹینی نہیں ہے۔ کیوں؟“ جان میکنز نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”جناب۔۔۔ ڈگی میں سٹینی رکھی جاتی تو سُر داؤ کو نہ رکھا جاسکتا تھا۔ ورنہ سٹینی نے ان کی ہڈیاں توڑ دینی تھیں۔ اس لئے سٹینی نہیں رکھی گئی۔“ عابد علی نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

”ادہ۔۔۔ پھر اب یہ کار آگے کیسے جائے گی؟“ جان میکنز نے کمرخت لہجے میں کہا۔

”کار تو اب آگے نہیں جاسکتی۔ اب تو باقی سفر پیدل ہی کرنا پڑے گا۔“ عابد علی نے جواب دیا۔

”ادہ۔۔۔ کتنے میل باقی رہ گیلے؟“ جان میکنز نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”چار پانچ میل تو ضرور ہی ہو گا۔“ عابد علی نے جواب دیا۔

”یہ تو بہت بُرا ہوا۔ سُر داؤر کو بھی تو ساتھ لے جانا ہو گا۔ وہ تو چلنے سے انکار کر دیں گے۔“ جان میکنز نے کہا۔

”انکار کر دیں گے تو مکہ مار کر بے ہوش کر دوں گا۔ اس کے بعد انہیں اٹھا کر لے چلیں گے۔ کچھ فاصلہ آپ اٹھالینا کچھ میں۔“ آپ

تو پھر آگے کار پر چلے جائیں گے۔ مجھے تو دایسوی بھی پیدل ہی آنا ہو گا۔“ عابد علی نے جواب دیا۔

”ہاں واقعی۔۔۔ اچھا ٹھیک ہے۔ نکا لو سُر داؤر کو باہر؟“ جان میکنز نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ کیوں کہ واقعی اب اس کے سوا

اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ عابد علی نے ڈگی کھولی اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے سُر داؤر کو

باہر گھسیٹا اور انہیں نیچے گھاس پر ڈال دیا۔

”دیکھو سُر داؤر۔۔۔ اب ہم نے پیدل دس بارہ میل کا سفر طے کرنا ہے۔ اگر تم نے چلنے سے انکار کیا یا کوئی شرارت کرنے کی کوشش کی تو پھر ہی ہو سکتا ہے کہ تمہیں گولی مار کر یہیں پھینک دیا جائے۔“

جان میکنز نے سُر داؤر سے مخاطب ہو کر کمرخت لہجے میں کہا۔

سُر داؤر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”یہ چلنے پر تیار ہے۔ اس کے پیر کھول دو۔“ جان میکنز نے کہا اور عابد علی نے آگے بڑھ کر سُر داؤر کے پیروں میں بندھی

ہوئی رسی کھول دی۔ البتہ ان کے ہاتھ اُسی طرح پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

”منہ بھی کھول دوں۔“ یہاں دیر نے میں کون اس کی آواز

اب وہ شکستہ سڑک پر سپیدل چلتے ہوئے آگے بڑھے جا رہے تھے۔ عابد علی آگے آگے تھا جب کہ سردار اور جان میکنز پیچھے تھے۔

”تم مجھے آخر کیوں اغوا کر کے لے جا رہے ہو؟“ سردار نے جان میکنز سے پوچھا۔

”ہماری حکومت کو آپ کی ضرورت ہے۔“ جان میکنز نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن ویسٹرن کارمن کے ساتھ تو ہمارے ملک کے بے حد اچھے تعلقات ہیں۔ پھر اس طرح اغوا کر کے لے جانے کا کیا مقصد ہے۔“ آپ مجھے سرکاری طور پر بھی بلا سکتے تھے۔“ سردار نے کہا۔

”بات ہی ایسی ہے کہ ہم سرکاری طور پر آپ کو نہیں بلا سکتے تھے۔ ہم ایک ایسی ایجاد کر رہے ہیں جسے ہم کسی پر ظاہر نہیں کر سکتے۔ اور اس ایجاد میں آپ کی ماہرانہ رائے کی ضرورت ہے۔“ جان میکنز نے جواب دیا۔

”لیکن اگر میں ماہرانہ رائے دینے سے انکار کر دوں تب؟“ سردار نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

”یہ ہمارا کام ہے۔ آپ اس پوزیشن میں ہی نہیں ہوں گے کہ انکار کر سکیں۔“ جان میکنز نے انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا عمران بھی اس اغوا میں شامل ہے؟“ سردار نے

منے گا۔“ عابد علی نے پوچھا۔

”ہاں۔“ کھول دو۔“ بوڑھا آدمی ہے۔ کہیں برسرِ اہی نہ جائے۔“ جان میکنز نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور عابد علی نے سردار کے منہ پر بندھا ہوا رومال کھولا۔ اور پھر ان کے حلق میں ٹھنسا ہوا رومال بھی باہر کھینچ لیا اور سردار نے منہ سے لمبے سانس لینے شروع کر دیئے۔ ان کا چہرہ معمول پر تیزی سے آنے لگ گیا۔

”شکریہ۔“ سردار نے چند لمحوں بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”شکریہ کس بات کا سردار؟“ آپ کو یہاں سے لے جانے کے لئے ہمیں بڑی تکلیف اٹھانی پڑ رہی ہے۔ لیکن چونکہ کام ہمارا اپنا ہے۔ اس لئے ہم مجبور ہیں۔“ جان میکنز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”آپ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟“ سردار نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔

”فی الحال تو آبان کی سرحد پر۔“ اس کے بعد وہاں سے ویسٹرن کارمن۔ اب آپ چل پڑیں۔ اور دیکھیں ہم آپ کا لحاظ کر رہے ہیں۔ اس لئے ذرا خیال رکھیے گا۔ شرارت کرنے کی کوشش نہ کریں۔“ جان میکنز نے کہا۔

یہ بڑھا شرارت کر کے دیکھے۔ ایک لمحے میں گردن نہ توڑ دوں تو عابد علی نام نہیں۔“ عابد علی نے بڑے کمرخت لہجے میں کہا۔ اور سردار تلخ نظروں سے اُسے دیکھتے رہ گئے۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔
 "عمران — ارے نہیں۔ وہ تو بس میرے ہاتھوں احمق
 بن گیا ہے۔ ویسے آدمی خطرناک ہے۔" جان میکنز نے
 ہسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اُسی لمحے انہیں آسمان پر سے کسی ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی
 اور وہ تینوں چونک پڑے۔ دوسرے لمحے درختوں کی آڑ میں سے
 انہیں ایک ہیلی کاپٹر گزرتا نظر آگیا۔ وہ خاصی نیچی پرواز کر
 رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر فوجی تھا۔

"اوہ — یہ فوجی ہیلی کاپٹر ادھر کہاں سے آگیا؟" عابد علی
 نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔
 "اس کا ہمارا کیا تعلق — تم چلے چلو؟" جان میکنز
 نے مطمئن انداز میں کہا۔

"ویسے بھی اس جنگل میں ہیلی کاپٹر ہمیں چیک نہیں کر سکتا۔"
 عابد علی نے کہا۔ اور وہ تینوں پھر آگے بڑھنے لگے۔

سردار اب خاموش تھے۔ ان کی فراخ پیشانی پر موجود بے شمار
 شکنیں اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ وہ کسی گہری سوچ میں
 غرق ہیں۔ لیکن وہ ان کے ساتھ چلنے پر مجبور تھے۔ ورنہ وہ
 جانتے تھے کہ یہ لوگ تشدد کرنے سے بھی باز نہ آئیں گے۔

دننگ کمانڈر صدیقی عمران کی کار کو سیدھے ایئر پورٹ
 کے اس حصے کی طرف لے گئے۔ جہاں ہیلی کاپٹر تیار کھڑا تھا۔

"آپ نے جانا کہاں ہیں؟" صدیقی نے ہیلی کاپٹر کے قریب
 جاکر کار کو اتارتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"آران کی سرحدی چوکی پر۔" عمران نے ہیلی کاپٹر کی پائلٹ
 سیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ کے۔ ویسے آپ سرحد پار نہ کریں ورنہ حکومت
 آران والے آپ کو نشانہ بنادیں گے۔ میں ویسے ان کے سرحدی

ایئر بیس کے کمانڈر کو کہہ دیتا ہوں کہ آپ غیر فوجی مشن پر ہیں۔"
 دننگ کمانڈر صدیقی نے کہا۔

"تھینک یو۔" عمران نے کہا اور پھر ہیلی کاپٹر پر چڑھ کر

پائلٹ سیٹ سنبھال لی چند لمحوں بعد ہیلی کا پٹر فضا میں اٹھتا چلا گیا۔
 عمران پہلے تو ہیلی کا پٹر کو سیدھا اونچا اڑا کر کافی بلندی پر لے گیا۔
 پھر اس نے اس کا رخ اس سڑک کی طرف موڑ دیا۔ جو کہ آران
 کی سرحدی چوکی کی طرف جاتی تھی۔ کیوں کہ ظاہر ہے کہ اس سڑک پر
 ہی گئی ہوگی۔ جب ہیلی کا پٹر سڑک پر پہنچ گیا تو عمران نے اس کا رخ
 سرحد کی طرف کر دیا۔ اور پھر وہ ہیلی کا پٹر کی بلندی کم کرتا
 گیا تاکہ بلیو بڈ کا رکو آسانی سے پہچان سکے۔ بلیو بڈ کا مخصوص
 ساخت کی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ دور سے ہی پہچانی جانی تھی۔
 ہیلی کا پٹر جنگی نوعیت کا تھا اس لئے اس کی سپیڈ خاصی تیز تھی۔
 عمران اُسے آگے بڑھاتے لے گیا۔ سڑک پر ٹریفک کا زیادہ
 رش موجود نہ تھا۔ اس لئے عمران آسانی سے چیکنگ کرتا چلا جا رہا تھا۔
 اس نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالی اس کے اندازے کے مطابق کار کو
 چلے ہوئے دو سوادو گھنٹے گزر چکے تھے۔ اُسے صحیح وقت کا تو
 اندازہ نہ تھا لیکن اس نے اندازہ اس وقت سے لگایا تھا جب ٹائیگر
 نے اُسے اطلاع دی تھی کہ جان میکنز وادر جارج آرئلڈ فضل حسین
 کی کوششی میں داخل ہو چکے ہیں۔

ہیلی کا پٹر تیزی سے آگے بڑھا چلا جا رہا تھا اور آران کی سرحد
 اس تناسب سے نزدیک آتی چلی جا رہی تھی۔ عمران کی نظر میں
 سڑک پر جمی ہوئی تھیں۔ کہ اچانک ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز نکلی۔
 اور عمران نے چونک کر ٹرانسمیٹر کو دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس کا
 بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ عمران صاحب۔۔۔ صدیقی کالنگ اور۔۔۔
 دنک کمانڈر صدیقی کی آواز سنائی دی۔

”یس۔ عمران سپیکنگ اور۔۔۔ عمران نے سیٹ پر
 میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اُسے دراصل اس وقت صدیقی کی
 مداخلت بڑی محسوس ہوئی تھی۔ کیوں کہ اس طرح اس کی توجہ
 سڑک سے بھٹکنے کا خدشہ موجود تھا۔

”آپ اب آران کی سرحد کے قریب ہیں۔ ایک سو کلومیٹر کا
 فاصلہ باقی رہتا ہے۔ میں نے آران سرحدی ایئر بیس کو مطلع کر دیا
 ہے۔ لیکن آپ بھی محتاط رہیں اور۔۔۔ صدیقی نے کہا۔
 ”مجھے معلوم ہے۔۔۔ تم میری فکر نہ کرو۔۔۔ اور اینڈ آف۔
 عمران نے سخت لہجے میں کہا اور ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔
 لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے ہیلی کا پٹر کی سپیڈ کم کرنی شروع کر
 دی۔ ابھی تک اُسے سڑک پر کہیں بلیو بڈ نظر نہیں آئی
 تھی۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سرحدی چوکی پر پہنچ ہی گیا۔ اس نے
 سرحد کے عین اوپر سے جا کر ہیلی کا پٹر کا رخ موڑا۔ اور اُسے
 واپس لے آیا۔ اس نے سرحد پر سے دوسری طرف جانے والی
 سڑک کا بھی اس دوران جائزہ لے لیا تھا۔ دور دور تک بلیو بڈ
 کہیں نظر نہ آ رہی تھی۔ وہ اب سڑک پر ہیلی کا پٹر۔۔۔ اڑاتا
 ہوا واپس آ رہا تھا۔ اس کا ذہن بڑی طرح گھوم رہا تھا۔ اب وہ ہی
 صورتیں ممکن تھیں ایک تو یہ کہ فضل حسین نے جھوٹ بولا ہے۔
 سردار ابھی وہیں اس کی کوششی میں ہی ہو گا یا دوسری صورت یہ

”نہیں۔۔۔ دہاں صرف کوٹھی کا مالک اور اس کے ملازم موجود ہیں۔ پوری کوٹھی کی تلاشی لی گئی ہے اور۔۔۔ بلیک زیرو نے اُسی طرح مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

”اد۔۔۔ کے۔۔۔ یقیناً یو۔۔۔ اور اینڈ آل“

عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے فریکوئنسی ناب گھما کر واپس پہلے والی کر دی۔

اب یہ بات تو یقینی ہو گئی تھی کہ فضل حسین نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ لیکن پھر بلیو برڈ کہاں گئی۔۔۔ یہی سوچتے سوچتے اس نے ایک بار پھر ہیلی کاپٹر کا رخ سرحد کی طرف کیا اور اُسی لمحے اُسے خیال آیا کہ سرحد کی چوکی پر ایک بے ہوش آدمی کو کمر اس کرانا ناممکن ہے۔ یقیناً کوئی آس پاس کوئی سپاٹ ڈھونڈھا گیا ہوگا۔ اور اسی لمحے اس کے ذہن میں سرحد کے قریب وہ پرانا قلعہ ابھرا۔ وہ ایک بار ایک سمگلنگ ریٹ کا سمجھا کرتا ہوا وہاں تک گیا تھا۔ وہ جگہ واقعی سمگلروں کی جنت تھی۔۔۔ کیوں کہ پرانے قلعے تک گھنا جنگل بکھرا ہوا تھا۔ چنانچہ اس نے ہیلی کاپٹر کا رخ اس جنگل کی طرف موڑ دیا۔ اب اس کی نظر میں جنگل پر چھبی ہوئی تھیں۔ ہیلی کاپٹر اب آہستہ آہستہ آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ لیکن جنگل سنسان پڑا ہوا تھا۔ جنگل کمر اس کرنے کے بعد وہ پرانے قلعے تک پہنچ گیا۔ لیکن نہ ہی وہاں کوئی انسان نظر آ رہا تھا اور نہ ہی کوئی کار۔ ہر طرف سنسانی اور ویرانی نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا۔۔۔ عمران اب واقعی پریشان ہو گیا۔ وہ تھوڑی دیر قلعے کے اوپر گھومتا رہا۔ پھر

کمر بلیو برڈ حیرت انگیز رفتار سے چوکی کمر اس کر کے دور نکل چکی ہے۔ دوسری صورت تو اس کے اندازے کے مطابق ممکن نہیں تھی۔ بلیو برڈ خاص طاقت ور اور تیز رفتار کار ہونے کے باوجود بہر حال کار تھی۔ ہوائی جہاز یا ہیلی کاپٹر نہ تھی۔۔۔ پہلی صورت ممکن تھی۔ لیکن اس کا اندازہ آج تک کبھی غلط نہ ہوا تھا۔ جس سچویشن میں عمران نے فضل حسین سے پوچھا تھا۔ اور پھر جواب دیتے ہوئے فضل حسین کے چہرے کے جو تاثرات اور آنکھوں میں جو چمک موجود تھی وہ صاف بتا رہی تھی کہ اس نے سچ بولا ہے۔ لیکن پھر بلیو برڈ کہاں گئی۔ اُسی لمحے اچانک اُسے ایک خیال آیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی سیٹ کرنے والی ناب گھمانی شروع کر دی۔ چند لمحوں بعد جب اس نے مخصوص فریکوئنسی سیٹ کر لی تو اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو۔۔۔ ایچ ٹو اور۔۔۔“ چند لمحوں بعد دوسری طرف

سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

”عمران سپیکنگ جناب۔۔۔ کوٹھی پر چھاپے کی کیا پوزیشن ہے جناب اور۔۔۔“

عمران نے بڑے موؤ بانہ لہجے میں کہا۔

”جناب اور۔۔۔“

کیوں کہ اُسے معلوم تھا کہ دھک کمانڈر صدیقی کال سن رہا ہوگا۔

”چھاپہ کامیاب رہا ہے اور۔۔۔“ دوسری طرف سے بلیک زیرو نے مختصر لفظوں میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”کیا ہمارا آدمی تو وہاں موجود نہیں ہے جناب اور۔۔۔“

عمران نے موؤ بانہ لہجے میں پوچھا۔

”بلیو برڈ کار دیکھی ہوئی ہے۔“ — عمران نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

”جی ہاں جناب۔ اچھی طرح۔“ — انچارج نے حیرت بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ جیسے اُسے عمران کے اس سوال کا مقصد سمجھ میں نہ آیا ہو۔

”کوئی بلیو برڈ کار پچھلے دو تین گھنٹوں میں یہاں پہنچی ہو یا اس نے کراس کیا ہو؟“ — عمران نے کہا۔

”اوہ نہیں جناب۔ بلیو برڈ کار۔ نہیں جناب بالکل نہیں۔“ — انچارج نے بڑے با اعتماد لہجے میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔“ — کسی عابد علی کو جانتے ہوئے۔ اچانک عمران نے ایک خیال کے تحت پوچھا۔

”عابد علی۔ کہیں آپ کا مطلب اس مشہور سمسٹر سے تو نہیں۔ بلیو برڈ کار اُس کے پاس بھی ہے۔ اگر وہ ہے تو میں اُسے اچھی طرح جانتا ہوں۔“ — انچارج نے کہا۔

”وہ تو نہیں گزرا یہاں سے۔ یا یہاں آیا ہو؟“ — عمران نے پوچھا۔

”نہیں جناب۔“ — انچارج نے کہا۔

”اور۔“ — تھینک یو؟ — عمران نے قدرے مایوس لہجے میں کہا اور پھر واپس تیزی سے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اب صورت حال اور بھی زیادہ الجھ گئی تھی۔

ہیلی کاپٹر

اس نے ہیلی کاپٹر کو واپس موڑا۔ اور جنگل کے اوپر سے گزر کر دوبارہ سڑک پر آگیا۔ سڑک پر بھی بلیو برڈ موجود نہ تھی چنانچہ اس نے جنگل کی مخالف سمت سرحد کے قریب قریب چینگ شروع کر دی۔ یہ علاقہ چوں کہ میدانی تھا۔ اس لئے وہ دور دور تک دیکھ سکتا تھا۔ کافی آگے جانے کے بعد جب دور دور تک اُسے کوئی کار اور آدمی نظر نہ آئے تو وہ مایوس ہو گیا۔ اور اس نے واپس جانے کا ہی فیصلہ کر لیا۔ پھر اسے خیال آیا کہ سرحدی چوکی سے بلیو برڈ کے متعلق معلوم کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ وہ سرحدی چوکی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے چوکی سے ذرا فاصلے پر ہیلی کاپٹر زمین پر اتارا اور پھر نیچے اتر کر وہ چوکی کی عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ فوجی ہیلی کاپٹر کو دیکھ کر چوکی کے ملازمین الٹ ہو گئے تھے۔ اس لئے جب عمران وہاں پہنچا تو انہوں نے باقاعدہ اُسے فوجی انداز میں سیلوٹ جھاڑ دیا۔

”تمہارا انچارج کون ہے؟“ — عمران نے ان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”میں ہوں جناب۔“ — فرمائیے۔ ایک نوجوان نے مؤدبانہ انداز میں سر کو جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

”آپ یہاں کتنی دیر سے موجود ہیں؟“ — عمران نے نرم لہجے میں پوچھا۔

”جناب۔“ — پچھلے چار گھنٹوں سے ڈیوٹی پر موجود ہوں۔“ — انچارج نے جواب دیا۔

فضا میں بلند ہوتے ہی عمران نے سوچا کہ آخری بار پھر چینگ کی کرے۔
 ہو سکتا ہے کار جنگل میں چھپی ہوئی ہو۔ چنانچہ اس نے دوبارہ
 جنگل کا رخ کیا۔ اس بار اس نے انتہائی نیچی پرواز کر فی شروع کر
 دی اور رفتار بھی انتہائی آہستہ رکھی۔ اور پھر تھوڑی سی دور جانے
 کے بعد وہ چونک پڑا۔ اُسے درختوں کے درمیان نیلے رنگ
 کی کار کی جھلک سی دکھائی دی تھی۔ اس نے فوراً ہیلی کا پٹر کو موڑا
 اور اُسے جگہ بدل کر فضا میں معلق کر دیا۔ اور پھر اس کی نظریں
 بلیو برڈ کار کے ایک حصہ پر جم گئیں۔ کیوں کہ وہاں سے صرف وہی
 حصہ ہی نظر آ رہا تھا۔ عمران نے ایک طویل سانس لیا۔ بلیو برڈ کار تو
 مل گئی تھی۔ اب اس نے ادھر ادھر دیکھا تاکہ ہیلی کا پٹر کو اتارنے
 کی جگہ تلاش کرے اور پھر اُسے تھوڑی دور ایک خالی جگہ نظر آ گئی۔
 اس نے ہیلی کا پٹر وہاں اتارا۔ اور خود اتر کر تیزی سے اس
 طرف دوڑا جہاں ہر بلیو برڈ کار موجود تھی۔ چند ہی لمحوں بعد وہ بلیو برڈ
 کے قریب موجود تھا۔ لیکن کار خالی پڑی ہوئی تھی۔ اس کا
 ایک ٹائر فلیٹ ہو چکا تھا۔ عمران چند لمحوں سوچتا رہا پھر وہ آگے بڑھا۔
 اور اس نے کار کے انجن پر ہاتھ رکھ دیا۔ دوسرے لمحے اس کی آنکھوں
 میں چمک سی لہرائی۔ کار کا انجن ابھی تک گرم تھا۔ عمران
 بلیو برڈ جیسی کار کے طاقتور انجن سے اچھی طرح واقف تھا۔ اور
 پھر اس شکستہ راستے پر کار کے انجن پر جس قدر دباؤ پڑا ہو گا اس
 کا بھی اچھی طرح اندازہ تھا۔ اس لحاظ سے اس نے یہی اندازہ
 لگایا کہ کار کو یہاں رکے ہوئے تقریباً آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے۔ عمران

نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر وہ زمین پر اگی ہوئی گھاس پر جھک گیا۔
 یہاں گھاس خاصی اونچی اونچی تھی۔ وہ غور سے گھاس کو دیکھتا
 رہا۔ اور پھر اس کی تیز نظروں نے مسلی ہوئی گھاس سے اندازہ لگا
 لیا۔ کہ یہاں سے پرانے قلعے کی طرف جانے والے افراد کی
 تعداد تین ہے۔

چنانچہ وہ تیزی سے واپس دوڑا۔ اور چند لمحوں بعد اس کا
 ہیلی کا پٹر ایک بار پھر فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ ہیلی کا پٹر
 کارخ ایک بار پھر پرانے قلعے کی طرف تھا۔ اور عمران کی نظریں
 نیچے پھیلے ہوئے جنگل پر جمی ہوئی تھیں۔ جنگل پرانے قلعے تک چلا
 گیا تھا۔ اس لئے جب عمران پرانے قلعے کے قریب پہنچا۔
 تو اس نے ایک خالی جگہ دیکھتے ہوئے ہیلی کا پٹر وہاں اتار دیا اور
 خود جیب سے ریو اور نکالے تیزی سے پرانے قلعے کی طرف دوڑتا
 چلا گیا۔ اُسے یقین تھا کہ سردار سمیت جان میکنز وادر
 اس کے ساتھ ضرور اسی قلعے میں ہی چھپے ہوئے ہوں گے۔ وہ
 پوری طرح محتاط اور چوکنا تھا۔ کیوں کہ اتنی بات وہ بھی اچھی
 طرح جانتا تھا کہ ہیلی کا پٹر کو اتارنا دیکھ کر وہ سب لوگ اگر وہاں
 موجود ہوں گے تو یقیناً چوکنا ہو گئے ہوں گے۔ اور گھنے جنگل
 میں کسی اکیلے آدمی کو کسی طرف سے بھی انتہائی اطمینان سے گولی
 کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔

مکمل طور پر بند رہتا تھا۔ لیکن پھر بھی وہاں حکومت آران کی طرف سے چند گارڈز ڈیوٹی دیتے تھے تاکہ سمگلر وہاں سے سرحد پار نہ کر سکیں۔ اور ہوب نے آران میں ویسٹرن کارمن کے سفیر کی مدد سے ایک مشہور سمگلر کی خدمات حاصل کی تھیں اور اس کی مدد سے اس نے ان گارڈز کو بھاری رشوت دے کر اس بات کا انتظام کر لیا تھا کہ وہ کارلے کر نہ صرف پاکیشیا کے اس پرانے قلعے میں موجود ہو بلکہ اس نے واپسی کا بھی بندوبست کر لیا تھا۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ گارڈز کی ڈیوٹی مزید آدھے گھنٹے بعد ختم ہونے والی تھی۔ اور اس کے بعد جو گارڈز ڈیوٹی پر آنے والے تھے وہ خریدے نہ جاسکتے تھے۔ اس لئے اُسے واپس جانے کے لئے یہی آدھا گھنٹہ تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ جان میکنزوکا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔ ریڈ فاکس نے اُسے تفصیلی ہدایات دے دی تھیں۔ اس لئے وہ جانتا تھا کہ جان میکنزوکے ساتھ پاکیشیا کا ایک معروف سائنس دان سردار بھی ہوگا۔ اور یہ ساری کارروائی اُسی کے اغوا کے سلسلے میں ہو رہی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہیلی کاپٹر کو دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔ لیکن جب ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا تو اس نے یہی سمجھا کہ معمول کی چکننگ ہو رہی ہوگی۔

ابھی وہ یہ باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ اُسے دو درختوں میں حرکت سی محسوس ہوئی اور وہ چونک نپڑا۔ اور چند لمحوں بعد اس نے واضح طور پر تین افراد کو درختوں کی آڑ میں سے ہوتے ہوئے پرانے

پس انے قلعے کی ایک خستہ سی راہداری میں سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔ کار پر حکومت آران کی رجسٹریشن پلیٹ موجود تھی۔ قلعے سے باہر ستون کی آڑ میں ایک لمبا ترنگا فوجوان بڑی بے چینی کے عالم میں کھڑا جنگل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے ایک فوجی ہیلی کاپٹر کو قلعے اور جنگل کے اوپر چکراتا ہوا دیکھا تھا۔ ہیلی کاپٹر کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کسی خاص ٹارگٹ کی چکننگ کر رہا ہو۔ اور پھر چند لمحوں بعد جب ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا تو فوجوان نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ لیکن اس کے باوجود اس کی بے چینی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ اُسے ایک ایک لمحہ گراں گذر رہا تھا۔ پرانے قلعے سے تھوڑی دور آگے پرانا سرحدی پھاٹک موجود تھا۔ جو کہ گوا ب

قلعے کی طرف بڑھتے دیکھ لیا۔ وہ چند لمحوں تک غور سے ان افراد کو دیکھتا رہا۔ اور دوسرے لمحے جان میکنز کو پہچان کر وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ ستون کی آڑ سے نکل کر وہ تیزی سے ان کی طرف دوڑ پڑا۔

"والٹڈ ٹائیگر۔۔۔ والٹڈ ٹائیگر۔۔۔ میں ہوپ ہوں۔" اس نے ستون کی آڑ سے نکلتے ہی چیخ کر کہا۔ کیوں کہ اُسے خطرہ تھا کہ کہیں اُسے دشمن سمجھ کر گولی کا نشانہ نہ بنا دیا جائے۔ اور اس کی آواز سنتے ہی وہ تینوں ٹشٹاک کر رک گئے۔ چند لمحوں بعد ہی ہوپ ان کے قریب جا پہنچا۔

"جلدی آئے باس۔۔۔ وقت بے حد کم ہے۔" ہوپ نے جان میکنز سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کار لے آئے ہو؟" جان میکنز نے پوچھا۔

"ہاں باس۔۔۔ قلعے کے اندر کھڑی ہے۔ واسپی کا پروگرام بھی طے ہے۔ لیکن وقت کم ہے۔ میں تو سخت بے چین تھا۔" ہوپ نے ان کے ساتھ ساتھ قلعے کی طرف چلتے ہوئے کہا۔

"میری کار راستے میں غراب ہو گئی تھی۔ اس لئے ہمیں باقی سفر پیڈل طے کرنا پڑا۔" جان میکنز نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا یہی سردار ہیں جنہیں لے جانا ہے؟" ہوپ نے سردار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ان کے پشت پر

بندھے ہوئے ہاتھ دیکھ کر ہی وہ اندازہ لگا چکا تھا۔ کہ یہی ان کا شکار ہوگا۔

"ہاں۔۔۔ یہی ہیں۔۔۔ اور یہ عابد علی ہیں۔۔۔ ہمارے آدمی ہیں۔" جان میکنز نے کہا اور ہوپ اور عابد علی نے ایک دوسرے کو مسکرا کر سلام کیا۔

"باس۔۔۔ ایک فوجی مہیلی کا پٹر بھوڑی دیر پہلے یہاں چکر لگا گیا ہے۔ میں تو بڑا پریشان ہو گیا تھا۔" ہوپ نے کہا۔

"ارے نہیں۔۔۔ ہمارے پیچھے فوج نہیں لگی ہوئی وہ دیسے ہی گزرا ہوگا۔" جان میکنز نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے لمحے وہ بڑی طرح چونک پڑے۔ کیوں کہ مہیلی کا پٹر کی آواز ایک بار پھر سنائی دینے لگی تھی۔ اُسی لمحے مہیلی کا پٹر انہیں نظر آ گیا۔ وہ پرانے قلعے کے قریب فضا میں اڑ رہا تھا۔

"اوہ۔۔۔ یہ دوبارہ کیوں آ گیا؟" جان میکنز نے پریشان لہجے میں کہا۔

"ارے باس۔۔۔ یہ تو یہاں اتر رہا ہے۔ جلدی کیجیے۔ پرانے قلعے میں ہم آسانی سے چھپ سکتے ہیں۔" ہوپ نے کہا اور وہ سب پرانے قلعے کی طرف دوڑ پڑے۔ جان میکنز سردار کو بازو سے پکڑے زبردستی اپنے ساتھ گھسیٹ رہا تھا۔

"عابد علی — تم سردار کو لے کر اندر چھپ جاؤ۔ میں اہوپ باہر چینگ کر میں گے۔" جان میکنز نے کہا اور عابد علی سردار کو پکڑے اس پرانے قلعے کے اندر بھاگتا چلا گیا جب کہ ہوپ اور جان میکنز دونوں قلعے کے سامنے موجود گھنے درخت پر چڑھتے چلے گئے۔ ابھی وہ دونوں درخت کی گھنی شاخوں میں پہنچے ہی تھے کہ انہیں دور سے ایک لڑوان بڑے محتاط انداز میں قلعے کی طرف آتا دکھائی دیا۔

"ادہ — یہ تو علی عمران ہے۔ ادہ — یہ یہاں کیسے پہنچ گیا؟" جان میکنز نے بڑے پریشان سے لہجے میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ادہ — کیا آپ اسے جانتے ہیں؟" ہوپ نے

حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔

"ہاں — یہ یہاں کا سب سے خطرناک آدمی ہے۔" جان میکنز نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"تو میں اسے یہیں ڈھیر کر دیتا ہوں۔" ہوپ نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ جان میکنز اسے منع کرتا۔ ہوپ نے برق رفتاری سے ریوالور کا رخ عمران کی طرف کیا۔ اور دوسرے لمحے ریوالور کے زوردار دھماکے سے جنگل گونج اٹھا۔

"وہ مارا۔" ہوپ نے خوشی سے چیختے ہوئے کہا۔

کیوں کہ دھماکے کے فوراً بعد انہوں نے عمران کو بڑی طرح اچھل کر گھاس پر گرے ہوئے دیکھا۔ ادرا ب وہ گھاس

پر پڑا بڑی طرح ہاتھ پیر مار رہا تھا۔

"ادہ — واقعی تمہارا نشانہ بے داغ ہے۔ یہ تو ختم ہو رہا ہے۔" جان میکنز نے یوں حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ جیسے اسے عمران کے مرنے کا یقین نہ آ رہا ہو۔

"مجھ سے کون بچ کر جاسکتا ہے باس۔" آپ جانتے ہیں ہوپ ریوالور سے اڑتی ہوئی مکھی کا پرت توڑ سکتا ہے؟

ہوپ نے مسکراتے ہوئے بڑے فخریہ انداز میں کہا۔ اور جان میکنز نے سر ہلا دیا۔ عمران کا جسم اب بے حس و حرکت ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ دونوں تیزی سے درخت سے اترے۔ اور پھر ریوالور سنبھالے عمران کی طرف دوڑتے چلے گئے۔ وہ شاید عمران کی موت کے متعلق پوری طرح اطمینان کر لینا چاہتے تھے۔

عمران کے بالکل قریب پہنچنے سے پہلے جان میکنز نے ہاتھ اٹھا کر ہوپ کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اور ہوپ اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔ جیسے مردہ آدمی سے خوف پر وہ حیران ہو رہا ہے۔

"باس — ایک مردہ آدمی سے کیا خوف؟" ہوپ نے آخر کہہ ہی دیا۔

"خوف نہیں۔" احتیاط کی بات سمجھئے۔ جان میکنز نے کہا اور پھر وہ ریوالور ہاتھ میں پکڑے آہستہ آہستہ گھاس پر ٹیڑھے میڑھے انداز میں پڑے ہوئے عمران کی طرف بڑھنے

۲۹۶
 لگے۔ جان میکنز بے حد محتاط اور چوکنا تھا۔ جب کہ ہوپ کے انداز
 میں لاپرواہی تھی۔ جیسے اُسے یقین ہو کہ اس کا نشانہ خطا نہیں
 ہو سکتا۔

۲۹۷
 "تم یہاں سے پھرو بڑھے۔ اور خبردار اگر بھاگنے
 کی کوشش کرتی۔ عابد علی نے بڑے کمرخت لہجے میں
 سرد اور کوپرائے قلعے کی راہداری میں دھکا دیتے ہوئے کہا۔
 سردار در لڑ کھڑاتے ہوئے راہداری میں داخل ہوئے۔ جب
 کہ عابد علی وہیں راہداری کے قریب ہی رک گیا۔ وہ اس انداز
 میں کھڑا تھا کہ اندر راہداری کو بھی چیک کر سکے اور باہر کا بھی
 جائزہ لے سکے۔ اس کے ہاتھ میں ریو اور موجود تھا۔ سردار
 ایک لمحے کے لئے رکے اور پھر انہوں نے ادھر ادھر دیکھا۔ ٹوٹی
 ہوئی راہداری سے ایک اور راہداری دائیں طرف مڑ رہی تھی۔

دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز انہیں راہداری میں مڑتی سنائی دی۔ اور انہوں نے سانس روک لیا۔ مگر آواز اس کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔

”باہر نکل آؤ بیڑھے۔ زمین پر پڑھی گم دیہہ تمہارے پیروں کے نشانات بتا رہے ہیں کہ تم اس کمرے میں موجود ہو۔“

باہر سے عابد علی کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور سردار کے جسم میں مایوسی کی لہر دوڑتی چلی گئی۔ انہیں ان نشانات کا تو خیال تک نہ آیا تھا۔ لیکن وہ وہیں سانس روکے کھڑے رہے۔

اور پھر انہیں ایک لات اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔ وہ جس ستون کی آڑ میں کھڑے ہوئے تھے وہ انتہائی پرانا اور خستہ تھا۔ اور اوپر سے ٹوٹا ہوا تھا۔ لیکن اس دروازے کے

علاوہ باہر نکلنے کا اور راستہ ہی نہ تھا۔ اس لئے وہ بے بس اس ستون سے لگے کھڑے تھے۔ عابد علی بچانے کیوں اتنی احتیاط کر رہا تھا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ سردار کے ہاتھ

بندھے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہ ہے۔ شاید وہ سردار کے اس طرح اچانک دوڑ پڑنے پر نفسیاتی دباؤ میں آگیا تھا۔

جب دوسری لات اندر آئی تو سردار نے انتہائی مایوسی کے عالم میں ہونٹ بیچھ لئے۔ کیوں کہ اب صرف آنے والا مڑے گا اور پھر سردار اس کے رحم و کرم پر ہوں گے۔ اور اسی مایوسی کے عالم میں وہ ستون کے ساتھ مزید چپٹ گئے۔

اُسی لمحے انہیں باہر جنگل میں ایک خوف ناک دھماکے کی آواز سنائی دی۔ اور ساتھ ہی کسی کے خوشی سے چیخنے کی آواز بھی ان کے کانوں تک پہنچی۔ آواز وہ پہچان گئے کہ یہ مجرموں کے نئے ساتھی کی تھی۔

”گٹھ شو“۔ دھماکے اور حسرت بھری چیخ سنتے ہی عابد علی نے بے اختیار کہا اور ایک لمحے کے لئے اس نے گردن باہر نکال کر دیکھا۔ اور سردار نے اس لمحے کو غنیمت سمجھا۔ دوسرے لمحے وہ تیزی سے بھاگے اور دائیں طرف جانے والی راہداری میں دوڑتے چلے گئے۔

”ٹھہر بیڑھے۔ گولی مار دوں گا“۔ پیچھے سے انہیں عابد علی کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ مگر سردار کے نہیں بلکہ بھاگتے ہوئے اچانک ایک اور راہداری میں مڑ گئے۔ اُسی لمحے دھماکے اور سائیں کی آواز سے گولی ان کے قریب سے گزرتی چلی گئی۔ اگر وہ مڑ نہ جاتے تو یقیناً گولی ان کی پشت میں پیوست ہو چکی ہوتی۔

اس راہداری میں مڑتے ہی وہ ایک ٹوٹے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے اور اس کے موٹے سے ستون کی آڑ میں رک گئے۔ کیوں کہ انہیں اچانک احساس ہوا تھا کہ ان کے قدموں کی آواز ان کی موجودگی کا پتہ دے رہی ہے۔ ان کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ اپنے آپ کو بُری طرح بے بس محسوس کر رہے تھے۔

ان کے اس طرح چمٹنے سے ستون ذرا سا ہلا۔ اور سرد اور کے ذہن میں بجلی کی سی تیزی سے ایک خیال آیا۔ اور انہوں نے پوری قوت سے سینے کی مدد سے ستون کو دھکا دیا۔ دوسرے لمحے ستون دھڑام کی آواز سے دوسری طرف گرا۔ اور عابد علی کی چیخ سنائی دی۔ وہ چوں کہ ستون کی دوسری طرف تھا۔ اس لئے ستون اُسی پر گرا تھا۔ اور وہ ستون سمیت نیچے فرش پر گرا تھا۔

ستون کے گرتے ہی سرد اور نے چھلانگ لگائی اور گرے ہوئے ستون کی اینٹوں کو پھلانگتے ہوئے دروازے کی طرف لپکے۔ مگر دوسرے ہی لمحے وہ میچتے ہوئے منہ کے بل فرش پر جا گرے۔ عابد علی نے ان کی ٹانگ پکڑ لی تھی۔ عابد علی ستون اپنے اوپر گرنے سے نیچے ضرور گرا تھا۔ لیکن ستون کی پرانی اینٹوں نے اُسے کوئی خاص نقصان نہ پہنچایا تھا۔ اس لئے جیسے ہی سرد اور اُسے پھلانگتے ہوئے اوپر سے گزرے اس نے ہاتھ بڑھا کر ان کی ٹانگ پکڑ لی۔ اور سرد اور جھٹکا کھا کر منہ کے بل گرے۔ عابد علی ان کے گرتے ہی ٹانگ چھوڑ کر تیزی سے اٹھا۔ البتہ اس کا ریلو اور اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ وہ اٹھتے ہی نیچے گرے سرد اور پر جھپٹا۔ مگر سرد اور نیچے گرتے ہی تیزی سے کروٹ بدل گئے۔ اور عابد علی منہ کے بل عین اُس جگہ آگیا جہاں ایک لمحہ پہلے سرد اور موجود تھے۔ سرد اور چوں کہ اچانک اور غیر متوقع طور پر کروٹ بدل گئے تھے۔ اس لئے عابد علی بروقت سنبھل نہ سکا۔

منہ کے بل نیچے گرتے ہی اس نے پھرتی سے اٹھنے کی کوشش کی۔ مگر اُسی لمحے تیز گڑ گڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ اور پھر کمرے کی دہلیز پر موجود پرانی سی چھت ایک دھماکے سے ان کے اوپر آگرمی۔ اور سرد اور کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ تاریکی کی اتھاہ گہرائی میں ڈوبتے چلے جا رہے ہوں۔

عمران سے جیسے ہی دوڑتا ہوا پرانے قلعے کی طرف بڑھا۔ اس نے دور ایک درخت پر کسی آدمی کی جھلک دیکھی۔ اور پھر اس نے ابھی وہی قدم اٹھائے ہوں گے کہ اُسے ایک درخت کی گھنی شاخوں میں بھماکا سا دکھائی دیا۔ بھماکا دیکھتے ہی عمران انتہائی تیزی سے زمین پر گرا۔ اور اُسی لمحے زائیں کی تیز آواز سے گولی اس کے بازو کے قریب سے گزرتی چلی گئی۔ ساتھ ہی ریو الوور چلنے کا دھماکا سنائی دیا۔ عمران نے نیچے گر کر اس طرح ہاتھ پیر مارنے شروع کر دیئے جیسے گولی اُسے لگ گئی ہو۔ اور پھر اُسے درخت پر سے مسرت بھری چیخ سنائی دی۔ عمران سمجھ گیا کہ اس کی اداکاری کامیاب رہی ہے۔ اس نے یہ اداکاری صرف اسی لئے کی تھی کہ وہ چاہتا تھا کہ چھپے ہوئے سب لوگ باہر آجائیں۔

ورنہ اگر وہ ایک سے لڑتا تو دوسرا اُسے نشانہ بنا سکتا تھا۔ چند لمحوں تک ایڑیاں رگڑنے کے بعد عمران بے حس و حرکت ہوتا چلا گیا۔ وہ گھاس پر اب بڑے ٹیڑھے میڑھے انداز میں پڑا ہوا تھا۔ اس نے دانستہ اپنے سر کی پشت اس درخت کی طرف کر دی تھی جس طرف سے گولی چلی تھی۔ اور اس ہاتھ کو اس انداز میں اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ لیا تھا جس پر گھڑی بندھی ہوئی تھی۔ اُسے گھڑی کے شیشے میں سے اپنی پشت کا پورا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ اس نے یہ چکر بازی اسی لئے کی تھی تاکہ اس کے قریب آنے والے بے دھڑک آگے بڑھ آئیں۔ ورنہ اطمینان کے لئے ہو سکتا تھا وہ فاصلے سے دوسری گولی چلا دیں اور ایسی صورت میں عمران بچ نہ سکتا تھا۔ بلکہ اس کی اداکاری اس کے لئے مہلک بھی ثابت ہو سکتی تھی۔ چنانچہ وہی ہوا اس نے گھڑی کے شیشے میں درخت پر سے دو افراد کو چھلا لگیں لگا کر نیچے اترتے دیکھا ان دونوں کے ہاتھوں میں ریو الوور تھے۔ نیچے چھلا لگیں لگاتے ہی وہ دونوں تیزی سے عمران کی طرف بڑھتے چلے آئے اور اب عمران جان میکنز کو اچھی طرح پہچان چکا تھا۔ چوں کہ صرف وہی دونوں ہی آگے آئے تھے۔ اور عمران کا اندازہ تھا کہ کار سے تین افراد ہی قلعے کی طرف گئے ہیں۔ اس لئے عمران نے ہی اندازہ لگایا کہ سردار رئیس آدمی ہوگا جسے یہ زبردستی اپنے ساتھ لے آئے ہوں گے۔

عمران ان کے قریب آنے کا انتظار کرتا رہا۔ ریو الوور والا ہاتھ

اس نے ٹیڑھا کر کے اپنی ران کے نیچے اس طرح دبایا ہوا تھا۔ کہ پلک جھپکنے میں وہ اُسے بخوبی استعمال کر سکتا تھا۔ وہ دونوں پہلے تو بے سخا شائبھا گتے ہوئے آئے مگر چند قدم آگے بڑھنے کے بعد وہ دونوں رک گئے۔ جان میکنز و بے حد محتاط نظر آ رہا تھا۔

”باس۔ ایک مردہ آدمی سے کیا خوف؟“
جان میکنز کے ساتھی نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔
”خوف نہیں۔ احتیاط کی بات ہے۔“ جان میکنز نے جواب دیا۔ اور پھر وہ دونوں آہستہ آہستہ عمران کی طرف بڑھنے لگے۔

”اس کی پشت ہماری طرف ہے۔ اگر یہ زندہ ہوتا تو کبھی اس طرح لیٹنے کا خطرہ مول نہ لیتا۔“ جان میکنز کے ساتھی نے اور قریب آتے ہوئے کہا۔ مگر اُسی لمحے عمران کے اعصاب تن گئے۔ اس نے جان میکنز و کار یو الور والا ہاتھ اٹھتے ہوئے دیکھا۔ وہ یقیناً عمران کے سر کی پشت میں گولی مار کر ہر قسم کا خدشہ ختم کرنا چاہتا تھا۔ اب ایک لمحے کی بھی دیر عمران کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ اس لئے جیسے ہی جان میکنز کا ہاتھ سیدھا ہوا۔ عمران کسی چپتے کی طرح اچھلا اور دوسرے لمحے بیک وقت تین دھماکے ہوئے۔ ایک دھماکہ عمران کے ر یو الور کا دوسرا جان میکنز کے ر یو الور کا اور تیسرا دھماکہ درختوں میں ہوا تھا۔ اور ساتھ ہی جان میکنز کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ ادھر

عمران نے بھی ہونٹ بھینچتے ہوئے ہاتھ جھٹکا۔ عمران کا ر یو الور بھی اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا کر اُڑا۔ جان میکنز کے ر یو الور سے نکلنے والی گولی عمران کے ر یو الور کی نال پر پڑی تھی۔ اور عمران کے ر یو الور سے نکلنے والی گولی جان میکنز کے ر یو الور پر۔ نتیجہ یہ کہ دونوں کے ر یو الور قارب ہو چکے تھے۔ یہ صریحاً ایک اتفاق تھا۔ عمران نے تو گولی خیر چلائی ہی جان میکنز و کار یو الور اڑانے کے لئے تھی۔ لیکن جان میکنز کی گولی کا عمران کے ر یو الور پر پڑنا اتفاق کے ساتھ ساتھ عمران کی خوش قسمتی بھی تھی اگر عمران کا ر یو الور والا ہاتھ عین اُسی لمحے گولی والے زاویے پر نہ ہوتا تو گولی عمران کے پہلو میں گھس چکی ہوتی۔

عمران کے ہاتھ سے ر یو الور نکلتے ہی جان میکنز کے ساتھی نے انتہائی پھرتی سے گولی چلائی۔ مگر اب عمران سنبھل چکا تھا۔ اس لئے وہ بجلی کی سی تیزی سے اپنی جگہ سے مہٹ گیا اور گولی اس کے قریب سے نکلتی چلی گئی۔ جان میکنز کا ساتھی مسلسل گولیاں چلائے گیا۔ مگر اس کے سامنے عمران جیسا شخص تھا۔ جسے گولی چھو بھی نہ سکتی تھی۔ چنانچہ عمران جواب میں سچ آ رٹ کا مظاہرہ کرتا رہا۔ اور چند لمحوں بعد ہی جان میکنز کے ساتھی کے ر یو الور سے ٹھک کی آواز سنائی دی۔ اور عین اُسی لمحے عمران نے ان پر چھلانگ لگا دی۔ جان میکنز و اوپر ہوب دونوں اتنے قریبی فاصلے سے عمران کے اس طرح گولیوں کے بیج نکلنے پر حیرت سے پاگل ہوئے جا رہے تھے۔ ان کے تو تصور میں بھی

سنہالتا ہوں۔ اچانک جان میکنز نے چیخ کر اپنے ساتھی سے کہا اور اس کا ساتھی یوں اچھل کر دوڑا جیسے اس کے پیچھے موت لگ گئی ہو۔ اور عمران جان میکنز کا مقصد سمجھ گیا وہ اپنے ساتھی کو اس لئے بھگا رہا تھا تاکہ وہ سردار کو لے کر سرحد پار کر جائے۔ مقصد سمجھنے کے بعد ظاہر ہے عمران اُسے کہاں نکلنے دیتا تھا۔ وہ بھی تیزی سے اس کے پیچھے دوڑا۔ مگر جان میکنز نے انتہائی پھرتی سے اس کی ٹانگوں میں پیراڑا دیا اور عمران سینے کے بل گھاس پر گر گیا۔ اُسی لمحے جان میکنز نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ عمران نیچے گرتے ہی انتہائی تیزی سے کمر وٹ بدل گیا۔ اور جان میکنز د آخری لمحات میں اپنے آپ کو نہ سنہال سکا۔ اور وہ عین اُسی جگہ جہاں ایک لمحہ پہلے عمران گرا تھا۔ سینے کے بل گر گیا۔ البتہ اس نے اپنے دونوں ہاتھ آگے کر کے اپنا چہرہ زخمی ہونے سے بچا لیا۔

عمران کمر وٹ بدلتے ہی کسی سپرننگ کی طرح اچھلا اور دوسرے لمحے وہ چیتے کی سی برق رفتاری سے پرانے قلعے کی طرف دوڑا۔ جدھر ہو پ دوڑا چلا جا رہا تھا۔ گو اب ہو پ اور عمران کا فاصلہ کافی ہو چکا تھا۔ لیکن عمران کی رفتار اس سے کہیں زیادہ تیز تھی۔ عمران ہر قیمت پر سردار کو سرحد پار جانے سے روکنا چاہتا تھا۔ جان میکنز بھی اٹھ کر عمران کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ ہو پ اور عمران کے درمیان فاصلہ تیزی سے کم ہوتا جا رہا تھا کہ عمران دوڑتے دوڑتے ذرا سا جھکا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور ہو پ یوں اچھل کر گھاس پر گر گیا۔ جیسے

نہ تھا کہ کوئی شخص ان کی گولیوں کی زد سے اس طرح بھی بچ سکتا ہے۔ چنانچہ وہ عمران کی چھلانگ کے مقابلے میں بروقت اپنا دفاع نہ کر سکے۔ اور عمران ان دونوں کو لیتا ہوا ایک وقت گھاس پر جا کر اپنے نیچے گرتے ہی عمران تڑپ کر اٹھا اور دوسرے لمحے اس کی لات انتہائی تیزی سے گھومتی ہوئی جان میکنز کے ساتھی کے جڑے پر پڑی۔ اور اس نے سر کی بھرپور ٹکرائٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے جان میکنز کے سینے پر ماری۔ ان دونوں کے حلق سے چیخیں نکل گئیں۔ عمران نے اچھل کر دوسرا دروازہ کرنا چاہا مگر اس بار جان میکنز کے ساتھی نے انتہائی پھرتی سے عمران کی ٹانگ پر پکڑ لی اور عمران منہ کے بل گھاس پر گر گیا۔ اُسی لمحے جان میکنز اچھل کر اس کے اوپر آگرا۔ عمران نے اپنے جسم کو زوردار جھٹکا دیا۔ اور جان میکنز والٹ کر اپنے ہی ساتھی پر گر کر جو عمران کی ٹانگ چھوڑ کر اب اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور پھر وہ تینوں ایک ہی وقت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اب وہ تینوں ایک دوسرے کے آگے سامنے تھے۔ جان میکنز کے ساتھی کا جبرٹا ٹوٹ کر ٹھک گیا تھا اور اس کا چہرہ اس وجہ سے بُری طرح مسخ ہو چکا تھا۔ اٹھ کر کھڑے ہوتے ہی ان دونوں نے بیک وقت ہی عمران پر چھلانگیں لگائیں۔ مگر عمران تیزی سے نیچے جھکا اور دوسرے لمحے وہ ایک جھٹکے سے اوپر اٹھا۔ اور وہ دونوں ہی اس کے سر کے اوپر سے ہوتے ہوئے قلابازی کھا کر پشت کے بل گھاس پر جا گئے۔

”ہو پ۔ بھاگو۔ تم بھاگ کر سرحد پار کر دیں اسے“

اُسے گولی لگ گئی ہو۔ عمران نے دراصل دوڑتے ہوئے زمین پر موجود ایک پتھر نہ صرف اٹھالیا تھا بلکہ اس نے پتھر پوری قوت سے ہوپ کو مار بھی دیا تھا۔ اور عمران کے نشانے کا یہ کمال تھا کہ اتنی رفتار سے دوڑنے کے باوجود اس کا نشانہ بالکل درست رہا۔ اور ہوپ پتھر کی ضرب کھا کر گھاس پر جا گرا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا عمران اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ عمران نے جھک کر اُسے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور وہ اُسے گھما کر ایک درخت کے تنے سے مارنا چاہتا تھا کہ اس کے پیچھے آنے والا جان میکنز و توپ کے گولے کی طرح اس سے آٹکرایا۔ اور ایک بار پھر وہ تینوں ایک دوسرے سے غلط ملط ہو کر زمین پر جا گئے۔ اُسی لمحے عمران کے سر پر زبردست چوٹ لگی۔ اور ایک لمحے کے لئے عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی کھوپڑی پھٹ کر سزا بدوں ہتھوں میں بکھر جائے گی۔ مگر دوسرے لمحے اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اور تیزی سے قلا بازی کھا کر سیدھا ہونے لگا۔ اُسی لمحے اس کے کندھے پر ایک اور زبردست ضرب لگی اور عمران ایک جھٹکے سے نیچے گرا۔ مگر نیچے گرتے ہوئے اس نے جان میکنز و کے ہاتھ میں ایک بڑا سا پتھر دیکھ لیا۔ اس نے بھی شاید عمران کی ہی نقل کی تھی۔ اور اُسے چھوٹا پتھر نہ ملا تو اس نے بڑا سا پتھر اٹھالیا تھا۔ جسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر وہ عمران کی کھوپڑی توڑنا چاہتا تھا۔ عمران کا ندھے پر ضرب کھا کر نیچے گرا۔ تو اس کا جسم کمان کی طرح مڑا اور اس کی دونوں ٹانگیں پوری قوت سے اٹھ کر

جان میکنز و کے پہلو پر پڑیں اور جان میکنز و کے حلق سے چیخ نکلی اور اس کے ہاتھوں سے وہ بھاری پتھر چھوٹ گیا۔ دوسرے لمحے پتھر پوری شدت سے نیچے پڑے ہوئے ہوپ کے سر پر گرا۔ اور ہوپ کا جسم پانی سے نکلی ہوئی مچھلی کی طرح پھڑکنے لگا۔ عمران ایک جھٹکے سے اچھل کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں اب سرخی عود کر آئی تھی۔ جان میکنز و اس کے سامنے کھڑا مانپ رہا تھا۔ ہوپ کو پھڑکتے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں حیرت اور خوف کے ملے جلے تاثرات ابھر آئے تھے۔ "اب تک میں تمہیں صرف سیکرٹ ایجنٹ سمجھ کر طرح دیتا چلا آیا ہوں مگر اب تم میرے لئے صرف مجرم ہو۔ اور اب تمہارے ساتھ وہی سلوک ہوگا جو میں مجرموں سے کرتا چلا آیا ہوں۔" عمران نے ہونٹ بھیچتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ "میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔" میں ڈائلڈ ٹائیگر ہوں۔" ڈائلڈ ٹائیگر نے جان میکنز و نے غصے کی شدت سے چیخے ہوئے کہا۔ "تم ڈائلڈ ٹائیگر نہیں بلکہ پالتو بھیڑیہ ہو بھیڑ۔" سمجھے۔" عمران نے سر جھٹکتے ہوئے جواب دیا۔ اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اچھلا۔ جان میکنز و نے انتہائی پھرتی سے سائیڈ بیل لی۔ مگر وہ عمران کے زبردست ڈاج میں آگیا عمران نے صرف اچھلنے کا پوز بنایا تھا۔ ورنہ وہ اپنی جگہ کھڑا تھا۔ پھر جیسے ہی جان میکنز و نے سائیڈ بیل لی۔ وہ بجلی کے کوندے کی طرح اچھلتا ہوا اس پر آپڑا۔ جان میکنز و کے پاس اب مہلت

نہ ملی کہ وہ عمران سے اپنے آپ کو بچا سکتا۔ چنانچہ عمران کے سر کی
 ٹکڑے کھا کر ڈکھاتا ہوا پشت کے بل زمین پر گرا۔ اور عمران
 مشین کی طرح اچھل کر دونوں پیرا کھٹے کر کے اس کی پنڈلیوں پر
 کود پڑا۔ اور دوسرے لمحے جنگل جان میکنز کی لہزدہ خیز چخیوں سے
 گونج اٹھا۔ اس کی دونوں پنڈلیوں کی ہڈیاں ٹوٹ چکی تھیں۔
 وہ بُری طرح تڑپنے لگا۔ مگر عمران نے ہڈیاں توڑتے ہی جھک کر اسے
 ایک بازو سے پکڑا۔ اور دوسرے لمحے اس کا پیرا اس کے دوسرے
 بازو پر پڑا ساتھ ہی اس نے جان میکنز کے پکڑے ہوئے ہاتھ کو ایک
 زوردار جھٹکا دیا۔ اور جان میکنز کا بازو کندھے سے اترتا چلا گیا۔ جان
 میکنز کے حلق سے نکلنے والی چیخیں اور زیادہ بلند ہوتی چلی گئیں۔
 ”موصلاً رکھو۔ تم تو دائلڈ ٹائیگر ہو۔ کیوں گیدڑ کی
 طرح چیخ رہے ہو؟“ عمران نے پوری قوت سے اس کے پہلو
 میں لات مارے ہوئے کہا۔ اور جان میکنز کی چیخیں حلق میں ہی
 گھٹتی چلی گئیں۔ اس کی کئی پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں، اور وہ تکلیف
 کی شدت کی وجہ سے بے ہوش ہو چکا تھا۔
 ”میں تمہاری گردن توڑ دیتا۔ لیکن ابھی مجھے سہرا دور کو برآمد کرنا
 ہے۔“ عمران نے غصے سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔
 اور پھر وہ ان دونوں کو وہیں چھوڑ کر تیزی سے بھاگتا ہوا
 پرانے قلعے میں داخل ہو گیا۔ مختلف راہداریوں میں گھومنے کے
 بعد وہ جنب ایک راہداری میں پہنچا تو وہاں سیاہ رنگ کی ایک
 بڑی سی کار موجود تھی۔ جس پر آران کی رجسٹریشن پلیٹ

نصب تھی۔ لیکن کار خالی پڑی ہوئی تھی۔ اور سہرا دور وہاں ہوتے تو
 ملتے۔ عمران کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔ اس
 نے زور زور سے سہرا دور کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔ لیکن پرانے
 قلعے کے کھنڈرات میں اس کی اپنی آوازوں کی ہی بازگشت سنائی
 دیتی رہی۔ سہرا دور کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ عمران
 مختلف راہداریوں میں دوڑتا رہا۔ لیکن سہرا دور کا کہیں اتنا پتہ نہ
 تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سہرا دور کبھی اس قلعے میں موجود ہی نہ رہے
 ہوں۔ عمران نے اپنی تلاش جاری رکھی۔ مگر کافی دیر تک
 وہاں چکرانے کے باوجود اسے سہرا دور کا کہیں پتہ نہ چلا تو اس نے
 یہی فیصلہ کیا کہ اب جان میکنز سے ہی اگلوایا جائے کہ سہرا دور
 کہاں ہیں۔ اس لئے وہ دوڑتا ہوا سیرونی دروازے کی طرف
 بڑھا۔ قلعہ چوں کہ بہت بڑا تھا۔ اس لئے جنگل کی طرف اس کے
 بے شمار راستے تھے۔ کچھ تو باقاعدہ راستے تھے۔ اور کچھ راہداری
 ٹوٹنے کی وجہ سے بن گئے تھے۔ چنانچہ ایک ٹوٹی ہوئی راہداری
 میں سے ہوتا ہوا عمران قلعے سے نکل کر جنگل میں آ گیا۔ اور پھر تیزی
 سے دوڑتا ہوا اس طرف بڑھا جہاں وہ جان میکنز اور ہوپ کو
 چھوڑ کر گیا تھا۔ مگر وہاں پہنچے ہی وہ حیرت سے ہٹھک کر
 رک گیا۔ کیوں کہ وہاں ہوپ تو پڑا ہوا تھا البتہ جان میکنز غائب
 تھا۔ مسلی ہوئی گھاس کی ایک کیکر سی دور تک جاتی ہوئی صاف
 دکھائی دے رہی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ جان میکنز ہوش
 میں آنے کے بعد گھسٹتا ہوا ادھر ہی گیا ہے۔ عمران اس کیکر پر

بھاگتا ہوا آگے بڑھا۔ اور پھر جب وہ ایک درخت کی ادٹ سے نکلا تو اس نے سامنے کھڑے ہوئے ہیلی کا پٹر میں جان میکنز کو ایک بازو کی مدد سے گھسٹ کر چڑھتے دیکھا۔

”رک جاؤ۔۔۔ خبردار۔۔۔“ عمران نے چیخ کر کہا۔ اور پھر بے تحاشا ہیلی کا پٹر کی طرف بھاگا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ جان میکنز اب ہیلی کا پٹر کی مدد سے سرحد پار کرنا چاہتا ہے۔ دوڑتے دوڑتے جب وہ ہیلی کا پٹر کے قریب پہنچا تو اُسی لمحے جان میکنز اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اس کی ایک ٹانگ ابھی تک باہر کوٹکی ہوئی تھی۔ اور پھر عمران نے اس کی ٹانگ پکڑی اور اُسے زوردار جھٹکے سے باہر کو کھینچا۔ پنڈلی کی بڑھی چوں کہ پہلے ہی ٹوٹی ہوئی تھی۔ اس لئے عمران کے زوردار جھٹکے سے جان میکنز بڑھی طرح چھینٹا ہوا اچھل کر باہر آگرا۔ اس نے گر کر ایک ہاتھ کی مدد سے کسی چیز کو تھامنے کی بھی کوشش کی ہوگی تو کامیاب نہ ہوا تھا۔

”خاصے بہادر ہو جو اس حالت میں بھی اتنی ہمت کر گزرے ہو۔“ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

”تت۔۔۔ تت۔۔۔ تم کیا چاہتے ہو؟“ جان میکنز نے کراہتے ہوئے کہا۔

”سردار اور کہاں میں۔۔۔ جلدی بناؤ۔ ورنہ یاد رکھو میں ہڈیاں توڑنے میں عالمگیر شہرت رکھتا ہوں۔“ عمران کا لہجہ اور بھی سرد ہو گیا۔

”سردار۔۔۔ عابد علی کے ساتھ پرانے قلعے میں ہیں۔“ جان میکنز نے جواب دیا۔ لفظوں کے ساتھ ساتھ اس کے منہ سے کراہیں نکل رہی تھیں۔

”اوہ۔۔۔ عابد علی۔۔۔ اُسے تو میں بھول ہی گیا تھا مگر وہ دونوں ہی قلعے میں نہیں ہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”لگ۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو۔ وہ وہیں گئے ہیں اور کہاں جا سکتے ہیں۔“ جان میکنز کی آنکھوں میں حیرت کے آثار ابھر آئے۔ اور عمران نے جھک کر جان میکنز کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور دوسرے لمحے وہ اُسے کاندھے پر لادے پرانے قلعے کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ ویسے وہ دل ہی دل میں جان میکنز کی ہمت کی داد دے رہا تھا کہ اس قدر خستہ حالت کے باوجود اس نے جان بچا کر نکل جانے کی سر توڑ کوشش کی تھی۔ اور اتنا حوصلہ رکھنے والے آدمی کے لئے عمران جیسے آدمی کے دل میں خود بخود نرم گوشہ پیدا ہو جانا یقینی بات تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے جان میکنز پر مزید تشدد نہ کیا۔ اور اُسے اٹھا کر پرانے قلعے کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ عمران کے بھاگنے کی وجہ سے جان میکنز کے حلق سے کراہیں نکل رہی تھیں۔ لیکن عمران نے کوئی پرواہ نہ کی۔ چند لمحوں بعد وہ اُسے اٹھائے ہوئے ایک رابدارمی میں داخل ہوا۔ اور اندر داخل ہوتے ہی وہ چونک پڑا۔ کیوں کہ اُسے گرد آلود فرش پر دو افراد کے پیروں کے نشانات صاف نظر آرہے تھے۔۔۔ عمران جان میکنز کو اٹھائے ان نشانات

کا چھپا کرتے ہوئے آگے بڑھتا چلا گیا۔ ایک راہداری مڑنے کے بعد
دوسری راہداری میں جیسے ہی مڑا۔ ٹھٹھک کر رک گیا۔ یہاں
راہداری کی چھت کا ایک حصہ گرا ہوا تھا۔ اور پھر پتھروں کے
درمیان اُسے دو افراد پڑے ہوئے صاف نظر آ گئے۔ جن میں سے
ایک یقیناً سردار تھے۔ عمران نے سردار کو دیکھتے ہی
تیزی سے کندھے پر لدے ہوئے جان میکنز کو فرش پر پٹخا۔
اور جان میکنز کے حلق سے چیخ سی نکلی۔ اچانک اور مفلوج
حالت میں گرنے کی وجہ سے اس کا سر بڑی طرح فرش سے
ٹکرا یا تھا۔ عمران اُسے پھینکتے ہی تیزی سے پتھروں کو پھلانگتا ہوا
سردار کی طرف بڑھلا۔ اور پھر اس نے پتھر پٹا کہ سردار
کو ان کے درمیان سے کھینچا۔ اس کے چہرے پر شدید بے چینی
کے آثار نمایاں تھے۔ کیوں کہ سردار کی حالت سے ہی نظر آ رہا تھا
کہ وہ ختم ہو چکے ہیں۔ وہ منہ کے بل پڑے ہوئے تھے۔
عمران نے انہیں تیزی سے پٹا اور پھر ان کے سینے سے کان لگا
دیئے۔ ایک ہاتھ سے نبض تھام لی اور دوسرے لمحے اس کے
چہرے پر مسرت سی ناچ اٹھی۔ سردار ابھی زندہ تھے۔
ان کی نبض آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ لیکن ان کی حالت انتہائی
مخدوش تھی۔ اگر انہیں فوری طبی امداد نہ مل سکی تو پھر ان کا بچنا
محال تھا۔ ان کے سر کی پشت پر خاصی چوٹیں آئی تھیں۔
عمران نے جلدی سے اٹھا کر انہیں کاندھے پر لادا اور تیزی سے
واپس مڑا۔

جان میکنز وہیں فرش پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ فرش سے
سر ٹکرانے کے بعد وہ چیخ مار کر بے ہوش ہو چکا تھا۔ سردار
کی حالت ایسی تھی کہ انہیں جلد از جلد طبی امداد کی ضرورت تھی۔
اس لئے ایک لمحے کے لئے تو عمران جان میکنز کو نظر انداز کرتے
ہوئے آگے بڑھا مگر دوسرے لمحے وہ ٹھٹھک گیا۔ کچھ بھی ہو
ایک زندہ آدمی کو اس حالت میں یہاں چھوڑ دینے کی اس کے
ضمیر نے اجازت نہ دی۔ اُسے معلوم تھا کہ جان میکنز کو کہیں سے
مدد نہ مل سکے گی۔ اور وہ یہاں بھوک پیاس اور تکلیف کی
شدت سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر آخر دم توڑ دے گا۔ اور چاہے جان میکنز
دشمن ہی کیوں نہ تھا بہر حال انسان تو تھا۔ عمران تیزی سے واپس
پٹا اور پھر اس نے ایک ہاتھ سے جھک کر جان میکنز کو بازو سے
پکڑا اور پھر ایک زوردار جھٹکا دے کر اس نے اُسے دوسرے کاندھے
پر لادا۔ اور پھر دوڑتا ہوا پیر و فی دروازے کی طرف بڑھتا چلا
گیا۔ عجیب سی صورت حال تھی۔ دشمن اور دوست دونوں یکساں
حالت میں اس کے کاندھوں پر موجود تھے۔ مگر دونوں ہی انسان
تھے۔ اور انسانیت کے نلے سے دونوں یکساں تھے۔ اس لئے عمران
انہیں اٹھائے قلعے سے نکل کر ہیلی کاپٹر کی طرف دوڑتا چلا گیا۔
اور پھر تھوڑی دیر بعد ہیلی کاپٹر فضا میں اڑتا چلا گیا۔ ہیلی کاپٹر
میں دشمن اور دوست دونوں ساتھ ساتھ پڑے ہوئے تھے۔ اور
ہیلی کاپٹر تیزی سے شہر کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا۔

ختم شد